CC-0. In Public Domain. Digitization by eGangotri

ناول

برفک پھول

تحریر
فاروق رینزو

Dr. Khwaja Farooq Renzu Shah Collection, Srinagar

CC-0. In Public Domain. Digitization by eGangotri

Dr. Khwaja Farooq Renzu Shah Collection, Srinagar

CC-0. In Public Domain. Digitization by eGangotri

ناول

برف کے پھول

تحریر

فاروق رینزو

Dr. Khwaja Farooq Renzu Shah Collection, Srinagar

CC-0. In Public Domain. Digitization by eGangotri

جملہ حقوق بحقِ مصنف محفوظ

ناول: برف کے پھول

مصنف: فاروق احمد رینزو

پتہ: ۲۵۴ جواہر نگر سرینگر کشمیر

ناشر: بینش پبلی کیشنز جواہر نگر سرینگر کشمیر

سرورق: میر نیاز احمد

کتابت: قاضی خانیاری کاشمیری

اشاعت: ۱۹۹۱ء

قیمت: =/79 روپے ÷ =/Rs.79

اس ناول کو
تاریخ کے پیرائے میں لکھا گیا ہے۔
اس کے چند کردار فرضی ہیں جن کا حقیقت
کے ساتھ کوئی واسطہ نہیں۔ لہٰذا ان میں سے کسی بھی
کردار کی مطابقت یا مشابہت کے لئے مصنف پر
کوئی قانونی ذمہ داری عائد نہیں ہوگی۔

شکریہ!

Dr. Khwaja Farooq Renzu Shah Collection, Srinagar

CC-0. In Public Domain. Digitization by eGangotri

ناول

برف کے پھول

اِنتساب

دانش اور بینش کے نام
جن کو دنیا میں ایک اونچا مقام
حاصل کرنا ہوگا۔

دعاگو

فاروق رینزو

Dr. Khwaja Farooq Renzu Shah Collection, Srinagar

CC-0. In Public Domain. Digitization by eGangotri

Dr. Khwaja Farooq Renzu Shah Collection, Srinagar

CC-0. In Public Domain. Digitization by eGangotri

پہلا باب

دسمبر کی رات انتہائی سرد تھی۔ برف کے سفید گالے گھٹا ٹوپ اندھیرے کو چیر کر نیچے گر رہے تھے۔ برفیلی تہیں ایک دوسرے کے آغوش میں سمٹ رہی تھیں۔ ساری وادی برف کے نیچے یوں دبکی بیٹھی تھی جیسے کوئی مردہ کفن میں لپٹا ہو۔

زبرون کا پہاڑ برفستان کا ایک سلسلہ بن چکا تھا۔ پہاڑ کے دامن میں نشاط باغ، شالیمار باغ، پری محل، چشمہ شاہی اور دوسرے ان گنت باغات برف کی سفید قبروں میں اپنے خوبصورت گناہوں کا حساب پیش کر رہے تھے۔ جھیل ڈل کی منجمد سطح ایک سفید ریگستان کے مانند دکھائی دے رہی تھی۔ اس سفید لاہوتی بستی میں پہاڑ کے دامن میں تعمیر کی ہوئی ایک شاندار عمارت دور سے دکھائی دے رہی تھی۔ اس عمارت کی کھڑکیوں میں لگے شیشوں سے روشنی چھن چھن کر باہر آ رہی تھی۔ یہ عمارت بالکل ایک شاہی محل کے طرز پر بنی ہوئی تھی۔ اس محل کے ایک بڑے کمرے کی دیوار پورے شیشے کی بنی ہوئی تھی جہاں سے باہر کا نظارہ صاف دکھائی دے رہا تھا۔

زبرون کے دامن میں بنی اس عمارت کا نام تھا 'شاہ محل' جو تیس کنال تک پھیلی ہوئی زمین کے بالکل بیچ میں بنی ہوئی تھی۔ مغلیہ باغات کے طرز پر شاہ محل سے منسلک زمین پر بھی مختلف دیوان نما باغیچے بنائے گئے تھے۔ پہاڑ کے دامن کے بالکل نیچے جھیل ڈل کے کنارے پر بنے شاندار بلیوارڈ روڈ سے شروع ہو کر ایک چھوٹی سی سڑک ان دیوان نما باغیچوں کے بیچ سے سانپ کی طرح بل کھاتی ہوئی گزر کر شاہ محل کے اندرونی گیٹ کے پاس ختم ہو رہی تھی۔

'شاہ محل' کے ڈرائینگ روم میں ایک ۳۵ سال کا نوجوان ابن سیرو انتہائی پریشانی کے عالم میں ٹہل رہا تھا۔ ابن سیرو وادی کے مشہور رئیس اور معزز شخص سیرو کا بیٹا تھا۔ اس کی نظریں نیچے بلیوارڈ کے اس موڑ پر مرکوز تھیں جہاں سے شاہ محل کو جانے والی سڑک شروع ہو رہی تھی۔ وہ کبھی ڈرائینگ روم میں موجود چمڑے سے

Dr. Khwaja Farooq Renzu Shah Collection, Srinagar

CC-0. In Public Domain. Digitization by eGangotri

بنے ہوئے صوفے میں دھنس جاتا تھا اور کبھی اپنی جگہ سے بے قراری کے عالم میں اُٹھ کر شیشے کی دیوار کے قریب بلیوارڈ کی سڑک کو گھورنے لگتا تھا۔ باہر درجۂ حرارت نقطۂ انجماد سے بارہ ڈگری نیچے گر چکا تھا اور لوگ سردی کے مارے ٹھٹھر رہے تھے لیکن ابنِ سیرو نے ہیٹنگ سسٹم کے ذریعہ ڈرائنگ روم کا درجۂ حرارت ۲۸ ڈگری کے قریب رکھا تھا۔ شاہ محل وادی میں پہلی عمارت تھی جہاں یہ سسٹم لگا ہوا تھا۔ اس درجہ حرارت میں وہ کمرہ حد سے زیادہ گرم ہو چکا تھا۔ زیادہ گرمی سے ابنِ سیرو کے ماتھے پر پسینے کی بوندیں نمودار ہو چکی تھیں۔ اُس نے دوبارہ کمرے میں لگی ایک الماری کا دروازہ کھولا اور وہاں سے وہسکی کی دوسری بوتل نکالی۔ بوتل کو کھول کر اُس نے وہسکی کو گلاس میں انڈیلا اور پانی ملائے بغیر اُسے اپنے حلق میں انڈیلا۔ اُس کی آنکھوں کی سرخی میں اضافہ ہونے لگا۔ وہ کمرے میں تنہا، اضطراب اور بیقراری کا پیکر بنا ٹہل رہا تھا۔ دیوار پر لگے گھڑیال نے اچانک ایک زوردار آواز دی۔ وہ چونک اٹھا۔ اُس کی نظریں کلاک پر پڑیں۔ رات کے گیارہ بج چکے تھے۔ اُس کی پریشانی بڑھنے لگی۔ اُس نے دیوار پر لگے دائرہ نما بٹن کی باہری چرخی گھما کر بٹن پر لگی سوئی کو ۳۰ ڈگری پر پہنچایا۔ کمرے کا درجہ حرارت اب ۲۸ ڈگری سے بڑھ کر ۳۰ ڈگری تک پہنچا۔ کمرے کی فضا دہکنے لگی۔

۱۹۸۰ء کا نیا سال ابھی ایک گھنٹہ کے بعد شروع ہونے والا تھا۔ یہ پہلا موقعہ تھا کہ ابنِ سیرو نئے سال کے موقعہ پر بالکل اکیلا تھا۔ اُس نے ہر نیا سال دوستوں کی محفلوں میں شان و شوکت کے ساتھ منایا تھا لیکن آج وہ بالکل تنہا تھا۔ وہ آج سے آٹھ برس پہلے اس رات کو یاد کرنے لگا جب ۱۹۷۵ء کا نیا سال شروع ہونے والا تھا۔ اُس نئے سال کی خوشیاں ابنِ سیرو لندن کے پنک ایلیفنٹ نامی ہال میں اپنے دوستوں کے بیچ منا رہا تھا۔ چاروں طرف مستی کا عالم تھا۔ جوان لڑکے اور لڑکیاں ناچ رہی تھیں۔ نیم برہنہ عالم میں پُر شباب لڑکیاں کھلے عام دعوتِ گناہ دے رہی تھیں۔ بالکل بارہ بجنے کی آواز مست فضا میں گونجی تھی اور پانچ منٹ کے لیے بتیاں بجھ گئیں۔ ابنِ سیرو کی نظریں کافی دیر سے ایک حسین و جمیل لڑکی کے گرد ناچ رہی تھیں۔ اُس نے نئے فیشن کا کھلا ملائم فراق نہ شلوار پہن رکھا تھا جس کے نیچے سے اُس کا مرمریں بدن صاف جھلک رہا تھا۔ اُس لڑکی کے سڈول بدن کی چمک ابنِ سیرو کو دیوانہ بنا رہی تھی۔ جونہی نئے سال کے شروع ہوتے ہی پنک ایلیفنٹ میں بجلیاں بجھ گئیں۔ ایک طوفانِ بدتمیزی برپا ہو گیا۔ نوجوان لڑکوں اور لڑکیوں نے ایک دوسرے کے بدنوں کو نوچنا شروع کیا۔ جس کے ہاتھ جو بدن لگتا تھا۔ وہ اُس کے ساتھ لپٹ جاتا تھا۔ بیوی شوہر، بھائی بہن اور دوسرے رشتوں کا کوئی احساس نہیں تھا۔ نئے سال کی خوشیاں تھیں، قہقہے تھے، مستیاں تھیں۔ ابنِ سیرو پہلے سے ہی اُس لڑکی پر گھات لگائے بیٹھا تھا۔ اُس نے بجلیاں بجھتے ہی اُس کے نیم برہنہ بدن کو اپنے پنجوں میں دبوچا۔ تپتا بدن ابنِ سیرو کے ساتھ چپک گیا اور پانچ منٹ تک نشے کے عالم میں تڑپتا رہا۔ سب کچھ پل جھپکنے میں ہو گیا۔

Dr. Khwaja Farooq Renzu Shah Collection, Srinagar

CC-0. In Public Domain. Digitization by eGangotri

بجلیاں دوبارہ جلائی گئیں اور سب ایک دوسرے کو پہچاننے کی کوشش کرنے لگے۔ لندن کی اس حسین لڑکی نے ابنِ سیرو کو دیکھ کر ناک بھوں چڑھائی، شاید اُسے ابنِ سیرو کا چہرہ پسند نہیں آیا۔ وہ اپنے مرمریں بدن کو اُس کے آغوش سے چھڑا کر دُور کھڑے ایک خوبرو نوجوان کے پاس چلی گئی۔ ابنِ سیرو کی نگاہیں اُس کا تعاقب کرنے لگیں۔ وہ اُس کے بدن کی لمس سے پتھر کے بُت کی طرح ایک ہی جگہ ساکت ہو چکا تھا۔ اُس کے بدن کی تپش ابنِ سیرو کے انگ انگ میں سرایت کر چکی تھی۔ بنک اپارٹمنٹ میں نئے سال کے ہنگامے بہت دیر تک چلتے رہے لیکن ابنِ سیرو کی نگاہیں اس لڑکی کو ڈھونڈنے لگیں۔ باہر لندن کی بلیو برید روڈ پر ابنِ سیرو نے اس لڑکی کو ایک لمبی کار میں سوار ہوتے دیکھا۔ ابنِ سیرو نے کار کا نمبر ذہن نشین کر لیا۔ اس واقعے کے بعد ابنِ سیرو اُس لڑکی کی تلاش میں مصروف رہا اور اُس نے بہت کم وقت میں اُس لڑکی کے متعلق تمام معلومات حاصل کیں۔ اُس کا نام مونا تھا۔ وہ لندن کے ایک غریب گھرانے سے تعلق رکھتی تھی۔ وہ لندن کے ایک نرسنگ ہوم میں ملازمت کرتی تھی لیکن انتہائی حسن نے اُسے ایک درمیانی درجے کے انگریز رابن کی شریکِ حیات بنایا تھا۔ رابن ایک معمولی پرنٹنگ پریس کا مالک تھا اور اُس کے علاوہ لندن کے مختلف کاروباری اداروں میں اُس کا پیسہ لگا ہوا تھا۔ رابن کے ساتھ مونا کی شادی کو دو سال کا عرصہ گذر چکا تھا اور اس دوران اُس کی ایک بچی بھی پیدا ہوئی تھی۔ مونا کے بارے میں اتنی ساری کہانی سننے کے بعد بھی ابنِ سیرو ۱۹۷۵ء کے نئے سال کی وہ شروعات بھول نہیں سکا جب مونا کے تپتے بدن کی حرارت اُس کے وجود میں سما گئی تھی۔ اُس کے دل و دماغ پر مونا چھا گئی اور اُس نے مونا کو اپنا بنانے کا فیصلہ کر لیا۔

ابنِ سیرو ایک جسیم اور لمبا تڑنگا نوجوان تھا۔ اُس کا قد تقریباً چھ فٹ تھا۔ اور جسم بھی کافی موٹا تھا۔ قد لمبا ہونے کی وجہ سے اُس کے جسم کا موٹاپا اُس کی ساری شخصیت کو بگاڑ رہا تھا۔ وہ اصل میں کشمیری تھا لیکن لندن میں کافی دیر رہنے کی وجہ سے اُس نے اپنے آپ کو برطانیہ کے ماحول میں ڈھالنے کی کوشش کی تھی۔ اُس کے گلے میں سونے کی موٹی زنجیر لٹکی رہتی تھی اور دائیں ہاتھ کی کلائی میں بھی دوسری سونے کی زنجیر اُس کی سرمایہ داری کا اشتہار تھی۔ ابنِ سیرو کے پاس کافی دولت تھی اور وہ اپنی تمنا پوری کرنے کے لیے پانی کی طرح دولت بہا سکتا تھا۔ ابنِ سیرو نے ایک دن کافی روپے خرچ کر کے مونا کے ساتھ لندن کلب میں ملاقات کا اہتمام کر لیا۔ اُس کی پہلی ملاقات میں اُس نے مونا کو دس ہزار ڈالر کا ڈائمنڈ سیٹ تحفے میں دیا۔ یہی وہ دن تھا جب مونا نے ابنِ سیرو میں دلچسپی لینا شروع کی۔ ابنِ سیرو اور مونا اُس کے بعد کافی دیر تک ملتے رہے۔ مونا جب اپنے شوہر رابن اور ابنِ سیرو کا موازنہ کرنے لگی اُسے دولت کے اعتبار سے ابنِ سیرو کافی زیادہ آگے نظر آیا۔ مونا اپنے شوہر رابن سے دُور رہنے لگی، اُس نے ایسے حالات پیدا کئے کہ اُسے بڑی آسانی کے ساتھ طلاق ملی۔

Dr. Khwaja Farooq Renzu Shah Collection, Srinagar

CC-0. In Public Domain. Digitization by eGangotri

اپنی بیٹی لوسی کو ماں باپ کے حوالے کیا کشمیر کے ابن سیرو کے ساتھ شادی کرلی۔ اس طرح مونا وادی کے سب سے اعلیٰ اور حاکم گھرانے کی بہو بن گئی۔ ان ہی دنوں شاہ محل کی تعمیر بھی مکمل ہو چکی تھی۔ ابن سیرو کے باپ سیرو نے پہلے کرسچن لڑکی مونا کو قبول کرنے سے انکار کیا لیکن جب ابن سیرو نے بغاوت کی دھمکی دی اور سماجی دنیا میں اپنے طاقتور باپ کے خلاف آنے کی دھمکی دی اُسے فوراً مونا کو بہو تسلیم کرنا پڑا۔ جونہی ابن سیرو اپنی حسین وجمیل بیوی مونا کو وادی میں لے آیا تو اس کا استقبال شاہ محل میں بڑی شان وشوکت کے ساتھ کیا گیا۔ شاہ محل کو رنگ برنگے قمقموں سے سجایا گیا۔ ہر دیوان نما باغیچے میں موسیقی کی محفلیں سجی ہوئی تھیں۔ مڈل گیٹ سے لے کر شاہ محل کو جانے والی سڑک کے موڑ تک سارے بلیوارڈ روڈ کو دونوں طرف ڈیوڑھیوں اور جھنڈوں سے سجایا گیا تھا۔ بلیوارڈ سے شروع ہونے والی سڑک کے موڑ سے شاہ محل کے اندرونی گیٹ تک جوان لڑکیاں سڑک کے دونوں کناروں پر پھولوں کے ہار لئے ان کے استقبال میں کھڑی تھیں۔ لمبی سُرخ رنگ کی امپالا کار میں جو ایک محکمے نے خاص طور پر اسی استقبال کے موقعہ کے لیے منگوائی تھی، ابن سیرو اور مونا کو بٹھایا گیا۔ یہ کار چاروں طرف پھولوں سے لدی ہوئی تھی اور رنگ برنگے پھولوں کے بیچ میں سے صرف ابن سیرو اور مونا کے سر دکھائی دے رہے تھے۔

ابن سیرو اور مونا کی شادی کو آج لگ بھگ دس سال کا عرصہ ہو گیا لیکن ابن سیرو کے ذہن میں وہ منظر اس طرح اُبھر رہا تھا جیسے کل کی بات ہو۔ اس شادی کے بعد ابن سیرو کو ایک عجیب بیماری لگ گئی اُسے نوجوان لڑکیوں کو برہنہ دیکھنے کا نشہ طاری ہو گیا۔ کبھی کبھی وہ پاگل ہو کر اُن عورتوں پر حملہ کرتا تھا۔ اُسے ذہنی بیماری لگ گئی۔ ابن سیرو شاہ محل کے عالیشان ڈرائینگ روم میں آج بھی بے اطمینانی کے عالم میں ٹہل رہا تھا۔ برف ابھی تک گر رہی تھی۔ باہر سردی اپنے زوروں پر تھی لیکن ابن سیرو اضطراب کی آگ میں جل رہا تھا گویا کہ اس آگ پر تیل بن کر گر رہی تھی۔ وہ اندر سے جل رہا تھا اور باہر سے بھی۔ کمرے میں درجہ حرارت کافی حد تک بڑھ چکا تھا۔ ابن سیرو کو یوں لگ رہا تھا جیسے وہ جہنم میں جل رہا ہو۔ اندر کی آگ باہر کی آگ سے زیادہ تکلیف دہ تھی۔ اُس کی نظر دوبارہ دیوار پر لگے گھڑیال پر پڑی۔ گھڑیال کی سوئیاں آہستہ آہستہ سرک رہی تھیں۔ ۱۹۸۰ء کا سال دم توڑ رہا تھا اور ۱۹۸۱ء کا نیا سال شروع ہونے والا تھا۔ ابن سیرو کی بیوی مونا لندن میں اپنی بیٹی لوسی کو دیکھنے گئی تھی۔ وہ ابن سیرو کی ذہنی بیماری سے تنگ آچکی تھی۔ ابن سیرو کمرے میں بالکل اکیلا تھا، وہ اُس نوجوان کشمیری لڑکی کا انتظار کر رہا تھا جس نے آج اُس کے پاس آنے کا وعدہ کیا تھا۔

اچانک دیوار پر لگے گھڑیال نے شور مچایا۔ ۱۹۸۱ء کا نیا سال شروع ہو گیا۔ ابن سیرو پر ذہنی بیماری

Dr. Khwaja Farooq Renzu Shah Collection, Srinagar

CC-0. In Public Domain. Digitization by eGangotri

کا نشہ تیز ہونے لگا۔ آج اُس کی آنکھوں میں خون اترنے لگا۔ اُس نے وہسکی کا جام سامنے شیشے کی موٹی دیوار پر زور سے پھینکا۔ چند لمحوں کے لیے ایسا لگا جیسے شیشے کی موٹی دیوار ٹوٹ گئی لیکن وہ دیوار اپنی جگہ قایم تھی۔ البتہ جام کے ٹکڑے کمرے میں چاروں طرف بکھر گئے۔ ابنِ سیرو کا سارا جسم شرابور تھا۔ وہ لڑکھڑانے لگا۔ اُس کے منہ سے عجیب آوازیں نکل رہی تھیں لیکن کمرے میں اُسے سہارا دینے کے لیے کوئی نہ تھا۔ وہ شیشے کی دیوار کے پاس لڑکھڑا کر نیچے فرش پر گر گیا۔ وہ یوں ہی پڑا رہا لیکن اُس کی آنکھیں برابر بلیوارڈ کے موڑ پر مرکوز تھیں۔ اُسے اُس کشمیری لڑکی اور اپنے سکریٹری ماتھر پر انتہائی غصہ آ رہا تھا۔ اُسے یوں لگا جیسے اُن کے نہ آنے سے اُس کی یہ خوبصورت رات ضائع ہو گئی۔ وقت تیزی کے ساتھ گزرنے لگا۔ نیا سال شروع ہو چکا تھا اور سیکنڈ برعت کے ساتھ منٹوں اور منٹ گھنٹوں میں تبدیل ہونے لگے۔ دیوار میں لگے گھڑیال نے تین بار آواز دے کر تین گھنٹوں کے گزرنے کا اعلان کیا۔ ابنِ سیرو یوں ہی اپنی جگہ اوندھا فرش پر پڑا۔ باہر منجمد جھیل پر برف کے ریگستان کو دیکھ رہا تھا۔ بلیوارڈ کی سڑک کو دیکھ رہا تھا جس پر کبھی کوئی گاڑی گزر جاتی اس سڑک پر جمع برف کو شاہ محل کے اندرونی گیٹ تک ہٹایا گیا تھا۔ اب صرف ہلکی تہہ جمع ہو چکی تھی جس پر گاڑی آسانی کے ساتھ چلتی تھی۔ اچانک بلیوارڈ روڈ پر گزرتی ہوئی ایک سرخ رنگ کی ماروتی کار اُس سڑک کی طرف مڑ گئی جو شاہ محل کے اندرونی گیٹ کی طرف جا رہی تھی۔ اس کار کے مڑتے ہی ابنِ سیرو کے جسم میں جیسے بجلی دوڑ گئی۔ وہ ایک ہی جھٹکے میں اٹھ کھڑا ہوا۔ اُس نے اس کار کو پہچانا۔ یہ اُس کی اپنی کار تھی جو اس کشمیری لڑکی یاسمین کو لانے کے لیے گئی تھی جس کے ساتھ اُس کے سکریٹری ماتھر نے پہلے ہی بات کی تھی۔ یاسمین کی یہ رات ابنِ سیرو کے ساتھ گزرنے والی تھی۔ اُس نے دیکھا کہ وہ گاڑی سیدھے اوپر شاہ محل کی طرف آ رہی تھی۔ نیچے بڑے گیٹ کے قریب وہ کار رُک گئی۔ شائد وہ کار زور زور سے ہارن بجا رہی تھی جس کی آواز شاہ محل کے اندر نہیں پہنچ رہی تھی لیکن گیٹ کے قریب بنائے گئے چھوٹے کوارٹر میں وہ آواز پہنچ گئی۔ اس کوارٹر سے بوڑھا چوکیدار ستار باہر آیا جس نے اپنے تمام جسم کو ایک موٹی کمبل میں چھپایا تھا۔ بوڑھا ستار شاہ خاندان کا سب سے پرانا نوکر تھا۔ اُس کا لاغر بوڑھا جسم کمبل کے اندر بھی سردی سے تھر تھر کانپ رہا تھا۔ چوکیدار ستار نے خاموشی سے باہر کا گیٹ کھولا اور ماروتی کار سیدھی اوپر کی طرف آہستہ آہستہ رینگتی ہوئی آنے لگی۔ یہ کار اب شاہ محل کے اندرونی گیٹ کی طرف بڑھ رہی تھی۔ برف کی کافی تہہ جمع ہونے کی وجہ سے کار کو اوپر آنے میں رکاوٹ پیش آ رہی تھی۔ چوکیدار ستار نے اپنے کوارٹر میں لگے ٹیلی فون ایکسٹنشن کے ذریعہ اوپر شاہ محل میں کسی کو بھی کوئی اطلاع نہیں دی کہ کار میں کون آ رہا تھا۔ چوکیدار کو باضابطہ یہ حکم دیا گیا تھا کہ گھر کے فرد کے بغیر کسی دوسرے کو رات کے وقت اندر آنے نہ دیا جائے جب تک

Dr. Khwaja Farooq Renzu Shah Collection, Srinagar

CC-0. In Public Domain. Digitization by eGangotri

شاہ محل کے اندر سے اجازت نہ ملے۔ چوکیدار ستار کے کوارٹر میں ٹیلی فون کا ایکسٹینشن لگا ہوا تھا جس کے ذریعہ وہ اوپر شاہ محل کو ہر آنے جانے والے کے متعلق مطلع کر سکتا تھا۔ سرخ ماروتی کار شاہ گھرانے کی کار تھی۔ اس لئے ستار نے اس کار کے بارے میں کسی کو مطلع نہ کیا۔ کار کو فوراً اندر آنے کی اجازت ملی۔ بوڑھے ستار نے باہر گیٹ بند کر لیا اور تھر تھر کانپتا ہوا اپنے کوارٹر میں گھس گیا۔ کوارٹر میں داخل ہونے کے فوراً بعد وہ موٹی لحاف میں گھس گیا اور کانگڑی سے اپنے لاغر جسم کو تپانے لگا۔ صرف چند منٹوں میں باہر سردی میں اس کا جسم برف کی سل بن چکا تھا۔ لحاف میں گھس کر بوڑھے چوکیدار نے نفرت سے اپنی آنکھیں بند کر لیں۔ اس نے شاہ خاندان کے ہزاروں چہرے دیکھے تھے لیکن آج شاہ خاندان میں ہو رہی بے شرمی اور بے حیائی دیکھ کر وہ اپنے وجود سے نفرت کرنے لگا۔ ستار نے اپنی آنکھیں شاہ خاندان کی خدمت کرتے ہوئے کھولی تھیں۔ وہ بچپن سے ان کا غلام تھا۔ اس کے ماں باپ کون تھے، کہاں رہتے تھے، ان کے بارے میں اسے کچھ معلوم نہ تھا۔ بچپن سے اب تک اس نے اس خاندان کے ہزاروں بدلتے چہرے دیکھے تھے۔ اس نے ابن سیرو کے باپ سیرو کی خدمت کی، پھر اس کے بیٹے کی اور اب ابن سیرو کی خدمت کرتے کرتے اس نے اپنی ساری زندگی نچھاور کی۔ اس نے شادی بھی نہیں کی کیونکہ وہ مرنے کے بعد اپنی اولاد کو اس خاندان کی خدمت کے لیے وقف رکھنا نہیں چاہتا تھا۔ ستار پچھلے کئی برسوں سے دیکھ رہا تھا کہ لندن سے واپس آنے کے بعد ابن سیرو کا چال چلن ٹھیک نہیں تھا۔ آج آدھی رات کے وقت جب اس نے ہارن کی آواز سنی اور وہ گیٹ کھولنے کے لیے باہر آیا، اس نے اپنی آنکھوں سے ایک نوجوان لڑکی کو ابن سیرو کی کار میں ابن سیرو کے سکریٹری ماتھر کے ساتھ دیکھ لیا۔ بوڑھے ستار نے خاموشی سے دروازہ کھولا اور اپنی آنکھیں بند کر لیں۔ کار کے اندر آنے کے بعد اس نے گیٹ بند کر لیا اور واپس اپنے کوارٹر میں چلا گیا۔ وہ لحاف میں گھس کر ابن سیرو کی بدچلنی کے بارے میں سوچنے لگا۔

کار کی ہارن کی آواز دوبارہ اس کی سماعت کے پردوں سے ٹکرائی۔

"ماتھر شاید واپس جا رہا ہے۔ اس سردی کے عالم میں بھی یہ بے غیرت لوگ گھروں میں آرام سے بیٹھ نہیں سکتے۔" یہ کہہ کر بوڑھا ستار پھر لحاف سے باہر آیا۔ اس نے دوبارہ موٹی کمبل اپنے لاغر جسم کے اوپر اوڑھی اور کوارٹر سے باہر نکلا۔ سرخ ماروتی کار شاہ محل سے باہر جا رہی تھی۔ یاسمین اب کار میں موجود نہیں تھی۔ ستار نے ابن سیرو کے سکریٹری ماتھر پر ایک بھرپور نظر ڈالی جو کار چلا رہا تھا۔ ماتھر شرم سے سر جھکائے خاموشی سے گیٹ سے باہر ماروتی کار میں نکلا۔ ستار سمجھ گیا کہ اس لڑکی کو ابن سیرو کے پاس رات گزارنے کے لیے چھوڑا گیا۔ کار کے باہر جانے کے بعد بوڑھا ستار سردی سے تھر تھر کانپتا ہوا دوبارہ اپنے کوارٹر کی جانب بڑھنے لگا۔ ابھی وہ اپنے کوارٹر سے چند گز ہی دور تھا کہ فضا میں ایک چیخ گونجی۔

Dr. Khwaja Farooq Renzu Shah Collection, Srinagar

CC-0. In Public Domain. Digitization by eGangotri

ستار کی سمجھ میں کچھ نہیں آیا۔
ایک اور چیخ فضا میں گونجی۔

اس چیخ میں کوئی ایسی بات تھی کہ ستار کے قدم شاہ محل کی طرف بڑھنے لگے اُس نے گھٹنوں تک لمبے ربڑ کے جوتے پہنے تھے، وہ جوتے پورے برف میں دھنس رہے تھے، خوفناک چیخ سن کر وہ حواس باختہ عالم میں شاہ محل کی طرف تیزی سے دوڑنے کی کوشش کر رہا تھا۔ تھوڑی دیر کے بعد وہ اُس کمرے کے نزدیک پہنچا جہاں ابن سیرو موجود تھا۔ لمبے شیشے کی دیوار سے اندر کا سارا منظر صاف دکھائی دے رہا تھا۔

اندر کا خوفناک منظر دیکھ کر بوڑھے ستار کے پاؤں تلے زمین سرکنے لگی۔ اُس کا سر گھومنے لگا اور وہ تھر تھر کانپنے لگا۔ چند لمحے اسی حالت میں رہ کر اُس نے اپنے آپ کو سنبھالا اور وہ اندھا دھند تیزی کے ساتھ اپنے کوارٹر کی جانب دوڑنے لگا۔ کبھی اُس کے پاؤں برف میں دھنس جاتے تھے اور کبھی وہ برف پر گر کر پھسلنے لگتا تھا۔ اُس کے جوتے برف میں پھنس کر پیروں سے باہر نکلے اور کمبل کہیں گر گئی۔ وہ اسی حالت میں ننگے پیر برف پر وحشیانہ انداز میں دوڑتا ہوا اپنے کوارٹر کی جانب جا رہا تھا۔ وہ اپنے کوارٹر میں ہانپتا ہوا داخل ہوا۔

ستار نے دروازہ اندر سے بند کیا اور دروازے کے قریب ہی نیچے فرش پر گر کر زخمی گھوڑے کی طرح ہانپنے لگا۔ اسی حالت میں اُس نے کوارٹر میں موجود ایک چھوٹے میز کی طرف رینگنا شروع کیا۔ میز پر ٹیلی فون رکھا ہوا تھا۔ تھوڑی دیر کے بعد اُس کی کانپتی ہوئی انگلیاں ٹیلی فون کا ڈائل گھمانے لگیں۔

"پولیس ——— پولیس ———" وہ ہسٹریا کے مریض کی طرح ٹیلی فون پر چیخنے لگا۔

Dr. Khwaja Farooq Renzu Shah Collection, Srinagar

CC-0. In Public Domain. Digitization by eGangotri

دوسرا باب

اُس کا نام تھا سیرو۔ ایک ایسا نام جس سے وادی کا بچہ بچہ واقف تھا۔ اس کی عمر ۷۵ برس کے قریب تھی لیکن ابھی تک اس کے چہرے پر بوڑھاپے کے آثار نہیں تھے۔ اُس کا قد لمبا تھا اور چھاتی چوڑی اُس کی آنکھوں میں اذیت پسندی کی چمک تھی۔ اُس کے منہ کے اگلے دانت ڈراکیولا کی طرح باہر نکلے ہوئے تھے۔ اُس کے چہرے پر ہمیشہ پتھر کی سی سختی موجود رہتی تھی۔ وہ شاہ محل کا مالک تھا اور ابنِ سیرو کا باپ تھا۔ وہ وادی کا ایک طاقتور شخص تھا اُس کے خلاف جس نے بھی ٹکر لی وہ مارا گیا۔ اُس نے ہر ایک ابھرے سر کو کاٹنے کا حکم دیا اور ہر اونچی آواز کا گلا گھونٹ دیا۔

پولیس انسپکٹر دین سیرو کے سامنے اس طرح موجود تھا جیسے عقاب کے سامنے کوئی چھوٹی سی چڑیا۔ تھانے کے دوسرے سپاہیوں نے سیرو کو اپنا چہرہ دکھانے کی بھی جرأت نہیں کی۔

"کیا نام ہے تمہارا ——!" سیرو نے انسپکٹر سے سوال کیا۔

"سر۔ میں ہوں ایس۔ ایچ او دین ——" انسپکٹر نے انتہائی جرأت مندی کے ساتھ جواب دیا۔

"جانتے ہو کس کے گھر آئے ہو ——" پتھر کی سختی تیز ہو رہی تھی۔

"جی۔ جناب سب کچھ آپ کے سامنے ہے۔ میں اپنا فرض نبھانے آیا ہوں ——" انسپکٹر نے سامنے کی طرف اشارہ کیا۔

کمرے کے بیچ میں یاسمین کی برہنہ لاش خون میں لت پت فرش پر پڑی تھی اور فرنیچر پر خون بکھرا ہوا تھا۔ ابنِ سیرو کے ہاتھ میں ابھی تک شراب کی وہ ٹوٹی ہوئی بوتل تھی جس سے خون ٹپک ٹپک کر

Dr. Khwaja Farooq Renzu Shah Collection, Srinagar

CC-0. In Public Domain. Digitization by eGangotri

نیچے گر رہا تھا۔ یاسمین کے پیٹ میں بھی بوتل کئی بار گھونپی گئی تھی۔ ٹوٹی بوتل کے نوکیلے شیشوں نے یاسمین کے جسم کو چیر دیا تھا۔ ابنِ سیرو کے ہاتھوں نے ابھی تک اُس بوتل کو سختی سے پکڑ کر رکھا تھا اور وہ اسی حالت میں یاسمین کی لاش کے قریب بیٹھا اُسے گھور رہا تھا۔

سیرو نے اپنے اکلوتے بیٹے کو پکارا۔

" بیٹے ۔! " سیرو کی گرجدار آواز کمرے میں گونجی لیکن ابنِ سیرو اپنی جگہ سے ہلا بھی نہیں۔

سیرو اپنے بیٹے کے قریب جانے لگا اور اُس کے ہاتھوں سے وہسکی کی ٹوٹی بوتل چھڑانے کی کوشش کرنے لگا۔

" نہیں ۔سر۔" انسپکٹر دین نے کافی جرأت مندی کا مظاہرہ کر کے سیرو کو روکنے کی کوشش کی۔

سیرو اپنی نظریں اُوپر اُٹھا کر انسپکٹر دین کو دیکھنے لگا۔

سیرو کی اذیت پسند آنکھوں میں خون اُبھر آیا تھا۔ انسپکٹر دین اُوپر سے نیچے تک لرز اُٹھا۔ اُس نے اپنے اندر ایک خوف کی لہر دوڑتی ہوئی محسوس کی لیکن اُس نے فوراً اپنے آپ کو سنبھالا۔ اُس نے سیرو کو روکنے کا پکا ارادہ کیا۔ اُسے معلوم تھا کہ اُس وقت سیرو حاکم تھا اور ساری وادی اُس کی مٹھی میں تھی لیکن انسپکٹر دین نے فرض کی ادائیگی کے لیے اپنے اصولوں کو متزلزل ہونے نہ دیا۔

" نہیں ۔سر۔ آپ کچھ نہیں کر سکتے۔ یہ کام ہمارا ہے ۔" انسپکٹر دین نے نظریں دوسری طرف کر کے سیرو سے کہا۔

کمرے کے دروازے کے پاس گھر کے مُلازم اور سپاہی انسپکٹر دین کی جرأت دیکھ کر دنگ رہ گئے۔

آج انسپکٹر دین ایک ایسے آدمی کو ڈانٹ رہا تھا جس کے سامنے پولیس کے اعلیٰ حاکموں کی زبان بھی گنگ ہو جاتی تھی۔ سیرو انسپکٹر دین کا یہ لہجہ دیکھ کر حیران ہو گیا۔ اس سے پہلے کہ وہ دوبارہ کچھ کہتا انسپکٹر دین نے ٹہلنے کے سپاہیوں کو اندر آنے کا حکم دیا۔ اُس نے فوٹو گرافر کو فوراً کمرے کے چپے چپے کے فوٹو لینے کا حکم دیا۔ جب فوٹو گرافر نے ابنِ سیرو کے ہاتھوں سے سیرو کو وہسکی کی بوتل چھڑانے کا فوٹو لینا چاہا تو سیرو اپنے بیٹے سے دور ہٹ گیا۔

سیرو نے اس کے بعد کچھ نہیں کیا۔ وہ شیشے کی دیوار کے قریب چمڑے کے صوفے پر بیٹھ گیا اور باہر برف گرنے کا نظارہ دیکھنے لگا۔ اُس کا دماغ تیزی کے ساتھ سوچ رہا تھا۔ آج وہ زندگی میں پہلی بار اپنے آپ کو ایک معمولی پولیس انسپکٹر کے سامنے بے بس محسوس کر رہا تھا۔ فوٹو گرافر، فنگر پرنٹ ایکسپرٹ وغیرہ ہاتھوں کے نشانات، شیشے کے ٹکڑے کمرے کا نقشہ وغیرہ کے بارے میں تفصیل درج کر رہے تھے۔

Dr. Khwaja Farooq Renzu Shah Collection, Srinagar

CC-0. In Public Domain. Digitization by eGangotri

یاسمین کی لاش کو بھی پولیس نے اپنے قبضے میں لیا۔ سیرو خاموشی سے سب کچھ دیکھ رہا تھا۔ کمرے کا درجہ حرارت بھی بہت تیز تھا۔ کسی نے اسے کم کرنے کی کوشش نہیں کی۔ سب کے ماتھوں سے پسینے چھوٹ رہے تھے۔ ابنِ سیرو بھی سکتے کے عالم میں تھا۔ انسپکٹر دین اس کے قریب پہنچا۔

"اے۔ او۔ ہوش میں آؤ۔" انسپکٹر دین نے اُسے زور سے ہلاتے ہوئے کہا لیکن وہ ٹس سے مس نہ ہوا۔

"تڑاخ۔!" انسپکٹر دین نے اپنی پوری قوت کے ساتھ ابنِ سیرو کے چہرے پہ ایک زوردار طمانچہ مارا۔

کمرے میں موجود سب سپاہیوں کی آنکھیں حیرانی سے باہر ابل آئیں۔

سیرو صوفے سے ایک دم کھڑا ہو گیا۔ اُس کا سارا جسم غصّے سے کانپنے لگا۔

"انسپکٹر۔" اُس کے حلق سے ایک گرجدار آواز نکلی۔ سارا شاہ محل اُس کی آواز سے لرز اُٹھا۔ یہ آواز سیرو کی بیوی بیگم جان نے بھی سنی۔

انسپکٹر کے طمانچے سے ابنِ سیرو فوراً ہوش میں آیا۔

"اوہ۔ میں کہاں ہوں۔ کیا بات ہے۔ یہ کیا ہو رہا ہے۔ ابنِ سیرو لوکھلاہٹ کے عالم میں کہنے لگا۔

"یہ سب کیا ہو رہا ہے؟ پولیس یہاں کیوں آگئی ہے؟" بیگم جان سیرو سے کہنے لگی۔

سیرو نے بیگم جان کو کوئی جواب نہیں دیا۔

انسپکٹر ابنِ سیرو سے مخاطب ہو کر کہنے لگا۔ "تم نے اپنی ایک لڑکی کا قتل کیا ہے اور میں تمہیں اس جرم میں گرفتار کر رہا ہوں۔" انسپکٹر نے اپنی ساری جرأت اکٹھا کر کے کہا۔

"کیا۔!" ابنِ سیرو چلّا اُٹھا۔ اُسے اب تک سمجھ نہیں آرہا تھا کہ اُس نے کیا کیا ہے۔

"نہیں۔" بیگم جان کی دلخراش چیخ کمرے میں گونجی۔

سیرو نے اپنے دونوں ہاتھ غصّے کے عالم میں بند کر لیے۔ اُس کے جسم کی رگیں تن گئیں اور بال کھڑے ہو گئے۔

انسپکٹر دین نے خود ہی ایک سپاہی سے ہتھکڑیاں لے کر ابنِ سیرو کی کلائیوں میں پہنائیں۔

"ابا۔" ابنِ سیرو نے مدد کے لیے اپنے باپ کو پکارا۔

سیرو خاموش تھا لیکن اُس کے چہرے کی سختی زبرون کے پہاڑ کے پتھروں سے زیادہ عیاں تھی۔ اُس کا رنگ بھی برف کی طرح بالکل سفید ہو گیا۔ اُس کی زندگی میں ہزاروں طوفان آئے تھے

Dr. Khwaja Farooq Renzu Shah Collection, Srinagar

CC-0. In Public Domain. Digitization by eGangotri

لیکن آج جیسا طوفان پہلے کبھی نہیں آیا تھا۔ آج اُس کی ساری ساکھ تباہ ہونے والی تھی۔
بیگم جان آگے بڑھ کر انسپکٹر دین کے قریب پہنچی۔
"انسپکٹر صاحب میرے بیٹے کو چھوڑ دو۔ میرا شوہر آپ کو ترقی دے کر آسمان پر پہنچائے گا۔"
بیگم جان نے اُسے کہا۔
"بیگم صاحبہ میں ایک معمولی انسپکٹر ہوں اور ایمانداری سے اپنا فرض نبھا کر بس انسپکٹر ہی رہنا چاہتا ہوں۔" انسپکٹر دین نے بیگم جان کی بات ٹھکرا دی۔
بیٹے۔ ہم پر رحم کرو۔ ورنہ ہمارے خاندان کی عزت خاک میں مل جائے گی۔" بیگم جان انسپکٹر کے پاؤں چھونے لگی۔
"بیگم ۔۔۔!" سیرو اپنی پوری قوت سے چلایا۔ اُس نے اپنی بیوی کو انسپکٹر کے پاؤں پر گرتے دیکھ کر گھسیٹ کے کھینچا اور دُور دیوار کے ایک کونے کی طرف پھینکا۔
انسپکٹر دین ابنِ سیرو کو ہتھکڑیوں میں باندھ کر کمرے سے باہر لے جانے لگا دوسرے سپاہی اُس کے ساتھ جانے لگے۔
"ٹھہرو" ۔۔ سیرو نے اُسے حکم دیا۔
غیر ارادی طور پر انسپکٹر دین کے قدم رُک گئے۔
"کیا تم نے تمام ثبوت جمع کئے ۔" سیرو نے اُسے کہا۔
"جی ہاں ۔۔" انسپکٹر دین نے جواب دیا۔
"انسپکٹر وہ آدمی میرے ہاتھوں کافی بڑی سزا بھگتے گا جس نے تمہیں پولیس میں بھرتی کیا ہے"
سیرو نے اُس سے کہا۔
"کیا مطلب ہے آپ کا سر ۔" انسپکٹر نے پوچھا۔
"اِدھر میرے پاس آؤ ۔" شیشے کی دیوار کے قریب کھڑے سیرو نے انسپکٹر سے کہا۔
انسپکٹر دین ابنِ سیرو کو دوسرے سپاہی کے حوالے کر کے خاموشی سے سیرو کے قریب آیا۔
"باہر کی طرف غور سے دیکھو ۔" سیرو نے شیشے کی دیوار میں سے باہر برف پر پڑی کالی شئے کی طرف اشارہ کر کے اُس سے کہا۔
انسپکٹر نے غور سے دیکھا وہاں اُسے سفید برف کی تہہ پر پڑی کالی کمبل نظر آئی اُسے ربڑ کے لمبے جوتے بھی نظر آئے جو ایک دوسرے سے دُور برف میں پڑے ہوئے تھے۔

Dr. Khwaja Farooq Renzu Shah Collection, Srinagar

CC-0. In Public Domain. Digitization by eGangotri

انسپکٹر فوٹو گرافر اور فنگر پرنٹ ایکسپرٹ کو اپنے ساتھ لے کر شاہ محل سے باہر نکل کر کمیل اور جوتوں کے فوٹو گراف اور فنگر پرنٹ لینے لگا۔ سب چیزوں کو اپنی تحویل میں لے کر انسپکٹر واپس کمرے میں داخل ہوا۔

" انسپکٹر اب تم سب سمجھ گئے ہوں گے اب شاید میرے بیٹے کو خون کے الزام میں گرفتار نہیں کر سکتے۔" سیرو نے انسپکٹر کو مرعوب کر کے اپنے بیٹے کو چھڑانے کی آخری کوشش کی۔

" نہیں میں ایسا نہیں کر سکتا۔ آپ کا بیٹا قاتل ہے اور میں اُسے اپنے ساتھ لے جا رہا ہوں۔ آپ اس بات کا یقین رکھیئے کہ جب تک یہ کیس میرے ہاتھ میں ہے۔ آپ کی طاقت سے مرعوب ہو کر آپ کے بیٹے کو چھوڑ نہیں سکتا۔" یہ کہہ کر انسپکٹر دین اپنے ساتھ ابن سیرو کو لے جانے لگا۔

" انسپکٹر۔ تم بہت بھولے ہو۔ ابھی تم ہمارے گیٹ کو پار کرنے والے ہی ہوں گے کہ تمہیں ہی یاسمین کے قتل کے سلسلے میں گرفتار کیا جائے گا۔" سیرو نے چلاتے ہوئے کہا۔

" مجھے۔ اور قتل کے کیس میں۔" انسپکٹر بوکھلانے لگا۔

" ہاں۔ تم نے میرے نوکر ستار کی مدد سے کسی عورت کی لاش میرے بیٹے کے کمرے میں رکھی تاکہ لوگوں کی نظروں میں میری اور میرے بیٹے کی ساکھ کم ہو جائے۔ یہ ایک سازش ہے۔" سیرو چلایا۔

" کیا کہہ رہے ہیں آپ۔" انسپکٹر دین بوکھلا کر کہنے لگا۔

" بیگم۔ پولیس کے ڈی جی کو فوراً اس انسپکٹر اور ستار کو گرفتار کرنے کے لیے کہہ دو۔" سیرو نے بیگم جان سے کہا۔

بیگم ٹیلی فون کے ڈائیل گھمانے لگی۔

Dr. Khwaja Farooq Renzu Shah Collection, Srinagar

CC-0. In Public Domain. Digitization by eGangotri

تیسرا باب

آج وادی سیرو کے قبضے میں تھی۔ سیرو نے اپنی آسیبی قوت سے ہر ایک شے کو اپنی مٹھی میں رکھا تھا۔ اُس کے اشارے کے بغیر کوئی پتہ اپنی جگہ سے ہل نہیں سکتا تھا۔ اُس کی حیثیت کسی مہاراجہ سے کم نہیں تھی جس طرح مہاراجہ کے محلوں میں عصمتیں لٹتی تھیں، خون ہوتے تھے، ظلم و ستم کی کہانیاں جنم لیتی تھیں۔ اسی طرح سیرو کے شاہی محل میں بھی دل ہلا دینے والے واقعات رونما ہوتے تھے۔ سیرو کے بیٹے نے یاسمین جیسی نہ جانے کتنی لڑکیوں کی عصمتیں لوٹ لی تھیں۔ پھر بھی سیرو اُسے اُسی شان و شوکت سے اپنے جاہ و جلال کا حاکم بنانا چاہتا تھا جس طرح مہاراجہ پرتاپ سنگھ نے اپنے بھائی امر سنگھ کے بیٹے ہری سنگھ کو بنایا۔ سیرو کی اپنی ایک تاریخ تھی۔ اپنا ایک مقام تھا۔ اور اپنی ایک قوت تھی۔ اُس کی تاریخ ایک ایسا معمہ تھی جس کے بارے میں کوئی واضح طور پر کچھ کہہ نہ سکا لیکن اُسے سمجھنے کے لیے تاریخ کے دریچوں سے جھانک کر مہاراجہ کے محلوں میں جھانکنا بہت ضروری ہے۔

سیرو نے آج ایک ایسی قوت حاصل کی تھی کہ اُس کے اشارے پر قانون کے محافظ ایک پولیس انسپکٹر کو اُس قتل کے جرم میں گرفتار کیا گیا جو قتل اُس کے ذہنی طور پر مفلوج بیٹے ابن سیرو نے کیا تھا۔ سیرو کے اشارے پر اُس کے بوڑھے نوکر ستار کو گرفتار کیا گیا جو بچپن سے اُس کے گھر کی خدمت میں مصروف تھا۔

ستار کی رگوں میں کس کا خون تھا اور سیرو کی رگوں میں کس کا خون تھا۔ اس کا اندازہ صرف تاریخ کی گہرائیوں میں ڈوب کر ہی لگایا جا سکتا ہے۔

Dr. Khwaja Farooq Renzu Shah Collection, Srinagar

CC-0. In Public Domain. Digitization by eGangotri

سیرو کو معلوم تھا کہ اُس کا بیٹا پرلے درجے کا نیچ، نکما نااہل اور عورت پرست شخص تھا لیکن اس کے باوجود سیرو کو اس بات کا یقین تھا کہ وہ اُس کے جاہ و جلال کو اچھی طرح سنبھالنے کے لائق بنے گا۔

سیرو اپنے بیٹے ابن سیرو کی وراثت سنبھالنے کا جشن بالکل اُسی شان و شوکت سے منانا چاہتا تھا جس شان و شوکت سے آج سے پچاسی ۸۵ برس پہلے ہری سنگھ کے جنم دن کی خوشیاں ساری وادی میں ۱۸۹۵ء کے دن منائی گئیں۔

ہمارے لئے بھی یہی موقعہ ہے کہ ہم ماضی کے دریچوں میں سے جھانک کر سیرو کے باپ شاہی خادم کے کردار کو سمجھ لیں، اُس کے اور مہاراجہ خاندان کے تعلقات کو سمجھ لیں ستار کے باپ عظیم کی عظمت کو سمجھ لیں اور واقعات کی ستم ظریفی کو سمجھ لیں جس نے شاہی خادم کے بیٹے کو وادی کا سیرو اور عظیم کے بیٹے کو معمولی نوکر بنا لیا۔

یہی موقعہ ہے کہ ہم غلامی کے دور کے اُس باب پر نگاہ ڈالیں جب مہاراجہ کا خاندان ہیں ڈاکوول کی طرح ٹوٹ رہا تھا۔

مہاراجہ ہری سنگھ نے مہاراجہ کے خاندان میں ۱۸۹۵ء کے دن جنم لیا۔ اُس وقت وادی کا حکمران مہاراجہ رنبیر سنگھ کا بیٹا مہاراجہ پرتاپ سنگھ تھا۔ ہندوستان کی فرنگی انگریز سرکار نے مہاراجہ پرتاپ سنگھ کو ناقابل اور نااہل قرار دیا تھا۔ اس سلسلے میں فرنگی سرکار کے وادی میں مقرر کردہ دوسرے ریذیڈنٹ پلاؤڈن نے انگریز سرکار کو مہاراجہ پرتاپ سنگھ کی نااہلیت اور وادی کے عوام پر اُس کے ظلم و ستم کے بارے میں ایک لمبا خط لکھا تھا۔ فرنگی سرکار نے اپنا تسلط قائم رکھنے کے لیے ایک مجلس تشکیل دی جس میں انگریز ریذیڈنٹ کے علاوہ مہاراجہ پرتاپ سنگھ کے بھائی راجہ امر سنگھ اور وادی کے دوسرے معزز شخصیات کو شامل کیا گیا تھا۔ مہاراجہ پرتاپ سنگھ کو ہر فیصلہ لیتے وقت اس مجلس کی منظوری لینے کے لیے کہا گیا تھا۔ اس مجلس کی تشکیل دینے کے چار سال بعد مہاراجہ خاندان میں راجہ امر سنگھ کا لڑکا ہری سنگھ پیدا ہوا۔ ہری سنگھ کا باپ امر سنگھ مہاراجہ پرتاپ سنگھ کا بھائی ہونے اور انگریز حکومت کا خاص آدمی ہونے کے ناطے کافی زیادہ طاقتور تھا۔ مہاراجہ پرتاپ سنگھ کا بھی اپنا کوئی بیٹا نہ تھا۔ اس لیے ہری سنگھ کے جنم کی خوشی سب کو تھی۔ مہاراجہ پرتاپ سنگھ اور اُس کے قریبی مشیر راجہ امر سنگھ نے ساری وادی میں جشن منانے کا اعلان کیا۔

جب کہ ساری وادی جشن منا رہی تھی احد جو ایک بھاری ہتھوڑا ہوا میں لہرا کر اُسے اپنی پوری قوت سے تپتے ہوئے لوہے پر مار رہا تھا۔ وہ ایک غریب لوہار تھا جو شہر کے مشہور اور پُررونق

Dr. Khwaja Farooq Renzu Shah Collection, Srinagar

CC-0. In Public Domain. Digitization by eGangotri

یاز ار مہاراج گنج کے ایک کوچے میں سڑک پر لوہے کے ہتھیار بناتا تھا۔ مہاراج گنج کا ایک لوہے کا بیوپاری شیام لال اُسے لوہا دیتا تھا۔ اور وہ دن بھر اُسے آگ میں تپا کر اور ہتھوڑے مار مار کر لوہے کے ہتھیار بنا کر انہیں شام کے وقت اُس بیوپاری کے حوالے کرتا تھا اُس کام کے لیے اُس کو یومیہ ایک آنہ ملتا تھا۔ صبح سے شام تک وہ لگاتار کام کرتا رہتا تھا۔ تھوڑی دیر کے لیے بھی وہ سستانے کے لیے بیٹھ نہیں سکتا تھا۔ اگر کبھی وہ تھک کر دم لینے کے لیے بیٹھ جاتا تھا تو وہ دکاندار اپنی دکان سے نیچے اُتر کر اُسے مارنے لگتا تھا۔ اس طرح وہ ڈر و خوف کے مارے سارا دن کولھو کی بیل کی طرح کام میں جتا رہتا تھا۔ شام کے وقت جب وہ تھکا ماندہ اپنے گھر پہنچتا تھا تو وہاں اُس کی بیمار بیوی اور چھوٹی ۲ دو سال کی بیٹی بھوکی پیاسی اُس کا انتظار کرتی رہتی تھی احد جو زینہ کدل کے بازار میں اُس ایک آنے سے تھوڑا چاول اور سبزی خرید کر گھر لاتا تھا۔ احد جو اور اُس کے گھر والوں نے کبھی پیٹ بھر کر کھانا نہیں کھایا۔ اُن کے کپڑے میلے کچیلے اور پھٹے ہوئے تھے۔ چھوٹی بیٹی بالکل ننگی رہتی تھی کیوں کہ وہ اُس کے پہننے کے لیے کوئی لباس مہیا نہ کر سکا تھا۔ احد جو کا خاندان ہمیشہ غربت اور قحط کا شکار رہتا تھا ۱۸۷۸ء کے قحط کے وقت جب مہاراجہ رنبیر سنگھ نے بھوک سے تڑپتے لوگوں کو شکاروں میں بھر کر جھیل وُلر میں ڈبویا تو اُن میں احد جو کے ماں باپ بھی شامل تھے۔ احد جو نے بچپن سے لوہے کو تپا تپا کر اپنے خون پسینے سے اپنے آپ کو پالا۔ دن رات جانور کی طرح کام کر کے بھی وہ اور اُس کا گھر بھوکا رہتا تھا۔ پچھلے کئی دنوں سے شیام لال لوہار نے احد جو کو یومیہ مزدوری نہیں دی تھی۔ وہ دن بھر خون پسینہ بہا کر خالی ہاتھ گھر آتا تھا اور اُس کی بیوی خاموش نظروں سے اُس کا استقبال کرتی تھی۔ چھوٹی بیٹی بھوک سے بلک بلک کر رونے لگتی تھی۔ اِن تین دنوں میں احد جو نے ساگ اُدھار پر لایا جو اُس کے گھر میں اُبال کر کھایا گیا لیکن خالی ساگ اُن کی بھوک مٹا نہ سکا۔ ہری سنگھ کے جنم دن پر بھی احد جو نے دن بھر ہتھوڑے مار مار کر لوہے کا سامان بنایا۔ شام کے وقت اُس نے سامان بیوپاری کے حوالے کیا لیکن جونہی اُس نے مزدوری حاصل کرنے کے لیے ہاتھ پھیلایا۔ تو شیام لال دکاندار نے ایک چھڑی اُٹھا کر اُسے خوب مارا۔

"حرام زادے کیا تم جانتے نہیں کہ آج مہاراجہ کے خاندان میں مہاراجہ پرتاپ سنگھ کے بھائی امر سنگھ لڑکا پیدا ہوا ہے آج جشن کا دن ہے اور تم اس موقعہ پر پیسہ مانگ رہے ہو۔" شیام لال نے کہا۔

"میری بیوی اور بیٹی کئی دنوں سے بھوکے ہیں۔" احد جو نے اُس سے کہا۔

"بھوکے ہیں تو مرنے دو۔ نئے ولی عہد کے جنم کی خوشی میں قربان ہو جائیں گے اور میں تمہیں بھی اس خوشی میں مارتا ہوں۔" شیام لال دوبارہ چھڑی سے احد جو کو مارنے لگا۔

مہاراج گنج کے دوسرے بیوپاری ایک غریب لوہار کے پٹنے کا نظارہ دیکھ کر خوب ہنسنے اور

Dr. Khwaja Farooq Renzu Shah Collection, Srinagar

CC-0. In Public Domain. Digitization by eGangotri

قہقہے لگانے لگے مستی کے عالم میں شیام لال نے احدجو کو خوب زدوکوب کیا۔ اس کا تمام جسم اس مار سے لہولہان ہوگیا وہ زور زور سے رونے لگا۔

اس کے رونے کی آوازیں سن کر دوسرے بیوپاری خوب لطف اندوز ہونے لگے۔ جب شیام لال احدجو کو مار مار کر کافی تھک گیا، اس نے احدجو سے کہا۔

"بھاگ یہاں سے۔ کل صبح سویرے آنا۔"

"لالہ جی۔ مجھے مزدوری دو۔ میری بیوی بچے بھوک سے مر جائیں گے ۔۔"

"پھر مزدوری مانگتا ہے۔ سور کی اولاد ۔۔" شیام لال دکاندار اُسے دوبارہ مارنے لگا۔

"بس کرو۔ لالہ جی۔ بس کرو۔ آج خوشی کا دن ہے۔ اس غریب پر رحم کر لو۔"

غفار موچی احدجو کو بچانے کے لیے آگے آیا۔

غفار موچی احدجو کا دوست تھا اور اس کے قریب ہی سڑک پر جوتے ٹھیک کرنے کا کام کرتا تھا۔ وہ احدجو کو اس دکاندار سے چھڑا کر دور لے گیا۔ اس طرح احدجو جیسے روز بھی دن بھر بھوکا پیاسا کام کرنے کے بعد خالی ہاتھ واپس آیا۔ آنسو بہاتے ہوئے وہ اپنے گھر پہنچا۔ راستے پر اس کی نظران چراغوں پر نہیں پڑی جو چاروں طرف جل رہے تھے۔

احدجو کو خالی ہاتھ آتے دیکھ کر اس کی بیوی کی آنکھوں میں اُمید کی روشنی بجھ گئی چھوٹی بچی رو رو کر اپنے آپ کو ہلکان کر رہی تھی۔

"یہ کیا ہوا ہے ۔۔؟" بیوی کی نظر اس کے لہولہان جسم پر پڑی۔

شیام لال سے مزدوری مانگی تھی اور اس نے اس جرم میں خوب مارا۔" احدجو نے بھرائی آواز میں کہا۔

احدجو کی بیوی یہ سن کر پھوٹ پھوٹ کر رونے لگی۔ وہ سب رونے لگے۔

وہ سب رو رہے تھے کہ باہر سے اعلانچی کی آواز گونجی۔

"اعلان ہے۔ فرمان ہے۔ عالی جناب مہاراجوں کے مہاراجہ پرتاپ سنگھ کا حکم ہے۔ مہاراجہ کے بھائی اور ریاست کے مشیر اعلیٰ راجہ امر سنگھ کا حکم ہے کہ آج امر سنگھ کے ہاں بیٹا جنم ہونے کی خوشی میں جشن منایا جائے۔ مہاراجہ پرتاپ سنگھ نے راجہ امر سنگھ کے بیٹے کا نام ہری سنگھ رکھا ہے اور اُسے اپنا جانشین مقرر کیا ہے۔"

وہ سب یہ آواز سن کر خاموش ہوگئے۔ یہ شاہی خادم کی آواز تھی۔ شاہی خادم کا اصل نام

Dr. Khwaja Farooq Renzu Shah Collection, Srinagar

CC-0. In Public Domain. Digitization by eGangotri

کیا تھا کوئی نہیں جانتا۔ سب اُسے شاہی خادم کے نام سے ہی جانتے تھے۔ وہ مہاراجہ کے خاص آدمیوں میں سے تھا۔ اُس کی ماں مہاراجہ رنبیر سنگھ کے محل میں ناچنے والی مشہور رقاصہ اور رنبیر سنگھ کے خوابگاہ کی سب سے چہیتی کنیز سردار شبنم تھی۔ رنبیر سنگھ اُسے پیار سے شاہی کنیز کہتا تھا۔ مہاراجہ کی اس کنیز کے ہاں ایک روز بیٹا پیدا ہوا۔ اور کنیز کے بیٹے کا نام شاہی خادم رکھا گیا۔ بڑا ہونے کے بعد اُسے پرتاپ سنگھ کے محل میں اعلانچی کی نوکری ملی۔

شاہی خادم اعلان کر رہا تھا۔

"مہاراجہ کا حکم ہے کہ آج سب لوگ اپنے مکانوں میں چراغاں کریں اور نئے ولی عہد اور مہاراجہ خاندان کے چشم و چراغ ہری سنگھ کی عمر درازی کے لیے دُعا کریں۔ سب جانتے ہیں کہ مہاراجہ پرتاپ سنگھ کے دادا محترم اور نئے ولی عہد کے پَردادا نے اس وادی کو ۷۵ لاکھ کے عوض خریدا ہے۔ یہاں کا ہر آدمی اس خاندان کا غلام ہے اور اگر کسی نے بھی مہاراجہ کے حکم کی خلاف ورزی کی تو اُسے عبرتناک سزا دی جائے گی۔"

احدجُو اور اُس کی بیوی نے بھی شاہی خاندان کا اعلان سُنا وہ ایک دوسرے کو عجیب نظروں کے ساتھ دیکھنے لگے ان کے گھر میں ایک سوکھے چراغ کے سوا کچھ نہیں تھا۔

جس گھر میں کھانے کے لیے کچھ نہ ہو وہاں ولی عہد کے جنم کی خوشی میں چراغوں کا انتظام کیسے کیا جا سکتا ہے۔

وہ دونوں سہمے سہمے شاہی خادم کے اعلان کو سُن رہے تھے۔

"اب کیا ہوگا۔" احدجُو کی بیوی نے بے بسی کے عالم میں اُس سے پوچھا۔

"کھانے کو اُبلا ساگ تک نہیں۔ چراغاں کے لیے پیسہ کہاں سے لائیں گے۔" احدجُو نے جواب دیا۔

"لیکن شاہی خادم کا اعلان۔!" احدجُو کی بیوی نے ڈرتے ڈرتے پوچھا۔

احدجُو نے سہمے سہمے انداز میں کھڑکی کھول کر باہر جھانکا۔

چاروں طرف چراغاں تھا۔ لوگ سہمے ہوئے اپنے ٹوٹے پھوٹے مکانوں میں دبکے بیٹھے تھے۔ شاہی خادم کا اعلان سُن کر سب لوگوں نے چراغوں کا انتظام فوراً کیا تھا۔ صرف احدجُو کا گھر چراغوں سے محروم اندھیروں میں گھرا تھا۔ اچانک شاہی خادم کی احدجُو پر نظر پڑی۔

"اے سُنتے نہیں ہو کہ میں نے کیا اعلان کیا۔" شاہی خادم نے احدجُو سے مخاطب ہو کر کہا۔

احدجُو نے ڈر کے مارے فوراً کھڑکی بند کر لی۔ وہ خوف سے تھر تھر کانپنے لگا۔

Dr. Khwaja Farooq Renzu Shah Collection, Srinagar

CC-0. In Public Domain. Digitization by eGangotri

"دروازہ کھولو۔ دروازہ کھولو۔" احد جو کے مکان کا باہری دروازہ کوئی زور زور سے کھٹکھٹانے لگا۔ یہ گرجدار آواز شاہی خادم کی آواز تھی۔ احد جو اور اُس کی بیوی اتنے خوفزدہ ہو گئے کہ کسی نے بھی دروازہ کھولنے کی جرأت نہیں کی چھوٹی لڑکی رونے لگی۔

شاہی خادم بہت دیر تک دروازہ کھٹکھٹاتا رہا جب کسی نے دروازہ نہیں کھولا تو شاہی خادم نے دروازہ توڑنے کا حکم دیا۔ احد جو کی جھونپڑی کا دروازہ ایک ہی دھکے میں ٹوٹ گیا اور مہاراجہ کے سپاہی موٹے ڈنڈے لے کر احد جو کے کمرے میں داخل ہوئے۔ شاہی خادم بھی اندر داخل ہوا۔

"تم نے مہاراجہ کا حکم ماننے سے انکار کیا ہے حرام خور تمہیں اس کی عبرتناک سزا ملے گی ——" شاہی خادم نے غصّے میں کہا۔

"میں نے جان بوجھ کر ایسا نہیں کیا بلکہ میں غریب ہوں۔ کھانے کے لیے پیسے نہیں۔ چراغ کہاں سے لاؤں ——" احد جو نے اپنی صفائی دینی چاہی۔

"خاموش۔ کم بخت شاہی خادم کے ساتھ زبان لڑاتا ہے ——" شاہی خادم نے احد جو کو ڈانٹا۔ پھر وہ سپاہیوں سے مخاطب ہو کر کہنے لگا۔

"سپاہیو۔ اس آدمی کو اتنا مارو کہ اس کی ہڈیاں ٹوٹ جائیں اور وہ آئندہ مہاراجہ کے کسی وفادار کے سامنے بولنے کی دوبارہ جرأت نہ کر سکے۔ اس کے جسم سے میلے کچیلے کپڑے اتار کر ان کو ولی عہد کے جنم کی خوشی میں جلا دو ——" شاہی خادم نے حکم دیا۔

حکم کی تعمیل کی گئی احد جو کو اُس کے گھر میں اُس کی بیوی بچّوں کے سامنے برہنہ کیا گیا اور اُس کے کپڑوں کو جلایا گیا۔ پھر اُس کے ننگے جسم پر ڈنڈوں کی بارش برسائی گئی۔ درد سے وہ چلّانے لگا۔

"نہیں۔ اسے مت مارو ——" احد جو کی بیمار بیوی اپنے شوہر کو بچانے کے لیے آگے بڑھی۔ اُس کے سر پر بھی زور سے ایک ڈنڈا مارا گیا۔ احد جو اُس کی بیوی اور چھوٹی بیٹی دھاڑیں مار کر رونے لگے۔

محلّے والے احد جو کے گھر سے اُبھرنے والی چیخیں سُن رہے تھے لیکن کسی نے اُن کے پاس آنے کی جرأت نہیں کی۔ مہاراجہ کے سپاہیوں کا خوف کچھ اس طرح اُن کے ذہنوں پر طاری تھا کہ وہ اُن کی مزاحمت کرنے کے بارے میں سوچ بھی نہیں سکتے تھے۔

اب سپاہی احد جو کے ساتھ ساتھ اُس کی بیوی کو بھی مارنے لگے۔ دونوں بہت دیر چلّاتے

Dr. Khwaja Farooq Renzu Shah Collection, Srinagar

CC-0. In Public Domain. Digitization by eGangotri

کے بعد ایک ساتھ لرزہ خیز چیخیں مار کر خاموش ہوگئے۔

احد جو اور اُس کی بیوی کی آخری نگاہیں شاہی خادم پر جم گئیں۔ ان نگاہوں میں کوئی ایسی چمک تھی کہ چند لمحوں کے لیے شاہی خادم بھی ڈر گیا۔ اُس نے جلد ہی اپنے سپاہیوں کو چلے جانے کا حکم دیا جب سپاہی احد جو کے کمرے سے باہر جانے لگے۔ احد جو کی بچی نے رونا شروع کیا۔ کم سن معصوم بچی کے رونے کی آواز سُن کر شاہی خادم رُک گیا۔ اُس نے احد جو اور اُس کی بیوی کی لاشوں کی طرف دوبارہ دیکھا پھر اُس کی نظر چھوٹی روتی بلکتی بچی پر پڑی اُس نے کچھ سوچا پھر ایک سپاہی کو واپس کمرے میں بلا کر اُس بچی کو اُٹھا کر شاہی خادم کے گھر پہنچانے کا حکم دیا۔

Dr. Khwaja Farooq Renzu Shah Collection, Srinagar

CC-0. In Public Domain. Digitization by eGangotri

چوتھا باب

مہاراجہ پرتاپ سنگھ شاہی کرسی پر بیٹھا تھا۔ اُس کے پاس ہی راجہ امر سنگھ کرسی پر بیٹھا تھا۔ فرنگی سرکار کی طرف سے تشکیل دی گئی مشاورتی مجلس کے اہم رکن راجہ رام سنگھ، پنڈت شرج کول اور پنڈت بھاگ رام بھی دربار میں موجود تھے۔ مہاراجہ پرتاپ سنگھ اور راجہ امر سنگھ کے سروں پر پگڑیاں بندھی تھیں جن پر ہیرے اور موتی جڑے ہوئے تھے۔ انہوں نے پارچے کے زرق برق اچکنیں پہنے تھے۔ بیش قیمت موتیوں کی مالائیں اُن کے گلے میں چمک رہی تھیں، اُن دونوں کی شخصیتیں دربار میں کافی دلکش لگ رہی تھیں۔

مہاراجہ پرتاپ سنگھ کے محل میں راجہ امر سنگھ کے بیٹے ہونے کی خوشی میں جشن منایا جا رہا تھا۔ حسین کنیزیں دربار میں رقصاں تھیں اور صوفیانہ موسیقی کی محفلیں سجی ہوئی تھیں۔ سنتور کی تال پر مہاراجہ کا محل جھوم رہا تھا۔ سب کے چہروں پر شادمانی اور خوشی کی لکیریں عیاں تھیں۔ پرتاپ سنگھ مہاراجہ رنبیر سنگھ کا بڑا بیٹا تھا اور امر سنگھ چھوٹا بیٹا۔ جب رنبیر سنگھ ایک قابل شرم بیماری سے مرگیا۔ اُس وقت پرتاپ سنگھ کی عمر پینتیس ۳۵ سال تھی۔ اُس نے اپنے باپ کا تخت سنبھالا لیکن مہاراجہ بننے کے دس سال بعد بھی اُس کا کوئی لڑکا پیدا نہیں ہوا جس کو ولی عہد بنایا جاسکے نہ ہی اُس کے چھوٹے بھائی امر سنگھ کے ہاں کوئی اولاد پیدا ہو رہی تھی۔ ان دونوں بھائیوں کو ڈر تھا کہ کہیں اُن کے مرنے کے بعد مہاراجہ گلاب سنگھ کی نسل ہمیشہ کے لیے ختم نہ ہو جائے اور یہ وادی جس کو اُن کے دادا نے ۷۵ لاکھ کے عوض خریدا تھا، غیروں کے ہاتھوں چلی جائے۔ جب امر سنگھ کے ہاں اچانک لڑکا پیدا ہوا تو وہ دونوں خوشی سے جھوم اُٹھے۔ مہاراجہ پرتاپ سنگھ نے

Dr. Khwaja Farooq Renzu Shah Collection, Srinagar

CC-0. In Public Domain. Digitization by eGangotri

اس کا نام ہری سنگھ رکھا اور اُسے اپنا ولی عہد مقرر کیا۔ ہری سنگھ کا جنم مہاراجہ کے دربار میں خوشیوں اور مسرتوں کا عالم لے کر آیا۔ مہاراجہ کے دربار میں موجود ہر چہرہ مسکرا رہا تھا اور چاروں طرف قہقہوں کی بازگشت سنائی دے رہی تھی۔

ابھی مستی کے عالم میں شاہی خادم مہاراجہ کے دربار میں داخل ہوا۔ وہ مؤدبانہ انداز میں ایک کونے میں کھڑا ہو گیا۔

مہاراجہ پرتاپ سنگھ کی نظر اچانک شاہی خادم پر پڑی۔

"شاہی خادم شہر کا کیا حال ہے ۔ ؟" مہاراجہ نے شاہی خادم سے مخاطب ہو کر پوچھا۔

"حضور مجھ جیسی ناچیز کی کیا مجال کہ حضور کے سامنے اس خوشی کے موقعہ پر اپنی ناقص اور گندی زبان کھولوں آپ کے دربار میں یہ حال سُنانے کے لیے فرہنگی ریذیڈنٹ مشاورتی مجلس کے ممبران اور دوسری بڑی بڑی ہستیاں موجود ہیں۔" شاہی خادم نے اپنی حیثیت کے مطابق جواب دیا۔

"آج ہم تمہارے مُنہ سے شہر کا حال سُننا چاہتے ہیں۔" راجہ امر سنگھ نے کہا۔

"حضور آج ساری وادی دُلہن کی طرح سجی ہوئی ہے۔ آپ کے ملک میں آج چاروں طرف شادمانی اور خوشیوں کا راج ہے۔ لوگ ولی عہد کے جنم پر مہاراجہ پرتاپ سنگھ، راجہ امر سنگھ اور ننھے راجہ ہری سنگھ کی عمر درازی کی دعائیں کرتے ہیں جس مکان پر نظر اٹھتی ہے وہ چراغاں ہے، جس گلی کوچے کی طرف دیکھتے ہیں وہ پُر نور ہے۔ عورتیں جوق در جوق، سڑکوں پر نکل کر رؤف گا رہی ہیں اور مرد بھانڈ جشن کر رہے ہیں۔ ہر راستہ جھنڈیوں اور ڈیوڑھیوں سے سجا ہے۔ میں شہر کی گلی گلی اور چپے چپے میں گھوما اور ہر جگہ راجہ ہری سنگھ کے جنم کا پیغام سُنایا۔ لوگوں نے یہ خبر سُن کر مسرت سے میرا ماتھا چوما۔ ہم پر ہر جگہ شیرینی اور پھول نچھاور کئے گئے ۔" شاہی خادم نے اپنی مخصوص زبان میں مہاراجہ پرتاپ سنگھ اور راجہ امر سنگھ کو شہر کا حال سنایا۔

"ہم آپ سے بہت خوش ہیں۔ شاہی خادم" مہاراجہ پرتاپ سنگھ نے جواب دیا۔

"اس خوشی کے موقعہ پر ایک عرض ہے حضور ۔" شاہی خادم نے مؤدبانہ انداز میں کہا۔

"فوراً بیان کرو ۔" مہاراجہ نے حکم دیا۔

"حضور زبرون پہاڑ کے دامن میں چشمہ شاہی کے قریب ہزاروں کنال اراضی ویران پڑی ہے حضور اگر خود جا کر دیکھیں تو اُس جگہ کی خوبصورتی کی داد دیں گے۔ آج کے مُبارک دن ہری سنگھ نے جنم لیا اور میں چاہتا ہوں کہ آج ہی آپ وہ زمین اُس کے نام کر کے وہاں پر ایک مہمان خانہ بنانے کا حکم دیں ۔" شاہی خادم نے کہا۔

Dr. Khwaja Farooq Renzu Shah Collection, Srinagar

CC-0. In Public Domain. Digitization by eGangotri

مہاراجہ پرتاپ سنگھ اور راجہ امر سنگھ شاہی خادم کی بات سن کر بہت خوش ہوئے۔

"ہمیں منظور ہے۔ ہم فوراً وہ جگہ اپنے چشم و چراغ ہری سنگھ کے نام مقرر کر کے وہاں ہری نواس تعمیر کرنے کا اعلان کرتے ہیں۔" مہاراجہ پرتاپ سنگھ نے فوراً کہا۔

Dr. Khwaja Farooq Renzu Shah Collection, Srinagar

CC-0. In Public Domain. Digitization by eGangotri

پانچواں باب

احدجُو کی جھونپڑی کے باہر بہت سارے لوگ جمع ہو چکے تھے۔ سب کی آنکھیں بھیگی ہوئی تھیں۔ اور ہر چہرے پر غصّے اور نفرت کے آثار نمودار تھے۔

"مہاراجہ پرتاپ سنگھ ظالم ہے۔"

"وہ خونی ہے۔"

"وہ اور اُس کے سپاہی ہمارے دشمن ہیں۔!"

"شاہی خادم مہاراجہ کے محل کا پاگل کتا ہے۔"

"رنبیر سنگھ کی کنیز کا حرامی خون اپنا رنگ دکھا رہا ہے۔"

جھونپڑی کے باہر جمع لوگ غصّے میں چیخ رہے تھے۔ اسی دَوران میلے کچیلے کپڑے پہنا ایک ...ط آدمی وہاں آیا۔ اُس کے چہرے پر کھُردری داڑھی جمع تھی۔ ناک حد سے زیادہ موٹی اور باہر ...لی تھی۔ اُس نے لمبا پھرن پہنا تھا جو جگہ جگہ پھٹا ہوا تھا اور جس پر کیچڑ اور غلاظت کے بھدے داغ ...ایاں تھے۔ وہ آدمی ایک سبزی باغ میں باغبانی کا کام کرتا تھا۔ وہ اِس باغ سے ساگ کے پتے چرا چرا ...زینہ کدل کے بازار میں بیچتا تھا، وہ آدمی احدجُو کی جھونپڑی کے اندر جانے لگا۔

ایک آدمی نے اُسے روکا۔

"کہاں جا رہے ہو؟"

"احدجُو نے مجھ سے ساگ اُدھار لیا ہے اُس سے پیسے وصول کرنا ہے۔" سبزی والے نے کہا۔

Dr. Khwaja Farooq Renzu Shah Collection, Srinagar

CC-0. In Public Domain. Digitization by eGangotri

"کیا تمہیں نہیں معلوم کہ مہاراجہ کے پالتو کتوں نے اُسے اور اُس کی بیوی کو مار ڈالا۔" کسی نے اُسے کہا۔

"ہائے اب کیا ہوگا۔ اب میرے پیسے مجھے کون دے گا میرے دو آنے ڈوب گئے۔ اب میں کیا کروں گا۔" سبزی والا دھاڑیں مار مار کر رونے لگا۔

وہ سبزی والا واحد آدمی تھا جو احد جو اور اُس کی بیوی کے مرنے پر پھوٹ پھوٹ کر رو رہا تھا۔

"شاہی خادم آگیا۔" اچانک کسی نے آواز دی۔

یہ سُن کر احد جو کی جھونپڑی کے باہر جمع لوگ افراتفری کے عالم میں بھاگ گئے۔ پل بھر میں وہ جگہ خالی ہوگئی۔ صرف سبزی والا سڑک کے بیچ بیٹھا زاروقطار رو رہا تھا۔

شاہی خادم وہاں پہنچا اور اُس نے سبزی والے کو دیکھا۔

"اے گندے آدمی تم یہاں بیٹھ کر کیوں رو رہے ہو۔" شاہی خادم نے اُس سے پوچھا۔

"حضور آپ پر میرے بچے اور بچوں کے بچے قربان ہو جائیں میں بہت بڑی مصیبت میں پھنس گیا ہوں۔ میں نے احد جو کو ساگ اُدھار دیا تھا اور اب وہ کم بخت اور اس کی بیوی مر گئی ہے۔ میں وہ پیسے کس سے حاصل کروں۔ حضور! آپ بڑے آدمی ہیں۔ آپ میرے پیسے دلوائیے۔ سارا شہر آپ کا نام سُن کر تھرا جاتا ہے۔ آپ کے اشارے پر احد جو کی لاش بھی اپنا قرضہ چکائے گی۔" سبزی والا شاہی خادم کے پیروں پر گر کر گڑگڑانے لگا۔

شاہی خادم سبزی والے کے مُنہ سے اپنی تعریفیں سُن کر خوش ہوگیا۔

"کوئی بات نہیں۔ میں تمہاری مشکل آسان کرتا ہوں۔" شاہی خادم نے کہا۔

"حضور آپ میرے باپ ہیں۔ میرے پیسے دلوائیے۔"

سبزی والا ابھی تک اُس کے پیروں پر گر کر گڑگڑا رہا تھا۔

"جاؤ۔ میں احد جو کی جھونپڑی تمہارے حوالے کرتا ہوں۔ تم بھی کیا یاد کرو گے۔" شاہی خادم نے سبزی والے سے کہا۔

"حضور۔! آپ شاہی خادم نہیں بلکہ شاہ ہیں شاہ۔ میں ساری عمر آپ کا شکور رہوں گا۔"

سبزی والا خوشی سے جھومنے لگا۔ اُس نے سوچا بھی نہیں تھا کہ چوری ساگ کے چند پتوں کے عوض اُسے ایک جھونپڑی ملے گی۔

"جاؤ۔ فوراً جھونپڑی کے اندر اس پر قبضہ کر لو۔ اگر کسی نے روکنے کی کوشش کی تو میرے پاس آنا۔" شاہی خادم نے اُس سے کہا۔

Dr. Khwaja Farooq Renzu Shah Collection, Srinagar

CC-0. In Public Domain. Digitization by eGangotri

"حضور۔! آپ کی اجازت کے بغیر کسی دوسرے کی کیا مجال کہ مجھ سے جھونپڑی کا قبضہ چھین لئے۔ آپ نے مجھ غلیظ آدمی کو مالک بنایا حضور مالک میں ساری عمر آپ کا غلام رہوں گا۔" بنسری والے نے شاہی خادم سے کہا۔

ٹھیک ہے۔ ٹھیک ہے۔ جاؤ جھونپڑی کے اندر جاؤ۔ یہ کہہ کر شاہی خادم وہاں سے چلا گیا۔

Dr. Khwaja Farooq Renzu Shah Collection, Srinagar

CC-0. In Public Domain. Digitization by eGangotri

چھٹا باب

وقت تیزی سے گزرنے لگا۔ ولی عہد ہری سنگھ جوان ہونے لگا۔ مہاراجہ پرتاپ سنگھ مر گیا اور ہری سنگھ نے مہاراجہ کا تخت سنبھالا۔ راج تلک پر لاکھوں روپے خرچ ہو گئے۔ بدنصیب وادی غلامی کی زنجیروں میں بندھی نئے مہاراجہ کا جاہ و جلال دیکھ رہی تھی۔

جہلم خاموشی سے بہہ رہا تھا۔ کوئی آواز نہ تھی کوئی شور نہ تھا۔ وہ نوجوان جہلم کے کنارے گم سم بیٹھا اس خاموش بہتے جہلم کو ٹکٹکی باندھے دیکھ رہا تھا۔ اُسے ایسا محسوس ہو رہا تھا جیسے جہلم کی تمام شرارتیں اور سرمستیاں کافور ہو چکی ہیں جیسے جہلم کو صدیوں کی غلامی کا احساس ہو چکا ہو۔

سورج آہستہ آہستہ ڈوب رہا تھا۔ مہاراجہ ہری سنگھ کے راج تلک کا جشن آہستہ آہستہ اختتام پذیر ہو رہی تھی۔ ڈوبتے سورج کی سنہری شاعیں جہلم کی خاموش سطح پر بکھر کر ایک سنہرا دلکش رنگ برنگا سماں پیدا کر رہی تھی۔

وہ نوجوان تیس (۳۰) سال کی عمر کا ایک خوبرو اور سجیلا شخص تھا۔ اُس کے بال گھونگر والے اور قد لمبا تھا۔ اُس کی آنکھوں میں ذہانت اور ایمانداری کا خزانہ بھرا ہوا تھا اور چہرے پر متانت کی جھلکیاں صاف نظر آ رہی تھیں، اُس نے سفید رنگ کی قمیص اور پاجامہ پہن رکھا تھا۔ وہ کافی دیر سے جہلم کے کنارے بیٹھا جہلم کی خاموش روانی کو تک رہا تھا۔ اگرچہ اُس کی شخصیت باہر سے خاموش تھی لیکن اُس کے وجود کے اندر جوالا مکھی کا لاوا اُبل رہا تھا۔ وہ اندر ہی اندر اس لاوا کی تپش سے جل رہا تھا۔

Dr. Khwaja Farooq Renzu Shah Collection, Srinagar

CC-0. In Public Domain. Digitization by eGangotri

اُس نوجوان کا نام تھا عظیم احمد۔ اُس کی پیدائش ایک غریب گھرانے میں ہوئی تھی۔ اُس کا باپ نقش نگاری کے کام میں ماہر تھا۔ وہ اور عظیم کی ماں دن رات مختلف چیزوں پر نقش نگاری کرتے رہتے تھے لیکن پھر بھی اُن کے عیال کو پیٹ بھر کے کھانے کو نہیں ملتا تھا۔ عظیم ان کے آنگن کا ایک ہی پھول تھا۔ انہوں نے اپنی غربت کے باوجود اس پھول کو تعلیم کی خوشبو سے لبریز کرنے کی قسم کھائی تھی۔ انہوں نے عظیم کو ایک ایسے سکول میں پڑھانے کے لیے بھیجا جو انگریزی ریذیڈنٹ کے قریبی ساتھی نے عیسائی مشنری کے نام پر شہر میں کھولا تھا۔ اس سکول میں وادی کے بچوں کی تعداد بہت ہی کم تھی کیونکہ لوگ غربت کی وجہ سے اپنے بچوں کو اس سکول میں تعلیم حاصل کرنے کے لیے نہیں بھیجتے تھے انہیں یہ بھی شک تھا کہ عیسائی ماسٹر اُن کے بچوں کو اپنے آبائی مذہب سے بیگانہ بنا دیں گے۔ ممکن ہے کہ عیسائی ماسٹروں کا مقصد یہی رہا ہو لیکن جن بچوں نے وہاں تعلیم حاصل کی تھی کسی نے بڑا ہو کر اپنے مذہب کو تبدیل نہیں کیا۔

عظیم وادی کے غریب گھرانے کا واحد بچہ تھا جس نے اس سکول میں پڑھنا شروع کیا۔ اُس وقت اُس کی عمر صرف چھ سال کی تھی جب اُس نے مشنری سکول میں داخلہ لیا۔ ابھی عظیم کو سکول جاتے ہوئے دس بارہ دن ہی ہوئے تھے کہ سارے شہر میں عظیم کے سکول جانے کی خبر جنگل کی آگ کی طرح پھیل گئی محلے والے عظیم کے ماں باپ کے گھر کے باہر جمع ہو کر اُسے لعنت ملامت کرنے لگے۔

"انہوں نے اپنا مذہب بیچ دیا ہے" لوگ کہتے تھے۔

محلے والوں نے عظیم کے باپ کے خلاف ترک موالات کیا۔ جب وہ اپنے گھر سے باہر نکلتا تھا تو اُس کے تمام جان پہچان والے اُسے دیکھ کر دوسری طرف منہ پھیر لیتے تھے لیکن عظیم کے والدین اس سے گھبراتے نہیں۔ انہیں یقین تھا کہ اُن کا بیٹا پڑھ کر ایک عظیم آدمی بن جائے گا۔ اس لیے اُس کا نام بھی انہوں نے عظیم رکھا تھا۔ رفتہ رفتہ جب عظیم کا شعور بالیدہ ہوا۔ وہ سمجھ گیا کہ محلے والے اُس کے ماں باپ کے خلاف ہو گئے ہیں۔ اُن پر طعنے کس رہے ہیں۔ اس لئے ایک دن اُس نے خود ہی باپ سے سکول چھوڑنے کی درخواست کی لیکن باپ نے اُسے تعلیم کی اہمیت سمجھائی۔

عظیم کے سکول بھیجنے پر لوگوں نے عظیم کے باپ کو کام دینا بند کر دیا۔ غربت، فاقے، بھوک، بیماری اور لوگوں کے طعنے اُن کو ستانے لگے۔ یہ سلسلہ چھ سال تک چلتا رہا لیکن عظیم کے باپ نے ہمت نہیں ہاری۔ اُس نے سب کچھ برداشت کیا لیکن عظیم کی تعلیم جاری رکھی۔ گھر میں عظیم کو قرآن مجید کی تعلیم دی جاتی تھی اور وہ اپنے ماں باپ کی طرح نماز کا پابند رہا۔ سکول کی اعلیٰ تعلیم اور گھر کے ماحول سے عظیم نے اچھے آداب و اخلاق سیکھے اور تمام محلے والوں کا دل موہ لیا۔ وہ دوبارہ عظیم کے گھر آنے

Dr. Khwaja Farooq Renzu Shah Collection, Srinagar

CC-0. In Public Domain. Digitization by eGangotri

جانے لگے۔ سب عظیم کی تعریفیں کرتے۔ عظیم ہمیشہ کسی گہری سوچ میں ڈوبا رہتا تھا۔ وہ دوسرے بچوں سے مختلف تھا اور اس میں قوم پرستی اور انسان دوستی کا جذبہ کوٹ کوٹ کر بھرا ہوا تھا۔

لیکن ایک واقعہ عظیم کو اب تک یاد تھا۔ اس وقت عظیم کی عمر ابھی سولہ ۱۶ برس کی تھی اور وہ سکول سے گھر واپس آرہا تھا۔ راستے میں اس نے ایک اندھے شخص کو دیکھا جو راستہ پار کرنا چاہتا تھا۔ عظیم نے انسانیت اور ہمدردی کے ناطے آگے بڑھ کر اس اندھے کو سہارا دیا۔ اندھے شخص کے منہ سے عظیم کے لیے ہزاروں دعائیں نکلیں۔ راستے کے ایک موڑ سے مہاراجہ کے چند سپاہی مستی میں باتیں کرتے ہوئے، ہنستے ہوئے اور قہقہے مارتے ہوئے آرہے تھے۔ اندھے شخص کے قریب پہنچ کر شراب میں دھت ایک سپاہی نے ڈنڈا اوپر اٹھا کر اندھے شخص کے پیٹھ پر مارا۔ ایک چیخ مار کر اندھا شخص زمین پر گر گیا۔ عظیم حیران رہ گیا۔ وہ یہ سمجھ نہیں سکا کہ اس سپاہی نے اندھے کو کیوں مارا۔ وہ سپاہی مستی کے عالم میں دوسرے سپاہیوں کے ساتھ آگے بڑھا۔ یہ سپاہیوں کا معمول بن چکا تھا کہ راستے میں اگر کوئی شخص گذر رہا ہو تو وہ ڈنڈے سے اسے مارتے تھے جس طرح بلی کا راستہ کاٹنا منحوس سمجھا جاتا تھا۔ اسی طرح مہاراجہ کے سپاہی غلام کا راستہ کاٹنا بھی اپنی شان کے خلاف سمجھتے تھے۔ اندھے شخص کو مار کر وہ سپاہی اس طرح جارہے تھے جیسے کچھ ہوا ہی نہیں۔

لیکن عظیم کے لیے یہ ایک بہت بری بات تھی۔ اس کی غیرت تلملا اٹھی۔ اس کا سارا وجود جلنے لگا۔ جیسے کسی نے اسے جلتے ہوئے انگاروں پر پھینک دیا ہو۔ بجلی کی سی تیزی سے اس نے جھپٹ کر اس سپاہی کا گریباں پیچھے سے پکڑ لیا جس نے بے گناہ اندھے شخص کو بلاوجہ ڈنڈے سے مارا تھا۔ وہ سپاہی نشہ کی حالت میں زمین پر گرا پڑا۔ عظیم نے اس کے ہاتھ سے ڈنڈا چھین کر اسے بے تحاشا مارنا شروع کیا۔

"کیوں مارا اس اندھے شخص کو؟ بولو! کمینے۔ ذلیل۔ کیا بگاڑا تھا اس نے تمہارا۔"

عظیم غصے میں کانپتے ہوئے اس سپاہی کو مارنے لگا۔ دوسرے سپاہی پہلے واقعہ کو پوری طرح سمجھ نہ پائے۔ پھر جب وہ سمجھ گئے کہ غلام وادی کا ایک لڑکا ان کے سپاہی کو اسی کے ڈنڈے سے مار رہا تھا تو وہ اپنے ساتھی کو بچانے کے لیے آگے بڑھے۔ ایک ہٹے کٹے سپاہی نے عظیم کے منہ پر ایک بھرپور گھونسہ مارا اور اسے دور زمین پر گرا دیا۔

اب سب سپاہیوں کو غصہ آگیا۔ غصے میں وہ قریب ہی زمین پر پڑے کراہتے ہوئے اندھے شخص کو دوبارہ مارنے لگے۔ وہ اندھا شخص چیختا رہا۔ چلاتا رہا لیکن ان سپاہیوں کے دلوں میں

Dr. Khwaja Farooq Renzu Shah Collection, Srinagar

CC-0. In Public Domain. Digitization by eGangotri

رحم کا کوئی جذبہ نہیں تھا۔ وہ اُسے لگاتار مارتے رہے۔

عظیم کو ایک سپاہی نے رسیوں سے باندھ دیا۔

"یہ اِس وادی کا پہلا باغی ہے اس کو ہم اِس کے خاندان سمیت مٹا دیں گے۔" سپاہیوں کے سردار نے کہا۔

عظیم نے کچھ نہیں کہا۔ وہ خاموشی سے سب کچھ دیکھنے لگا۔ اُس کے مُنہ سے خون بہہ رہا تھا۔ اُس کے مُنہ پر ایک زوردار گھونسہ پڑنے سے اُس کا مُنہ پھٹ چکا تھا اور خون پانی کی طرح بہہ رہا تھا۔ سپاہی اُسے رسیوں میں باندھ رہے تھے۔ عظیم کو اپنی کوئی فکر نہیں تھی لیکن بوڑھے اندھے کو جس بے دردی سے وہ مار رہے تھے وہ اُس کی برداشت سے باہر تھا۔

اندھا شخص مدد کے لیے چیخ رہا تھا۔ عظیم رسیاں توڑ کر اُس اندھے کے قریب جاکر اُس کی مدد کرنا چاہتا تھا لیکن وہ اپنے آپ کو چھڑا نہ سکا۔ وہ خاموشی سے اندھے کے پٹنے کا تماشہ دیکھ رہا تھا۔

ایک زوردار ڈنڈا ہوا میں لہرایا اور اندھے کے سر پر پڑا۔ خون کا فوارہ چھوٹ گیا۔

آہ ـــــ ! ـــــ" یہ اِس اندھے شخص کی آخری چیخ تھی۔

ہا، ہا۔ ہا ـــ" مہاراجہ کے سپاہی اپنی طاقت کی جیت پر قہقہے لگانے لگے۔

"مر گیا ـــ حرام زادہ ـــ!" ایک سپاہی نے نفرت سے زمین پر تھوکا۔

اندھے شخص کا اندھا خون راستہ ٹٹول ٹٹول کر بہنے لگا اور پھر خاک میں مِل کر غائب ہوگیا۔

عظیم نے دیکھا کہ اندھے کی بے نور آنکھیں کھُلی ہوئی تھیں جیسے وہ مرنے کے بعد اپنے خون کو خاک میں ملتا ہوا دیکھ رہا ہو۔ اُس کی مردہ آنکھوں میں مرنے کے بعد ایک نئی چمک اُبھری جیسے وہ سب کچھ دیکھنے کے قابل ہو چکا تھا۔

عظیم کو پہلی بار اُس چمک میں روشنی کا ایک ٹھاٹھیں مارتا ہوا سمندر دکھائی دینے لگا۔ روشنی کی اِس دُنیا میں عظیم نے اپنی قوم کی غلامی دیکھ لی۔

گھسیٹ کر لے آؤ اِس کتے کے پلے کو۔ ہم اِس کے خاندان کا پتہ لگائیں گے۔" سپاہیوں کے سردار نے کہا۔

سپاہی عظیم کو گھسیٹ کر کھینچنے لگے۔ عظیم کا سارا جسم چھلنی ہوگیا لیکن اُس کی زبان سے آہ بھی نہ نکلی۔ سپاہیوں نے عظیم کے گھر کا پتہ معلوم کیا اور عظیم کو اِس طرح گھسیٹتے ہوئے اُس کے گھر کے قریب پہنچ گئے۔ محلے والے ڈر اور خوف سے گھروں کے اندر چھپ گئے۔ اُن سب کو عظیم سے پیار تھا لیکن وہ اُس

Dr. Khwaja Farooq Renzu`Shah Collection, Srinagar

CC-0. In Public Domain. Digitization by eGangotri

کی مدد کرنے سے قاصر تھے۔ صدیوں کی غلامی نے اُن کے بغاوت کے جذبے کو مفلوج کر دیا تھا۔

چند سپاہیوں نے عظیم کے گھر کے اندر داخل ہو کر اُس کے باپ کو باہر نکالا۔ اپنے باپ کو سپاہیوں کے چنگل میں دیکھ کر عظیم چلا اُٹھا۔

"میرے باپ کو چھوڑ دو۔ کمینو۔ اس نے تمہارا کیا بگاڑا ہے۔ تمہیں جو کچھ کرنا ہے مجھ سے کرو۔" عظیم اُن سے کہنے لگا۔

تمام محلے پر خاموشی کا راج تھا۔ لوگ گھروں میں خوف کے مارے دبکے بیٹھے تھے۔ انہوں نے اپنے گھروں کی کھڑکیاں بھی بند کر لی تھیں اب وہ کھڑکیوں اور دروازوں کے اوٹ سے باہر کا دردناک منظر دیکھ رہے تھے۔

سپاہی عظیم کے باپ کو مارنے لگے۔

"کیوں تم میرے بے قصور باپ کو مار رہے ہو۔ کیا بگاڑا ہے اس نے تمہارا۔" عظیم اُن سپاہیوں سے پوچھنے لگا۔

" اس نے ایک باغی کو جنم دیا۔ یہ غلاموں کی وادی ہے اور یہاں کا ہر باشندہ غلام ہے۔ غلاموں کی اس وادی کو مہاراجہ پرتاپ سنگھ کے دادا مہاراجہ گلاب سنگھ نے ۷۵ لاکھ روپے کے عوض خریدا ہے یہاں جو بھی آواز اُبھرے گی ہم اُس کو دبائیں گے۔ جس غلام کی آنکھیں اُوپر اُٹھیں گی ہم انہیں پھوڑ دیں گے۔ تم نے مہاراجہ کے سپاہی پر ہاتھ اُٹھایا۔ اس کی سزا نہ صرف تمہیں بلکہ تمہارے باپ کو بھی ملے گی تمہیں مٹانے سے پہلے ہم اس شخص کو مٹائیں گے جس کا خون تمہاری رگوں میں دوڑ رہا ہے۔" سپاہیوں کے سردار نے اُس سے کہا۔

" تم جس وادی کو غلاموں کی وادی کہتے ہو۔ یہی وادی تمہاری قبر بن جائے گی۔" عظیم نے چلاّ کر کہا۔

" کیا ـــــ تمہاری یہ جرأت ـــــ تمہاری یہ جرأت ـــــ" سپاہیوں کا سردار غصے میں دھاڑا۔

" تڑاخ ـــ تڑاخ ـــ تڑاخ ـــ" سپاہیوں نے اُس کے منہ پر تھپڑوں کی بارش کر دی۔

" اِس کے باپ کو زندہ زمین میں گاڑ دو ـــــ" سپاہیوں کے ٹولے کے سردار نے حکم دیا۔

" نہیں ـــــ!" عظیم لرز اٹھا۔

سپاہی عظیم کے باپ کو گھسیٹتے ہوئے وہاں لے آئے۔ عظیم کی ماں بھی اپنا منہ نوچتی ہوئی وہاں پہنچی۔ سردار کے حکم کی تعمیل کرتے ہوئے ایک سپاہی واقعی عظیم کے باپ کے لیے قبر کھودنے لگا۔

" تم لوگ مجھے زندہ دفن کر دو لیکن میرے باپ کو چھوڑ دو۔" عظیم نے اُن سے کہا۔

Dr. Khwaja Farooq Renzu Shah Collection, Srinagar

CC-0. In Public Domain. Digitization by eGangotri

"تمہارے بارے میں ہم بعد میں سوچیں گے۔ پہلے ہم تمہاری آنکھوں کے سامنے تمہارا خاندان مٹائیں گے" سپاہیوں کے سردار نے اُس سے کہا۔

"لیکن اتنا بڑا کون سا گناہ میں نے کیا۔؟" عظیم نے اُن سے پوچھا۔

"تم مہاراجہ کے سپاہی پر حملہ کرنا معمولی بات سمجھ رہے ہو۔ تم نے مہاراجہ کی طاقت کو للکارا۔ ہماری شان اور عزت پر حملہ کیا۔ ہم نے اس وادی میں ہر غلام کا سر اپنے سامنے جھکتے دیکھا لیکن تم نے نہ صرف اپنا سر اُٹھانے کی کوشش کی بلکہ ہم پر باضابطہ حملہ کیا۔ چاروں طرف اپنے محلے کے لوگوں کی طرف دیکھو سب ہمارے ڈر اور خوف کی وجہ سے اپنی جھونپڑیوں میں دروازے اور کھڑکیاں بند کرکے بیٹھے ہیں۔ کسی میں بھی اتنی جرأت نہیں کہ جھانک کر باہر دیکھے۔ کیا تم نے ان غلاموں سے کچھ نہیں سیکھا۔ غلاموں کی اس سرزمین میں غلام بن کر جینا نہیں سیکھا۔" سپاہیوں کے سردار نے عظیم سے کہا۔

"لیکن تم میرے گناہوں کی سزا مجھے دو۔ میرے باپ کو چھوڑ دو۔" عظیم نے اپنی بات دُہرائی۔

"تم نے یہ کہا کہ یہ وادی ہماری قبر بن جائے گی۔ ہم تمہیں سزا دینے سے پہلے یہ دکھائیں گے کہ قبر کیا ہوتی ہے اور اس میں زندہ دفن کیسے کیا جاتا ہے۔ اپنی آنکھوں کے سامنے اپنے باپ کو زندہ دفن ہوتے دیکھ کر تمہیں غلامی کا احساس ہو جائے گا۔ پھر ہم تم سے نپٹ لیں گے۔" سپاہیوں کے سردار نے اُس سے کہا۔

سپاہیوں نے زمین میں گہری قبر کھودی اور وہ عظیم کے باپ کو گھسیٹتے ہوئے اُس قبر کے دہانے کے قریب لانے لگے۔

"میرے شوہر کو چھوڑ دو۔ میرے بیٹے کو چھوڑ دو۔ یہ دونوں معصوم اور بے قصور ہیں۔ میں آپ لوگوں سے رحم کی بھیک مانگتی ہوں۔" عظیم کی ماں سپاہیوں کے سردار کی منت سماجت کرنے لگی۔

"چل ہٹ بڑھیا ورنہ ہم تمہیں بھی اپنے شوہر کے ساتھ اس گڑھے میں دفن کر دیں گے۔" ایک سپاہی نے عظیم کی ماں کو دھکا دے کر کہا۔

"مجھے اپنا مرنا منظور ہے لیکن ان دونوں کو چھوڑ دو۔" عظیم کی ماں زمین پر گر کر دوبارہ التجا کرنے لگی۔

"خاموش بڑھیا۔" ایک سپاہی نے عظیم کی ماں کے منہ پر ایک زوردار لات ماری۔ اُس کی ناک سے خون اُچھل کر بہنے لگا۔ وہ ایک چیخ مار کر زمین پر سسکنے لگی۔

"ماں۔" عظیم سپاہیوں کی بربریت دیکھ کر چلّا اُٹھا۔ وہ اپنے آپ کو چھڑانے کی کوشش کرنے لگا لیکن اُسے سختی کے ساتھ موٹی رسیوں میں باندھا گیا تھا۔

Dr. Khwaja Farooq Renzu Shah Collection, Srinagar

CC-0. In Public Domain. Digitization by eGangotri

وہ خاموش تھا۔

عظیم کے باپ کو گدھے کے قریب لایا گیا۔ ہمارے خلاف آواز بلند کی چونکہ "سن لو بڈھے۔ تمہارے بیٹے نے آج ہمارے سپاہی کو پیٹا۔ اس لڑکے کی پرورش تم نے کی۔ اس لئے ہم تمہیں اس کی بداخلاقی اور بدکرداری کا ذمہ دار سمجھتے ہیں۔ ہم تمہیں چھوڑ سکتے ہیں لیکن ایک شرط پر ــ" سپاہیوں کے سردار نے عظیم کے باپ سے کہا۔

عظیم کا باپ خاموش رہا۔ اس نے یہ پوچھنے کے لئے زبان بھی نہیں کھولی کہ اسے اپنے آپ کو بچانے کے لئے کون سی شرط پوری کرنی ہوگی۔

محلے والے بھی اپنے گھروں میں دبکے بیٹھے سپاہیوں کی شرط سننے کا انتظار کرنے لگے۔

" بولو۔ کون سی شرط ہے۔ میں پوری کروں گا لیکن تم لوگ میرے باپ کو چھوڑ دو۔ اس نے تمہارا کچھ نہیں بگاڑا۔ اگر قصور کسی کا ہے تو وہ میرا ہے ــ" عظیم نے ان سے کہا۔

" چپ کتنے کی اولاد ــ" ایک سپاہی نے اسے ڈانٹا۔

ہاں تو ہماری شرط یہ ہے کہ تم ڈنڈا ہاتھ میں اٹھا کر ہمارے سامنے اپنے بیٹے کو اتنا مارو کہ اس کے جسم کی تمام ہڈیاں ٹوٹ جائیں۔ تم اپنے ہاتھوں سے اپنے بیٹے کو ہمیشہ کے لئے معذور اور ناتواں بنا دو تا کہ یہ پھر کبھی مہاراجہ کے بہادر سپاہیوں کے خلاف ہاتھ اٹھانے کی بات بھی نہ سوچے ــ"

سپاہیوں کے سردار نے اپنی شرط پیش کی۔

عظیم کے باپ نے ایک بھرپور نظر سپاہیوں کے سردار کے سراپا پر ڈالی اور پھر اسے کہنے لگا۔

" مہاراجہ کے سپاہیو۔ سن لو۔ میرا ایک ہی بیٹا ہے جس کا نام میں نے اس لئے عظیم رکھا کیونکہ مجھے اس کے عظیم ہونے کا یقین تھا۔ میں نے اسے پڑھایا لکھایا تا کہ اس کی سوچ بھی عظیم بن سکے۔ آج اپنی آنکھوں سے اس کی جرات دیکھ کر اور تمہاری زبان سے اس کی داستان سن کر مجھے اپنا خواب شرمندۂ تعبیر ہوتے دکھائی دے رہا ہے۔ میں خوش ہوں کہ میرا بیٹا اس ترازو میں پورا اترا جس میں میں نے اسے تولا تھا۔ ہم نے اور ہماری قوم نے صدیوں کی غلامی دیکھ لی اور میں چاہتا تھا کہ میرا لخت جگر اس غلامی کے خلاف آواز اٹھائے۔ آج جب میں اپنے بیٹے کو جوان ہوتے دیکھ رہا ہوں۔ میرے ارمانوں کے مطابق پورا اتر رہا ہے۔ مہاراجہ کے سپاہیو۔ سن لو اور جان لو کہ ہم وادی کے لوگ بزدل نہیں بلکہ ہم میں بھی مجاہدوں کا خون دوڑ رہا ہے۔ یاد کرو ہمارے ان بادشاہوں کو جنہوں نے کشمیری فوج کے سہارے پنجاب، کابل، بنگال، تبت اور چین کو فتح کر لیا لیکن سازشیں کر کے ہمیں غلام بنایا گیا۔ ہم ہمیشہ وقت کا انتظار کرتے رہے۔ ہماری ہمیشہ یہ بدقسمتی رہی ہے کہ قوم کے رہبر بن کر لوگوں نے

Dr. Khwaja Farooq Renzu Shah Collection, Srinagar

CC-0. In Public Domain. Digitization by eGangotri

ہمیں نہ ھوکہ دیا لیکن میں چاہتا ہوں کہ میرا بیٹا اس قوم کی آزادی کے لئے اپنا خون بہائے تاکہ تاریخ سنہرے الفاظ سے کشمیریوں کی بہادری کے کارنامے لکھے جائیں ابھی میرا بیٹا پیدا ابھی نہیں ہوا تھا اور میں نے خواب میں دیکھا کہ میرا بیٹا آہنی زنجیروں میں جکڑی برف پوش چوٹیوں کو آزاد کررہا ہے۔ آج میں اپنے سامنے اُس خواب کی تعبیر دیکھ رہا ہوں، مجھے تمہاری اس کھودی ہوئی قبر میں زندہ دفن ہونا قبول ہے اور مجھے یقین ہے کہ اس وادی میں ایک دن تم لوگ بھی دفن کئے جاؤ گے۔" عظیم کے باپ نے جذبات بھرے لہجے میں کہا۔

عظیم نے اپنے باپ کی باتیں سُنیں اور سمجھ لیں آزادی کی چنگاری جو اُس کے وجود کے اندر اچانک بھڑک اُٹھی تھی اب آگ بن کر دھکنے لگی۔ وہ خوش ہوا کہ اُس کے باپ نے اُس کی حرکت کی تعریف کی، اب اُسے کسی بات کا غم نہیں تھا۔

"بوڑھے تم ہی نے اس کو بگاڑا ہے ہم تمہیں اس کی سزا دیں گے۔ اب ہم تم کو تمہاری بیوی کے ساتھ دفن کردیں گے تاکہ تمہارا بیٹا تمہارے منحوس خواب کا انجام دیکھ لے۔" سپاہیوں کے سردار نے اُن کی سزا بڑھا دی۔

"پھینک دو۔ اس بوڑھے اور بڑھیا کو اس گڑھے میں۔" سپاہیوں کے سردار نے گڑھے کی طرف اشارہ کرکے حکم دیا۔

"اگر تم لوگوں نے میرے باپ کو چھو لیا تو میں تمہارے مہاراجہ کے جسم کی بوٹی بوٹی نوچ لوں گا۔" عظیم پوری قوت کے ساتھ چیخا۔

"چُپ رہ چھوکرے، ہم ابھی تمہاری چٹنی بنائیں گے۔" ایک سپاہی نے عظیم کو ڈانٹا۔

عظیم کو کچھ خیال آیا وہ جھونپڑیوں میں چھپے محلے والوں کو پکار کر کہنے لگا۔

"محلے والو! اس طرح بزدلوں کی طرح کب تک تماشہ دیکھتے رہو گے۔ میرے باپ کو اس لئے زندہ دفن کیا جارہا ہے کہ اُسے یقین ہے کہ اس وادی کے لوگ بزدل نہیں، اُسے یقین ہے کہ یہاں کے لوگوں کے دلوں میں بھی غیرت کا سمندر موجزن ہے۔ میں تم سے کہتا ہوں کہ آج اپنی بہادری کا مظاہرہ کرنے کے لئے اپنے گھروں کے دروازے کھول کر باہر آجاؤ۔ مہاراجہ کے ان چند مٹھی بھر سپاہیوں کو ایسا سبق سکھاؤ کہ یہ ساری عمر یاد کریں گے۔ میں اکیلا اُن کے لئے کافی تھا لیکن انہوں نے مجھے رسیوں سے جکڑ کر رکھا ہے۔ تم لوگ میری مدد کے لئے باہر آجاؤ۔" عظیم نے محلے والوں کو آواز دی۔

محلے والے اپنے گھروں میں ابھی تک دبکے بیٹھے تھے وہ دیکھ رہے تھے کہ کس طرح عظیم کے ماں باپ کو اُس گڑھے میں دھکیلا گیا۔

Dr. Khwaja Farooq Renzu Shah Collection, Srinagar

CC-0. In Public Domain. Digitization by eGangotri

"محلے والو۔ باہر آجاؤ ورنہ یہ پاگل درندے میرے باپ کو ماردیں گے۔ باہر آکر اپنی طاقت کا مظاہرہ کرکے ان کی زندگیاں بچاؤ۔ یہ مت سمجھ لینا کہ تمہاری خاموشی اور گھروں میں چھپنے سے تم ان درندوں سے بچ جاؤ گے۔ یہ ایک ایک کرکے سب کو ختم کریں گے۔ اس سے پہلے کہ یہ سب کو چن چن کر ماردیں، ہم سب مل کر ان پر حملہ کردیں اور انہیں ختم کردیں۔ اگر آج ہم نے ان کو نہیں روکا تو پھر یہ لوگ ہمارے گھروں میں گھس کر ہمارے ہی خون سے اس سارے علاقے کو سرخ کردیں گے۔ یہ ظالم لوگ ظلم کرنا اپنا حق سمجھتے ہیں۔ ایک بار جب ظالم کے ہاتھ روکے جاتے ہیں تو وہ دوبارہ ظلم کرنے سے ڈرتا ہے۔" عظیم محلے والوں سے چیخ چیخ کر کہہ رہا تھا۔

محلے والے عظیم کی ساری باتیں سمجھنے لگے۔ ایک محلے والے کی غیرت جاگ اٹھی۔ اس نے فوراً اپنی کھڑکی کھولی اور کھڑکیاں کھلنے کا شور ہوا۔ محلے کے سب لوگوں نے اپنی اپنی جھونپڑیوں کی کھڑکیاں کھولیں۔ مہاراجہ کے سپاہیوں نے یہ شور سنا۔ انہوں نے اوپر نگاہیں اٹھا کر دیکھ لیا تو محلے کے تمام لوگ اپنی اپنی کھڑکیاں کھول کر انہیں خونخوار نگاہوں سے دیکھ رہے تھے۔ ان نگاہوں میں بہت تیز چمک تھی۔ سپاہی سمجھ گئے کہ محلے والے عظیم کی باتوں میں آگئے اور وہ کسی بھی لمحے عظیم کے کہنے پر ان سب پر حملہ کرسکتے تھے۔ مہاراجہ کے راج کی تاریخ میں یہ مہاراجہ کے سپاہیوں کے خلاف پہلی بغاوت تصور کرلی جائے گی۔

سپاہیوں کا سردار بڑا شاطر اور چالاک آدمی تھا۔ اس نے محلے والوں کے ارادے بھانپ لئے۔ محلے والے انہیں اس طرح گھور رہے تھے جیسے ابھی چند لمحوں کے بعد وہ ان کو اپنے پنجوں میں دبوچ کر ان کی بوٹی بوٹی نوچ لیں گے۔ وہ محلے والوں کے تیور دیکھ کر سمجھ گیا کہ اگر اس نے کسی بھی محلے والے کو کھڑکی بند کرنے کے لئے کہا تو وہ سب لوگ کھڑکیوں سے باہر کود کر انہیں موقعہ پر ہی ذبح کردیں گے۔ سپاہیوں کی تعداد بھی بہت کم تھی۔ سپاہیوں کا سردار دیکھ رہا تھا کہ محلے والے کی آنکھوں میں آج کوئی خوف نہیں تھا۔ عظیم کی باتوں کا کچھ ایسا جادو ان پر طاری ہوا کہ وہ صدیوں کا خوف بھول گئے۔ بھوکے ننگے لاغر لوگ مہاراجہ کے سپاہیوں پر جھپٹنے کے لئے عقابوں کی طرح اپنے پر تول رہے تھے۔ غیرت مند خون جس کو صدیوں کی غلامی نے منجمد کردیا تھا عظیم کی باتوں کی گرمی سے پگھلنے لگا۔ سپاہیوں کے سربراہ نے سوچا کہ اس سے پہلے کہ یہ خون پوری طرح پگھل جائے اور تمام وادی میں یہ خبر جنگل کی آگ کی طرح پھیلے کہ مہاراجہ کے سپاہیوں کو مارا گیا۔ ان کا یہاں سے بھاگ جانا ہی اچھا ہوگا۔ چالاک سردار کو معلوم تھا کہ صدیوں جما خون ایک دم ابل نہیں سکتا۔ اس کے بھاگ جانے کے بعد ہی یہ پھر جم جائے گا اور وہ بعد میں

Dr. Khwaja Farooq Renzu Shah Collection, Srinagar

CC-0. In Public Domain. Digitization by eGangotri

اُن سے نپٹ سکتا ہے۔

یہ سب کچھ سوچ کر سپاہیوں کے سردار نے اپنے سپاہیوں کو فوراً وہاں سے بھاگ جانے کا حکم دیا۔

" سردار۔ پہلے اِس چھوکرے کا گلا کاٹ دیں گے۔ اِس کی زبان قینچی کی طرح چل رہی ہے۔ " ایک سپاہی نے اُس سے کہا۔

سردار نے دوبارہ محلے والوں کی طرف دیکھا وہ بغاوت پر بالکل آمادہ تھے۔

" میں جو کہتا ہوں وہی کرو۔ یہاں سے فوراً بھاگ جاؤ۔ میں نہیں چاہتا کہ ہماری وجہ سے اِس وادی میں پہلی بار مہاراجہ کے خلاف بغاوت ہو جائے۔ " سپاہیوں کے سردار نے اُن کو سمجھایا۔

" لیکن سردار اُن کو سزا دیئے بغیر جانا ٹھیک نہیں ہوگا۔ " دوسرے سپاہی نے کہا۔

" کیا ٹھیک ہوگا کیا نہیں میں اچھی طرح سمجھتا ہوں۔ یاد رکھو اگر یہ سب غلام ایک ساتھ مل گئے تو یہ ہماری بوٹی بوٹی نوچ لیں گے۔ وہ دیکھو! وہ سب ہمیں خونخوار نگاہوں سے دیکھ رہے ہیں اور کچھ لوگ تو اب جھونپڑیوں سے بھی باہر آنے لگے۔ اگر ان کو ہم کوئی موقعہ دیں گے تو اُن کے حوصلے بڑھ جائیں گے۔ " سردار نے سپاہیوں کو سمجھایا۔

سردار کے کہنے پر وہ سب وہاں سے بھاگ گئے۔

اُن کے بھاگنے کے ساتھ ہی محلے والے جوق در جوق گھروں سے باہر نکلے انہوں نے عظیم کے ماں باپ کو گڑھے سے باہر نکالا اور عظیم کی رسیاں کھول دیں وہ سب زندہ تھے۔ عظیم کو یقین تھا کہ اُس کے کہنے پر محلے والے اُن کی مدد کے لئے آئیں گے اور اُس کا یقین صحیح ثابت ہوا۔ وہ فخریہ انداز میں مُسکرانے لگا۔ اُسے نہ صرف اِس بات کی خوشی تھی کہ اُس کا خاندان مٹنے سے بچ گیا بلکہ اُس نے مہاراجہ کے سپاہیوں پر یہ بات واضح کر دی کہ اُس کی قوم کو ہمیشہ ڈنڈوں کے زور سے دبایا نہیں جا سکتا۔ عظیم کا باپ بھی فرطِ مسرت میں جھومنے لگا۔ اُس نے اپنی آنکھوں کے سامنے اپنے بیٹے کی بہادری دیکھ لی اور سارے محلے میں اُس کے خاندان کی عزت بڑھ گئی۔ محلے والے اُسے اور عظیم کو اپنے شانوں پر اُٹھا کر ناچنے لگے اور خوشیاں منانے لگے۔

محلے والے اِس بات کو سمجھ نہ سکے کہ سپاہی وہاں سے بھاگ کیوں گئے۔ اگرچہ اُن میں سے ہر ایک بغاوت پر آمادہ تھا لیکن اُن کو یقین بھی نہ تھا کہ صرف اُن کے آنکھیں دکھانے سے سپاہی بھاگ جائیں گے۔ ہم حیران ہیں کہ عظیم نے کتنی جرأت مندی اور بہادری کا مظاہرہ کر کے مہاراجہ کے سپاہیوں

Dr. Khwaja Farooq Renzu Shah Collection, Srinagar

CC-0. In Public Domain. Digitization by eGangotri

کو للکارا۔" ایک آدمی کہہ رہا تھا۔

" ہمیں یقین تھا کہ وہ تم سب کو مار ڈالیں گے۔ تم نے اور تمہارے بیٹے دونوں نے اُن کے خلاف زہر اگلا تھا۔" دوسرا آدمی عظیم کے باپ سے کہہ رہا تھا۔

سب خوشی میں جھوم رہے تھے جبکہ عظیم کی آنکھیں آبدیدہ ہونے لگیں۔ اُسے وہ اندھا آدمی یاد آرہا تھا جس کو مہاراجہ کے سپاہیوں نے اُس کے سامنے مار دیا تھا۔ اُس کی آنکھوں کے سامنے اندھے آدمی کا وہ خون ابھی تک گھوم رہا تھا جو اِس وادی کی پاک مٹی میں جذب ہو کر گم ہو چکا تھا۔

عظیم کا ذہن اِس واقعہ کو بھول نہ سکا۔ وہ بار بار سوچتا رہا۔ اُس واقعہ کے بعد عظیم کے ذہن نے ایک نئی کروٹ لی۔ اُسے احساس ہو گیا کہ اُس پر بہت ساری ذمہ داریاں ہیں۔

مہاراجہ کے سپاہیوں کا ٹولہ اِس واقعہ کے بعد محلے میں کبھی نہیں آیا۔

وقت تیز رفتاری کے ساتھ گزرنے لگا۔ عظیم نے میٹرک کے امتحان میں اچھے نمبرات حاصل کر کے کامیاب ہوا۔ عظیم کے باپ کو اپنے بیٹے کی کامیابی اور قابلیت پر فخر تھا۔ اُس نے اپنے بیٹے کو تعلیم جاری رکھنے کا فیصلہ کیا۔ اِس وقت سارے ہندوستان میں انگریز حکمرانوں کے خلاف تحریک شروع ہو چکی تھی۔ قوم پرست اور شیر دل مسلمان لیڈر ملک کی آزادی کے لئے انگریزوں کے خلاف صف آرا ہو چکے تھے۔

عظیم نے مقامی کالج میں بی۔اے کے امتحان میں بھی امتیازی نمبرات حاصل کر کے کامیابی حاصل کی۔ اسی دوران عظیم کا باپ رحمتِ حق ہو گیا۔ باپ کے مرنے کی خبر سُن کر عظیم کے سر پر جیسے آسمان ٹوٹ پڑا۔ باپ کے مرنے کے بعد اُس کی ماں گھر میں اکیلی رہ گئی۔ عظیم کو بی۔اے کے بعد پہلے ایل ایل بی کرنے کا ارادہ تھا لیکن اُس نے باپ کے مرنے کے بعد اپنا ارادہ تبدیل کر دیا۔

اپنی تعلیم ترک کرنے کے بعد عظیم اپنے قوم کے لوگوں کے بارے میں سوچنے لگا۔ آج بھی عظیم جہلم کے کنارے سوچ رہا تھا کہ اِس خاموش بہتے پانی میں کیسے طوفان لایا جائے۔ خاموش پہاڑوں کی طرف دیکھ کر وہ سوچ رہا تھا کہ اِن چوٹیوں میں آزادی کی گرجدار گونج کیسے پیدا کی جائے۔

عظیم کے دل و دماغ میں بغاوت کا لاوا اُبل رہا تھا۔ وہ یہ بغاوت کا پیغام وادی کے چپے چپے میں پہنچانا چاہتا تھا۔ وہ ملک کی آزادی کے لئے اپنے وادی کے لوگوں کو صدیوں کی گہری نیند سے جگانا چاہتا تھا۔ عظیم کو یقین تھا کہ اُس کا خواب ایک دن شرمندۂ تعبیر ہوگا اور اُس کی وادی ملک کے دوسرے حصّوں کی طرح آزادی حاصل کرنے میں کامیاب ہو جائے گی۔

Dr. Khwaja Farooq Renzu Shah Collection, Srinagar

CC-0. In Public Domain. Digitization by eGangotri

ساتواں باب

مہاراج گنج بازار شبِ عروس کی دُلہن کی طرح سجا ہوا تھا۔ ایک خوبصورت گھوڑا گاڑی بازار کے بیچ میں سے گزر رہی تھی۔ اُس خوبصورت گاڑی کو چار خوبصورت گھوڑے کھینچ رہے تھے اور گاڑی کے اندر ایک لڑکی ترانہ بڑی شان کے ساتھ بیٹھی تھی۔ سارا بدن نقاب میں چھپا ہوا تھا۔ گاڑی تھوڑی دُور چل کر اُس موڑ پر رُکی جہاں کبھی غریب لوہار بیٹھا کرتا تھا۔ لوہے کا بیوپاری شیام لال اب سونے کا ایک بڑا بیوپاری بن چکا تھا۔ اُس کی دکان میں سونے، ہیرے اور جواہرات کے خوبصورت زیورات جگمگا رہے تھے۔ شیام لال نے مہاراجہ کے خاندان کے ساتھ اثر و رسوخ قائم کیا تھا۔ اُس کے پاس نہ صرف شہر کے معزز گھرانوں کے لوگ آتے تھے بلکہ مہارانی کے محل کی رانیاں بھی اس کے خریداروں میں شامل تھیں۔ شیام لال نے جب ترانہ کی گاڑی کو اپنے دکان کے قریب ٹھہرتے دیکھ لیا تو وہ ننگے پیروں دوڑتا ہوا دکان سے باہر آیا۔ اگرچہ ترانہ نقاب پہنے ہوئی تھی لیکن شیام لال نے اُسے پہچان لیا، وہ اُس کے خاص خریداروں میں شامل تھیں۔

"خوش آمدید ـــــ خوش آمدید ـــــ" شیام لال ترانہ کا استقبال کرنے لگا۔ ترانہ بڑے وقار کے ساتھ گاڑی سے نیچے اُتری۔

"ترانہ صاحبہ! آپ نے خود یہاں آنے کی تکلیف کیوں کی۔ اِس غلام کو بُلایا ہوتا تو یہ آپ کی خدمت میں فوراً حاضر ہو جاتا۔" شیام لال نے ترانہ سے کہا۔

میں آج بڑی جلدی میں ہوں آپ کو گھر بلانے میں بہت وقت لگ جاتا میں نے سوچا کہ خود آپ کی دکان میں آکر چند زیورات خرید وں۔ دراصل مجھے مہارانی نے آج محل میں خاص دعوت پر

Dr. Khwaja Farooq Renzu Shah Collection, Srinagar

CC-0. In Public Domain. Digitization by eGangotri

بلایا ہے۔ اس لئے میں وہاں اچھے اور بالکل نئے زیورات پہن کر جانا چاہتی ہوں ۔" ترانہ نے شیام لال سے کہا۔

آئیے۔ دکان کے اندر تشریف لائیے۔ آپ کا اندر آنا میرے لئے باعث فخر ہوگا۔" شیام لال نے ترانہ سے کہا۔

"ٹھیک ہے میں آپ کی دکان میں ہی زیورات پسند کرلوں گی ۔" ترانہ نے اپنے چہرے پر دلکش مسکراہٹ بکھیر کر نہایت ہی ملائم لہجے میں کہا۔ اپنے مرمریں ہاتھوں سے اس نے ریشمی نقاب کو سنبھالا اور شاہانہ چال کے ساتھ دکان کے اندر داخل ہونے لگی۔ ابھی وہ دکان کے اندر اپنا پہلا قدم رکھ رہی تھی کہ کسی نے پیچھے سے اس کا ریشمی نقاب زور سے کھینچا۔

" بی بی جی۔ خدا کے واسطے مجھے چند پیسے دے دو۔ میں کئی دنوں سے بھوکا ہوں ۔" ایک ضعیف بھکاری اس کے آگے ہاتھ پھیلا کر کہنے لگا۔

شیام لال کی آنکھیں غصے سے سرخ ہوگئیں۔ مہاراج گنج کا سارا بازار شیام لال کے غصے سے واقف تھا۔ آج تک کسی بھکاری نے شیام لال کی دکان کے آگے پھٹکنے کی ہمت نہیں کی لیکن آج جب ایک معزز گھرانے کی لڑکی اس کے دکان کے اندر قدم رکھ رہی تھی۔ معذور بھکاری کہیں سے آٹپکا اور اس لڑکی سے بھیک مانگنے لگا۔ شیام لال نے فوراً بھکاری کا گریبان پکڑ کر اسے زور سے زمین پر پٹک دیا۔ اور بے تحاشا انداز میں بھکاری کو پیٹنے لگا۔ شیام لال کو ہمیشہ غریب لاچار اور بے کس لوگوں کو مارنے سے ذہنی آسودگی ملتی تھی۔ آج دوبارہ ایک معذور بھکاری کو مارنے میں اسے مزہ آنے لگا۔ وہ جی بھر کر اس کو پیٹنے لگا۔

بازار میں شیام لال کی دکان کے سامنے بہت سارے لوگ جمع ہوگئے لیکن کسی نے بھی اسے روکنے کی جرأت نہ کی۔ اگرچہ ترانہ کو شیام لال کا یوں ایک معذور بھکاری کو مارنا برا لگ رہا تھا لیکن وہ اس کے ہاتھ روک نہ سکی۔

بھکاری درد سے تڑپ کر فلک شگاف چیخیں مار رہا تھا لیکن سب لوگ اس کے پیٹنے کا نظارہ دیکھ رہے تھے۔ کسی میں بھی اتنی ہمت نہ تھی کہ آگے بڑھ کر بھکاری کو شیام لال کے عتاب سے بچا سکے۔ سب جانتے تھے کہ شیام لال مہاراجہ کا آدمی تھا۔

اچانک ہجوم کو چیرتا ہوا ایک خوبرو نوجوان سامنے آگیا۔ یہ نوجوان تھا عظیم۔ وہی عظیم جس کی رگ رگ میں قوم پرستی کا جذبہ بھرا ہوا تھا جس نے ہمیشہ مظلوم کی حمایت کی اور ظالم سے ٹکر لی۔

Dr. Khwaja Farooq Renzu Shah Collection, Srinagar

CC-0. In Public Domain. Digitization by eGangotri

آج جب وہ مہاراج گنج سے گذر رہا تھا۔ اُس نے ایک معذور اور لاچار بھکاری کو شیام لال صراف کے ہاتھوں بے دردی کے ساتھ پٹتے دیکھ لیا۔ وہ فوراً بھکاری کو بچانے کے لئے آگے بڑھا اُس نے آگے بڑھ کر اپنے مضبوط ہاتھوں سے اُس کی کلائیوں کو تھام لیا۔

"کون بدبخت ہو تم ۔ ؟ جانتے ہو تم کس کے ہاتھ روک رہے ہو ۔ ؟" شیام لال کی آنکھیں غصّے سے چنگاریاں اُگلنے لگیں۔

عظیم نے ایک زوردار تھپڑ شیام لال کے گال پر مارا اور پھر عظیم کے ہاتھ نہیں رکے۔ وہ بے تحاشا شیام صراف کو مارنے لگا۔ شیام لال کے مُنہ، کان اور ناک سے خون بہنے لگا لیکن عظیم کے ہاتھ نہیں رکے۔ شیام لال، مدد کے لئے چلانے لگا لیکن عظیم کی قوت اور جرأت دیکھ کر کسی نے بھی شیام لال کو بچانے کی کوشش نہیں کی۔ شیام لال کی آنکھوں کے سامنے اندھیرا چھانے لگا اور وہ چاروں شانے چت زمین پر ڈھیر ہو گیا۔

ترانہ قریب کھڑی وادھیری نگاہوں سے عظیم کی بہادری اور جرأت کو دیکھ رہی تھی۔ اس نے اس وادی میں پہلی دفعہ کسی نوجوان کی غیرت کو اس طرح جوش میں آتے دیکھ لیا۔ ورنہ اُس نے ہمیشہ سے یہی سنا تھا کہ یہاں کے لوگ بھیڑ بکریاں ہیں جن کو خریدا اور بیچا جاتا ہے۔ یہ باتیں اُس نے مہاراج کے محلوں میں سنی تھی لیکن محل سے باہر آ کر آج وہ بھرے بازار میں وادی کے ایک نوجوان کی غیرت، جرأت، جوانمردی اور بہادری کا کھلم کھلا مظاہرہ دیکھ رہی تھی۔ ترانہ کو یہ بہادری بہت ہی اچھی لگی۔

عظیم شیام لال کو مار کر اُس معذور بھکاری کو سہارا دینے لگا جو تھوڑی دیر پہلے شیام لال کے عتاب کا نشانہ بنا تھا۔ چونکہ اُس بھکاری کو صرف اس جرم سے مارا گیا تھا کیوں کہ اُس نے ترانہ سے بھیک مانگی تھی۔ اِس لئے شیام لال کے ساتھ ساتھ ترانہ بھی عظیم کے سامنے اپنے آپ کو مجرم سمجھنے لگی۔

عظیم نے ایک بھرپور نظر ترانہ پر ڈالی۔ ترانہ کو یوں لگا جیسے عظیم کی نگاہیں اُس کے نقاب کو چیر کر اُس کے بدن پر سوئیوں کی طرح چبھ رہی ہو۔ عظیم ابھی اُس بھکاری کو سہارا ہی دے رہا تھا کہ مہاراج کے سپاہیوں کی ایک بڑی تعداد اچانک بازار میں نمودار ہو کر شیام لال کی دکان کی طرف آنے لگی۔ دکان کے قریب پہنچ کر سپاہیوں نے عظیم کے گرد گھیرا ڈال دیا۔

بازار میں شیام لال کے کسی دوست نے سپاہیوں کو بلوایا تھا۔ شیام لال کی مدد کے لئے سپاہی وہاں ضرور پہنچے لیکن انہیں پہنچنے میں دیر ہو گئی۔ شیام لال خون میں لت پت زمین پر پڑا ہانپ رہا تھا اور عظیم سپاہیوں کی آمد سے بے پرواہ بھکاری کے زخموں کے گرد کپڑے باندھ رہا تھا۔

Dr. Khwaja Farooq Renzu Shah Collection, Srinagar

CC-0. In Public Domain. Digitization by eGangotri

سپاہیوں کے سردار نے نقاب پہنی ترانہ کو پہچان لیا اور فوراً اُس کے آگے ادب سے جھک کر کہنے لگا۔ "ہم نے سُنا ہے کہ اِس بدتمیز نوجوان نے آپ کی شان میں گستاخی کی ہے اور مہاراجہ کے ہمدرد شیام لال کو مارنے کی کوشش کی۔ ہم اِس سرپھرے نوجوان کو گرفتار کر کے کسی زندان میں سڑنے کے لئے رکھدیں گے۔" سپاہیوں کے سردار نے عظیم کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا۔

ترانہ نے سپاہیوں کے سردار کا کوئی جواب نہیں دیا۔

"گرفتار کر لو اِس گستاخ کو"۔ سردار نے سپاہیوں کو حکم دیا۔

سپاہیوں نے پل بھر میں حکم کی تعمیل کرتے ہوئے عظیم کی کلائیوں میں لوہے کی ہتھکڑیاں پہنا دیں۔

"اِس نوجوان کو فوراً رہا کر دو۔" نقاب کے اندر سے ترانہ کی مترنم آواز گونجی۔

"کیا۔ کیا کہہ رہی ہیں آپ۔ کہیں مجھے آپ کو پہچاننے میں غلطی تو نہیں ہوئی۔" سپاہیوں کا سردار خلاف توقع حکم سن کر حیران رہ گیا۔

"تم کو پہچاننے میں غلطی نہیں ہوئی میں ترانہ ہوں۔ مہاراجہ کے خاص مشیر کی بیٹی اور میں تمہیں اِس نوجوان کو رہا کرنے کا حکم دے رہی ہوں۔" ترانہ نے یہ بات دُہرائی۔

"لیکن یہ نوجوان ایک خطرناک مجرم ہے اُس نے شیام لال کو لہو لہان کر دیا۔ اِس کو اپنے جرم کی سزا ملنی چاہیئے۔" سپاہیوں کے سردار نے کہا۔

"جو میں کہتی ہوں وہی کرو۔ میں نے سارا واقعہ اپنی آنکھوں سے دیکھا ہے اس لئے میں اچھی طرح سمجھتی ہوں کہ مجرم کون ہے اور گناہگار کون۔" ترانہ نے سپاہیوں کے سردار سے کہا۔

"وادی کے یہ ذلیل لوگ سب مجرم ہیں۔ آپ کو اُن کی مدد کے لئے سامنے نہیں آنا چاہیئے۔ ہماری آنکھوں کے سامنے شیام لال زمین پر زخمی پڑا ہانپ رہا ہے۔ ابھی تک اُس کی ناک اور مُنہ سے خون بہہ رہا ہے۔ اِس کے علاوہ اِس غنڈے کے خلاف اور کون سا ثبوت ہو سکتا ہے"۔ سپاہیوں کا سردار اپنی بات پر اڑا رہا۔

"شاید تم نہیں جانتے کہ میری پہنچ کہاں تک ہے۔" ترانہ کو سپاہی کی گستاخی اور نافرمانی پر غصہ آیا۔

"میں جانتا ہوں کہ آپ مہاراجہ کے خاص مشیر شاہی خادم کے خاندان سے تعلق رکھتی ہیں۔" سردار نے مؤدبانہ اعتراف کیا۔

"گستاخ۔ تم نے اپنی زبان سے وہ نام کیسے لیا جس کو مہاراجہ پرتاپ سنگھ نے خود اپنے

Dr. Khwaja Farooq Renzu Shah Collection, Srinagar

CC-0. In Public Domain. Digitization by eGangotri

حکم سے تبدیل کیا ہے۔ کیا تم نہیں جانتے کہ شاہی خادم کا نام تبدیل کر کے عالی شاہ رکھا گیا ہے۔"
ترانہ نے سپاہیوں کے سردار کو ڈانٹتے ہوئے کہا۔

سردار کو اپنی غلطی کا احساس ہو گیا۔ اُسے یاد آگیا کہ مہاراجہ پرتاپ سنگھ نے شاہی خادم کی درخواست پر ہی اُس کا نام عالی شاہ رکھنے کا اعلان کیا تھا۔ اس سلسلے میں ایک نئے اعلانچی نے سارے شہر میں ڈھنڈھورا پیٹ کر منادی کرائی تھی لیکن اس منادی کے باوجود لوگوں کی زبان پر بار بار غیر ارادی طور پر شاہی خادم کا نام اُبھرتا تھا۔ ترانہ کے ٹوکنے سے وہ سنبھل گیا اور اُسے اپنی غلطی کا احساس ہو گیا۔ وہ جانتا تھا کہ عالی شاہ مہاراجہ کے خاندان کا خاص آدمی تھا۔ اور اس کی ناراضگی اس کے لئے نقصان دہ ثابت ہو سکتی تھی۔ اُس نے فوراً اپنا لہجہ تبدیل کر دیا۔

"ہمارے سامنے عالی شاہ ایک بلند مرتبہ شخصیت ہے۔ غلطی سے ہم نے انہیں پرانے نام سے پکارا ورنہ اُن کا نیا نام تو ہم ہر جگہ فخر سے لیتے ہیں۔" سپاہیوں کے سردار نے کہا۔

"رہا کر دو اس نوجوان کو۔!" ترانہ نے عظیم کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا۔

"اس نوجوان کی ہتھکڑیاں کھول کر اسے آزاد کر دو۔" سردار نے سپاہیوں کو حکم دیا۔

عظیم کی ہتھکڑیاں فوراً کھولی گئیں۔

عظیم ترانہ کے قریب آ کر کہنے لگا۔ "آپ کا بہت بہت شکریہ۔ میں خوش ہوں آپ نے اپنے نقاب کی عزت بھی رکھی اور اپنا حکم بھی منوایا۔"

"جی۔!" ترانہ عظیم کو کوئی جواب نہ دے سکی۔ اُس کے آگے وہ کچھ بول ہی نہیں سکی۔

عظیم تھوڑی دیر تک اُس کے جواب کا انتظار کرتا رہا پھر کہنے لگا۔

"آپ شائد مجھ سے بات کرنا نہیں چاہتی۔ خیر کوئی بات نہیں۔ میں آپ کی مدد یاد رکھوں گا۔"
یہ کہہ کر عظیم وہاں سے جانے لگا۔

"سنیئے۔!" ریشمی نقاب کے پیچھے سے مدھر آواز ابھری۔

"فرمائیے۔!" عظیم نے اُسے جواب دیا۔

"آپ کس جانب جا رہے ہیں۔؟" ترانہ کا دل دھڑک رہا تھا لیکن اُس نے باتوں کا سلسلہ جاری رکھا۔

"جی۔ جی میں۔ گھر جا رہا ہوں۔" عظیم نے کہا۔

"اگر آپ کو کوئی اعتراض نہ ہو تو میرے ساتھ گھوڑا گاڑی میں آئیے۔ میں آپ کو گھر کے پاس چھوڑ دوں گی۔" ترانہ نے عظیم سے کہا۔

Dr. Khwaja Farooq Renzu Shah Collection, Srinagar

CC-0. In Public Domain. Digitization by eGangotri

ترانہ کے کہنے کا انداز کچھ ایسا تھا کہ عظیم اسے ٹال نہ سکا۔
"یہ آپ کی ذرّہ نوازی ہوگی۔" عظیم نے ترانہ کی دعوت قبول کر لی۔
شیام لال ابھی تک زخمی حالت میں زمین پر پڑا ہانپ رہا تھا۔ سپاہی بھی وہیں کھڑے ترانہ کے حکم کا انتظار کر رہے تھے۔

ترانہ نے شیام لال کی طرف اشارہ کر کے سپاہیوں سے کہا۔ "اس کے زخموں پر مرہم لگا کر اسے گھر پہنچاؤ۔" یہ کہہ کر وہ گھوڑا گاڑی کی طرف جانے لگی۔ عظیم بھی اس کے ساتھ چلنے لگا۔ گاڑی کے قریب پہنچ کر ترانہ عظیم سے کہنے لگی۔

"آئیے۔ بیٹھئے گاڑی میں۔"

"شکریہ۔!" عظیم گاڑی کے اندر بیٹھا۔ ترانہ بھی اس کے قریب گاڑی میں بیٹھی اور گاڑی چلنے لگی۔

عظیم سمجھ گیا کہ ترانہ کا رشتہ عالی شاہ عرف شاہی خادم کے ساتھ تھا۔ اسے اس بات پر حیرانگی ہو رہی تھی کہ ریشمی نقاب میں ملبوس ایک دوشیزہ اس طرح مہاراجہ کے سپاہیوں پر حکم چلا رہی ہے۔ یہ پہلا موقعہ تھا کہ جب اس نے مہاراجہ کے سپاہیوں کو ایک برقعہ پوش دوشیزہ کے سامنے ڈرتے ہوئے دیکھا۔ اس نے پہلی دفعہ کسی کو ظلم بند کرنے کا حکم دیتے ہوئے سنا۔

عظیم نے ابھی تک ترانہ کا چہرہ نہیں دیکھا تھا لیکن اس کی مترنم آواز سن کر اس کا تصور اس کی خوبصورتی کی رنگین تصاویر بنانے لگا۔ ترانہ کے چلنے کا ڈھنگ اس کی چال کا وقار اور اس کے باتوں کا انداز اس کی اعلیٰ شخصیت کی ضمانت دے رہا تھا۔ عظیم دل ہی دل میں اس کی شخصیت کے جادو کا قائل ہو گیا جو نقاب کے اندر چھپے رہنے کے باوجود اس پہ اثر انداز ہو گیا۔ اس وجہ سے وہ شاہی خادم کے ساتھ اس لڑکی کے رشتے کو عظیم پسند نہ کر سکا۔ مہاراجہ اور اس کے خیرخواہوں کے خلاف عظیم کے دل میں نفرت کی آگ جل رہی تھی۔ شاہی خادم کے ظلم کی داستانیں اس نے لوگوں سے سنی تھیں۔ اس لئے وہ ترانہ کے بارے میں فوراً ایک اچھی رائے قائم کرنے سے قاصر تھا۔ ترانہ اس کے سامنے ایک عجیب کردار کے طور پر نمودار ہوئی۔ نقاب میں ملبوس ایک بلند کردار اور اثر انگیز شخصیت کے مالک حسن نے نہ شیام لال کے زخمی ہونے کی پرواہ کی نہ سپاہیوں کی باتوں کو قبول کیا۔ اس نے عظیم کو راج کرا کے ہی دم لیا۔ یہ ترانہ کی ہمت اور انصاف پسندی کا عیاں ثبوت تھا۔ عظیم کی سمجھ میں نہیں آرہا تھا کہ وہ ترانہ کے بارے میں کون سی رائے قائم کر لے۔

Dr. Khwaja Farooq Renzu Shah Collection, Srinagar

CC-0. In Public Domain. Digitization by eGangotri

ترانہ کے دماغ میں ایک دوسرا طوفان موجزن تھا۔ اُس نے آج جو بھی کیا تھا کسی مقناطیسی اثر کے تحت کیا۔ اس پر عظیم کی شخصیت چھا گئی تھی۔ ترانہ نے پہلی دفعہ کسی وادی کے نوجوان کو اس طرح شیر کی طرح جھپٹتے ہوئے دیکھا تھا۔ اُسے اِس بات کا احساس تھا کہ شاہی خادم صرف مہاراجہ کی خدمت کر کے ایک معزز اور امیر شخص بن گیا۔ اُس کے پاس صرف مہاراجہ کی وجہ سے اتنی ساری دولت آ گئی اور وہ خادم سے شاہ بن گیا۔

ترانہ عالی شاہ کے گھر میں پل کر جوان ہو گئی لیکن آج تک وہ یہ سمجھ نہ سکی کہ عالی شاہ کے ساتھ اُس کا رشتہ کیا تھا۔ عالی شاہ کے پاس بہت دولت تھی اور ترانہ جی کھول کر اس دولت کو خرچ کر رہی تھی۔ عالی شاہ کی اپنی کوئی اولاد نہ تھی۔ اُس کی اپنی ایک بیوی تھی جو ہمیشہ بیمار رہتی تھی۔ عالی شاہ نے شادی کے بعد اُس پر اتنا ظلم ڈھایا تھا کہ وہ نفسیاتی مریض بن چکی تھی اور ہمیشہ سہمی سہمی اپنے کمرے میں سہمی بیٹھی رہتی تھی۔ عالی شاہ ہر وقت اُسے مارتا پیٹتا رہتا تھا لیکن ترانہ کو کبھی اُس نے نہیں ڈانٹا۔ وہ ہمیشہ ترانہ کو بننے اور سنورنے کے لئے کہتا تھا۔ جوں جوں ترانہ بڑی ہو رہی تھی، عالی شاہ اُسے گھنٹوں دیکھتا رہتا تھا۔ ترانہ عالی شاہ کے اِس برتاؤ کو سمجھ نہیں پائی۔ پہلے پہل ترانہ عالی شاہ کو اپنا باپ اور اُس کی بیوی کی اپنی ماں سمجھتی تھی لیکن اُسے بتایا گیا کہ وہ عالی شاہ کی بیٹی نہیں ہے اور نہ ہی اُس کی بیوی کے ساتھ اُس کا کوئی رشتہ ہے۔ اُسے عالی شاہ نے کہیں سے لایا تھا اور اُسے گھر میں پال رہا تھا۔ گھر میں نوکروں اور کنیزوں کو ہدایت کی گئی تھی کہ وہ ترانہ کا خاص خیال رکھیں۔ مہاراجہ کے محل میں جب بھی کوئی دعوت ہوتی تھی تو عالی شاہ ترانہ کو اپنے ساتھ وہاں لے جاتا تھا۔ عالی شاہ ترانہ کے بُرقعہ میں رہنے کے خلاف تھا لیکن ترانہ نے عالی شاہ کے اصرار کے باوجود بُرقعہ نہیں چھوڑا۔ اُس نے اُس کی شادی کے لئے بھی کوئی توجہ نہیں دی۔

ترانہ کی اپنی عادتیں بہت ہی صاف ستھری اور پاکیزہ تھیں۔ اُس نے عالی شاہ کے گھر میں رہ کر یہ پاکیزہ عادتیں اپنائیں اور انہیں چھوڑنے کا نام بھی نہیں لیا۔ وہ پانچ وقت نماز ادا کرتی اور روزانہ قرآن مجید کی تلاوت بھی کرتی تھی۔

ترانہ کو آج عالی شاہ کے ساتھ ہی مہاراجہ کے محل میں ایک خاص دعوت پر جانا تھا۔ وہ بُرقعہ اوڑھ کر گھر سے زیورات خریدنے نکلی تھی لیکن شیام لال کی دُکان میں ایک ایسا واقعہ پیش آیا کہ ترانہ نے اپنی انصاف پسند طبیعت کا کھلم کھلا ثبوت دیا۔ اگرچہ عظیم کو چھڑانے کا فیصلہ مہاراجہ کی حکومت کے اُصولوں کے خلاف تھا لیکن ترانہ اپنے آپ کو روک نہ سکی۔ اُسے نہیں معلوم تھا کہ اِس فیصلے کا انجام

Dr. Khwaja Farooq Renzu Shah Collection, Srinagar

CC-0. In Public Domain. Digitization by eGangotri

تیار تھی۔ کے لئے کا مقابلہ کرنے ہر چیز ذہنی طور پہ وہ کیا ہوگا۔
اتنا بڑا ہنگامہ ہونے کے باوجود ترانہ نے زخمی شیام لال کو وہیں راستہ پر چھوڑا اور عظیم کو
گھوڑا گاڑی میں بیٹھنے کی دعوت دی۔

عظیم اور ترانہ دونوں اپنی اپنی سوچ میں گم تھے۔ بگھی آہستہ آہستہ چل کر مختلف موڑوں پر مڑنے لگی، دونوں خاموش تھے۔ جیسے ان کے لبوں پہ مہر لگی ہوئی ہو۔ عظیم ترانہ سے باتیں کرنا چاہتا تھا، اُس کا شکریہ بار بار ادا کرنا چاہتا تھا، اُسے پوچھنا چاہتا تھا کہ اُس نے اُس کی خاطر مہاراجہ کے آدمیوں اور سپاہیوں سے ٹکر کیوں لی۔ مہاراجہ کے وفادار خاندان کے ساتھ تعلق رکھنے کے باوجود اُس نے شہر کے ایک معمولی آدمی کو کیوں سپاہیوں سے چھڑوایا لیکن اُس کی زبان سے کچھ نہیں نکل رہا تھا وہ خاموش تھا۔

ترانہ بھی عظیم سے بہت باتیں کرنا چاہتی تھی۔ وہ عظیم کے آگے شرم وحیا کے تمام حدود پار کرکے اپنا نقاب اُٹھا کر اپنا چہرہ دکھا کر اُس کی داد حاصل کرنا چاہتی تھی لیکن وہ کچھ نہیں کر سکی بلکہ صرف عظیم کو ٹکٹکی باندھے نقاب کی اوٹ سے دیکھتی رہی۔ وہ عظیم کے چہرے پر پھیلی ہوئی معصومیت کو دیکھ رہی تھی۔

گھوڑا گاڑی خانیار کے قریب پہنچی۔

"بس گاڑی یہاں رکوائیے۔ مجھے اترنا ہے۔" عظیم نے ترانہ سے کہا۔

"بس۔ اتنا ہی ساتھ دینا تھا میرا۔ کیا اسی طرح میرے ساتھ بیٹھ کر ایک ہی منزل کی جانب نہیں جا سکتے ہو۔" ترانہ نے کہنا چاہا لیکن وہ کہہ نہ سکی۔

"روکو!" اُس نے کوچوان کو حکم دیا۔

گاڑی رک گئی اور عظیم اُترنے لگا۔ اترتے وقت عظیم نے ایک بھرپور نظر ترانہ پہ ڈالنی چاہی، اس کوشش میں وہ لڑکھڑا گیا۔ وہ لڑکھڑا کر گرنے والا ہی تھا کہ ترانہ نے فوراً اُس کا ہاتھ پکڑ لیا۔ ترانہ کے بدن میں عظیم کے جسم کی حرارت سرایت کرنے لگی۔

دونوں ایک لاہوتی دُنیا میں پہنچ گئے۔ گاڑی رُکی ہوئی تھی۔

"کیا نام ہے آپ کا؟" عظیم نے ترانہ سے پوچھا۔

"ترانہ!" ترانہ نے جواب دیا۔

"بہت حسین نام ہے، میں آپ کا نام ہمیشہ یاد رکھوں گا۔" عظیم نے ترانہ سے کہا۔

Dr. Khwaja Farooq Renzu Shah Collection, Srinagar

CC-0. In Public Domain. Digitization by eGangotri

"شکریہ۔ آپ نے اپنا نام ابھی تک نہیں بتایا۔" ترانہ نے عظیم سے کہا۔

"عظیم۔" عظیم نے جواب دیا۔

"بالکل آپ کے کردار کے مطابق ہے۔" ترانہ نے اپنے دل کی بات کہی۔

"شکریہ۔!" عظیم نے یہ کہہ کر ترانہ کا ہاتھ چھوڑ دیا۔

"اچھا خدا حافظ۔" عظیم یہ کہہ کر جانے لگا۔

ترانہ عظیم کو جاتے ہوئے دیکھتی رہی۔ گاڑی ابھی تک رُکی ہوئی تھی اور ترانہ عظیم کو دُور تک جاتے ہوئے دیکھتی رہی۔ پھر اچانک وہ کسی گلی میں مُڑ کر اُس کی نظروں سے اوجھل ہوگیا۔ ترانہ سوچنے لگی کہ کیا عظیم کی حالت بھی ایسی ہی ہوگی جیسی کہ اُس کی ہو رہی تھی۔ کیا وہ بھی یہی چاہتا ہوگا کہ ہم ایک دوسرے کا ہاتھ پکڑ کر فضاؤں میں معلق ہوجائیں۔ ترانہ خود اپنے آپ سے سوالات کر رہی تھی، لیکن اُس کا ذہن کوئی جواب دینے سے قاصر تھا۔

Dr. Khwaja Farooq Renzu Shah Collection, Srinagar

CC-0. In Public Domain. Digitization by eGangotri

آٹھواں باب

مہاراجہ ہری سنگھ کی آنکھوں سے غصّے کی چنگاریاں اُٹھ رہی تھیں۔ اُس کا چہرہ سُرخ ہو چکا تھا۔ دربار میں موجود سب لوگوں کے چہرے زرد ہو چکے تھے۔ شیام لال دربار میں اُسی زخمی حالت میں موجود تھا جو حالت عظیم نے اُس کی بنائی تھی اُس کے تمام کپڑے پھٹے ہوئے تھے، مُنہ، ناک اور کانوں سے خون کی دھارائیں بہہ کر اُس کے تمام چہرے پر جم چکی تھیں۔ خون میں لت پت اُس کا چہرہ بہت ہی خوفناک دکھائی دے رہا تھا۔ اُس کے بدن کے کئی حصّوں میں بھی خراشیں آئی تھیں۔

وہ مہاراجہ سے کہہ رہا تھا۔

"حضور غلاموں کی اِس سرزمین میں اب غلام کُتے بھونکنے لگے ہیں۔ اب یہ لوگ اپنے مالک کے خاص آدمیوں کو کاٹنے لگے ہیں آپ کے چاچا محترم مہاراجہ پرتاپ سنگھ اور والد محترم راجہ امر سنگھ نے ان غلاموں کو اپنے پیروں تلے روندھ کر ان کی زبانیں کاٹ دی تھیں۔ حضور نے جو رحم کھا کر اور انسانیت کے ناطے ان کے آگے روٹی کے ٹکڑے پھینکنے شروع کئے تو اب یہ اپنے دانت دکھانے لگے۔ حضور یہ لوگ بھوک سے تڑپنے لگتے تھے تو اُن کو جھیلوں میں ڈبویا جاتا تھا اب جو چاول کے چند دانے ان کے حلق کے اندر گئے اُن کا باغی خون اُبلنے لگا۔ حضور! اِس شہر کا ایک مشہور غنڈہ عظیم نامی آدمی ہے جو آپ کے خلاف لوگوں کو بھڑکاتا رہتا ہے۔ اُس غنڈے نے میری یہ حالت بنائی۔ اُس نے میری دُکان کے اندر زبردستی گھُس کر میرے سونے کے زیورات لُوٹ لئے اور دُکان سے باہر گھسیٹ کر مجھے خوب مارا اور اُس نے مجھے مارتے وقت سرِعام اعلان کیا کہ مہاراجہ کے وفادار آدمیوں کا انجام یہی

Dr. Khwaja Farooq Renzu Shah Collection, Srinagar

CC-0. In Public Domain. Digitization by eGangotri

ہو گا۔حضور آپ خود میری حالت دیکھ کر اندازہ لگا سکتے ہیں کہ اُس نے کتنی بے دردی سے مجھے مارا۔"
شیام لال اپنی کہانی سُنا رہا تھا۔

"کیا ہمارے سپاہی مر گئے تھے؟ کیا کوئی دوسرا تمہیں اس پُر رونق بازار میں بچانے نہیں آیا۔"
مہاراجہ ہری سنگھ گرجنے لگا۔

"حضور میں آپ کے سامنے جھوٹ بولنے کی گستاخی نہیں کرسکتا۔ سپاہی مجھے بچانے کے لئے فوراً پہنچ گئے۔ انہوں نے بڑی جرأت کا مظاہرہ کرکے اُس خطرناک غنڈے کو گرفتار بھی کر لیا لیکن آپ کے خاندان کے خاص آدمی کی بیٹی نے اُس کو رہا کرنے کا حکم دیا۔ جب سپاہیوں نے اُس کا حکم ماننے سے انکار کیا تو انہیں دھمکیاں دی گئیں۔" شیام لال نے کہا۔

"کون ہے وہ گستاخ لڑکی اور کس سُور کی اولاد ہے وہ ـــــ" مہاراجہ کی دھاڑ سے محل کی دیواریں ہلنے لگیں۔

"حضور! وہ آپ کے ایک خاص مشیر کی بیٹی ہے اور اُس نے نہ صرف آپ کو آپ کے سپاہیوں کو اور مجھے بے عزت کر دایا بلکہ اُس نے اس غنڈے کی حوصلہ افزائی کی اُسے اپنے ساتھ گھوڑا گاڑی میں بیٹھنے کو کہا۔ خود بھی اُس کے ساتھ بیٹھ گئی اور سب دیکھتے رہے۔ حضور کیا ہمارا قصور یہ ہے کہ ہم آپ کے وفادار ہیں ـــ" شیام لال کہنے لگا۔

"میں نے اپنے کسی مشیر کو غلاموں کی حوصلہ افزائی کرنے کی اجازت نہیں دی ہے۔ میں نہیں سمجھ سکتا کہ میرے سپاہیوں نے کس طرح کسی معمولی لڑکی کے حکم پر ایک خطرناک غنڈے کو رہا کیا۔ یہ ایک ناقابلِ معافی جرم ہے۔ میں اُس مشیر کا نام سُننا چاہتا ہوں۔" مہاراجہ ہری سنگھ نے کہا۔

"حضور وہ لڑکی عالی شاہ کی بیٹی ہے ـــ" شیام لال نے جواب دیا۔

"عالی شاہ۔! کون عالی۔!" مہاراجہ ہری سنگھ کے ماتھے کے شکن نمایاں ہو گئے۔

"جناب اگر گستاخی نہ ہو تو اُس کا اصلی نام عرض کروں۔" شیام لال نے کہا۔

"ہم فوراً اُس کا نام سُننا چاہتے ہیں۔" مہاراجہ ہری سنگھ نے کہا۔

"حضور اُس کا اصلی نام ہے شاہی خادم۔ وہ آپ کے خاندان کا پُرانا اعلاچی تھا۔ اب اس کا نام تبدیل کر کے حضور نے عالی شاہ رکھا ہے ـــ" شیام لال نے کہا۔

"اوہ۔ وہ شاہی خادم۔ میرے چاچا کی ایک حقیر کنیز کا ناجائز بیٹا۔ آخر اُس کا غلامانہ خون آج اپنا رنگ لے آیا ہے۔" مہاراجہ ہری سنگھ کا چہرہ غصّے میں تمتمانے لگا۔

Dr. Khwaja Farooq Renzu Shah Collection, Srinagar

CC-0. In Public Domain. Digitization by eGangotri

مہاراجہ کے دربار میں موجود تمام منیر مہاراجہ کے ان الفاظ پر حیران ہو گئے، وہ جانتے تھے کہ شاہی خادم نے کس طرح تمام عمر مہاراجہ کے خاندان کی خدمت کی اُس نے مہاراجہ خاندان کے نام پر اور اُس خاندان کا وفادار ہونے کے ناطے وادی کے لوگوں پر اتنا ظلم ڈھایا کہ لوگ اس کا نام سُن کر لرز اُٹھتے تھے۔ اُس کی خدمت مدنظر رکھ کر مہاراجہ پرتاپ سنگھ نے اُسے کئی جاگیریں عطا کی تھیں اور اُسے اعلاانچی کے عہدے سے اُٹھا کر ایک دم اپنا منیر بنایا منیر کا منصب حاصل ہونے کے بعد خادم لفظ اُس کے نام کے ساتھ اچھا نہیں لگتا تھا۔ اس لئے مہاراجہ نے اُس کی درخواست پر یہ نام تبدیل کر کے اُس کا نام عالی شاہ رکھا۔ اس نام کی تبدیلی کا خاص ڈھنڈورا پٹوایا گیا عالی شاہ کو ہر جگہ مہاراجہ کے خاص آدمیوں میں شمار کیا جاتا تھا۔ ہر ایک اُس کے اقتدار و اختیار سے واقف تھا۔ اُس کے پاس صرف حکومت تھی بلکہ کافی دولت بھی جمع ہونے لگی۔ مہاراجہ ہری سنگھ نے عالی شاہ پر مہاراجہ خاندان کی مہربانیوں کا سلسلہ جاری رکھا اور وہ دربار میں ایک اہم آدمی تصوّر کیا جاتا تھا۔ یہ عالی شاہ کی زندگی میں پہلا موقعہ تھا جب مہاراجہ ہری سنگھ نے انتہائی نفرت سے اُس کا نام اپنے منہ سے لیا۔

جب دربار میں شیام لال عالی شاہ کے خلاف شکائیت کر رہا تھا تو عالی شاہ بھی اس وقت دربار میں موجود تھا۔ مہاراجہ کا غصہ دیکھ کر اُس کا تمام بدن کپکپانے لگا اور چہرے کا رنگ سفید پڑ گیا۔

"کہاں ہے شاہی خادم ـ" مہاراجہ ہری سنگھ دھاڑ رہا تھا۔

عالی شاہ عرف شاہی خادم اپنی جگہ سے اُٹھا اور مہاراجہ کی جانب بڑھنے لگا۔ سارے دربار پر سناٹا چھا گیا۔

"حضور ـ!" عالی شاہ نے مہاراجہ کے آگے اپنا سر خم کیا۔

"جو داستان شیام لال نے سُنائی وہ تم نے بھی سُنی ہو گی"۔ مہاراجہ نے غصے سے بھرپور لہجے میں کہا۔

"حضور میں نے ساری بات سُن لی۔ مجھے صرف ایک گلہ ہے کہ حضور نے میری صفائی سُننے سے پہلے ہی میری وفاداری پر شک کیا۔ میں نے ساری عمر آپ کے خاندان کی خدمت کی ہے۔ آپ کے خاندان کے ہر دشمن کو ختم کیا اور ہر باغی کا سر اُبھرنے سے پہلے ہی کچل دیا۔ میں نے مہاراجہ کے جے جے کار کے نعرے ہر طرف لگوائے۔ میں اگرچہ ایک کنیز کی اولاد ہوں لیکن میری رگوں میں آپ کے خاندان کا خون دوڑ رہا ہے۔ اس لئے میرا خون کبھی بھی مہاراجہ خاندان کے دشمنوں کا

Dr. Khwaja Farooq Renzu Shah Collection, Srinagar

CC-0. In Public Domain. Digitization by eGangotri

وجود برداشت نہیں کرے گا۔ آج تک کسی نے بھی میری وفاداری پہ شک نہیں کیا لیکن آج زندگی میں پہلی بار بھرے دربار میں مجھے رُسوا کیا جا رہا ہے۔" عالی شاہ یہ کہتے کہتے جذبات کی رو میں بہہ کر رونے لگا۔

مہاراجہ ہری سنگھ کو عالی شاہ کی خدمتوں کا فوراً احساس ہو گیا۔ اُس نے فوراً اپنا لہجہ بدل دیا۔

"عالی شاہ۔ تم خود یہ بات سمجھ سکتے ہو کہ شیام لال نے بھرے دربار میں جو داستان سنائی اُس کے مُطابق تمہاری بیٹی نے ہمارے دشمنوں کی حوصلہ افزائی کی ہے۔ جہاں تک مجھے یاد ہے کہ تمہاری بیٹی جب بھی ہمارے محل میں آئی وہ پردے میں رہتی تھی اُس کا پردے میں رہنا ہم نے ہمیشہ اپنے لئے توہین سمجھ لیا ہے اور اُس نے ہماری عزت کرنے کا طریقہ بھی نہیں سیکھا ہے۔ شیام لال کی داستان سُن کر ہمیں پُورا یقین ہو گیا ہے کہ وہ ہمارے دشمنوں کے ساتھ ملی ہوئی ہے۔ اُس نے آج مہاراج گنج میں کھلم کھلا غنڈوں کا ساتھ دے کر اور ہمارے خاندان کے وفادار آدمیوں کی بے عزتی کروا کر ہمارے غصّہ کو دعوت دی ہے۔ چونکہ وہ تمہاری بیٹی ہے اس لئے اُس کی ساری ذمہ داری تم پر عائد ہوتی ہے۔" مہاراجہ ہری سنگھ نے کہا۔

"نہیں۔ وہ میری بیٹی نہیں ہے۔" عالی شاہ نے بھرے دربار میں وانسگاف اعلان کیا۔

'کیا۔' سب حیرانی کے عالم میں اُس کا مُنہ تکنے لگے۔

"جی ہاں حضور۔ وہ میری اولاد نہیں ہے۔" عالی شاہ نے بات دُہرائی۔

"پھر کون ہے وہ؟ اور آپ کے گھر میں کیسے پل رہی ہے وہ؟" مہاراجہ ہری سنگھ نے پوچھا

"حضور یہ ۱۸۹۵ء کا واقعہ ہے جس دن آپ نے جنم لیا۔ میں آپ کے جنم کی خوشی میں سارے شہر کو چراغاں کرانے میں مصروف تھا۔ مجھے اچھی طرح یاد ہے کہ ایک لوہار احد جو نے اپنی جھونپڑی کے باہر کوئی بھی چراغ آپ کے جنم کی خوشی میں روشن نہیں کیا تھا۔ مجھ سے اُس کی یہ گستاخی برداشت نہ ہو سکی اور میں نے اپنے سپاہیوں کو احد جو کو مارنے کا حکم دیا۔ جوانی کا جوش بھی تھا اور آپ کے جنم کی خوشی بھی تھی کہ مستی میں آکر لوہار اور اُس کی بیوی کو اتنا مارا گیا کہ وہ دونوں مر گئے۔ اُس گھر میں صرف ایک دُودھ پیتی چھوٹی بچی زندہ رہی۔ آج جس لڑکی نے شیام لال پر حملہ کرنے والے غنڈے کی مدد کر کے آپ کے خاندان کی بے عزتی کی ہے' وہ اُسی لوہار کی بیٹی ہے۔ میں نے اُسے گھر میں لا کر جوان کیا۔ اُس کی رگوں میں میرا خون نہیں دوڑ رہا ہے۔" شاہی خادم نے پُوری کہانی سنائی۔

"اوہ۔ تو اُس کا اپنا خون رنگ لے آیا ہے۔" مہاراجہ ہری سنگھ نے طنزیہ لہجے میں کہا۔

Dr. Khwaja Farooq Renzu Shah Collection, Srinagar

CC-0. In Public Domain. Digitization by eGangotri

"حضور میں اس خون کو سفید کر دوں گا۔" شاہی خادم عرف عالی شاہ نے کہا۔

"ہم چاہتے ہیں کہ تمہاری اس مُنہ بولی بیٹی کو ایسی سزا مل جائے کہ سب کو عبرت حاصل ہو۔" مہاراجہ ہری سنگھ نے کہا۔

"حضور۔ اگر گستاخی نہ ہو تو میں یہ بات صاف کہہ دوں کہ میں نے اُس کو کبھی اپنی بیٹی نہیں سمجھا ہے۔ نہ اپنی بیٹی نہ ہی مُنہ بولی بیٹی۔ میں نے اُسے کسی خاص وجہ سے پالا ہے۔" عالی شاہ نے کہا۔

"عالی شاہ۔ تم اُسے میرے پاس بھیجدو۔" مہاراجہ نے عالی شاہ کو حکم دیا۔

"مگر حضور۔ وہ ۔۔۔" عالی شاہ نے کہنا چاہا۔

عالی شاہ۔ میں نے جو کہہ دیا ہے اُس کا مطلب تم اچھی طرح سمجھتے ہو۔ کل اُسے میرے پاس لانا۔" مہاراجہ ہری سنگھ نے گونج دار آواز میں کہا۔

عالی شاہ کچھ کہنا چاہتا تھا لیکن اُس کی زبان گنگ ہو گئی۔ اُس کے ساتھ ہی مہاراجہ ہری سنگھ کا دربار اختتام پذیر ہوا۔

Dr. Khwaja Farooq Renzu Shah Collection, Srinagar

CC-0. In Public Domain. Digitization by eGangotri

نواں باب

ترانہ کا قلم تیزی کے ساتھ سفید کاغذ پر سرک رہا تھا۔ اُس نے چند سطور لکھے پھر اُنہیں دوبارہ پڑھنے لگی، بے اطمینانی کے ساتھ وہ اپنا سر ہلانے لگی اور سینکڑوں دوسرے کاغذات کی طرح اُس نے وہ کاغذ بھی پھاڑ دیا۔ کمرے میں چاروں طرف پھیلے ہوئے کاغذات کا ڈھیر بکھرا ہوا تھا۔

ترانہ کے دل و دماغ پر عظیم چھایا ہوا تھا۔ جب سے اُس نے عظیم کو دیکھا اُس کا سارا چین جیسے اُس سے چھین گیا۔ عظیم راستے کے موڑ پر اُتر کر نظروں سے اوجھل ہوا، ترانہ کے دل کے گوشوں میں عظیم کی شخصیت کے سائے پھیلے ہوئے تھے۔ مہاراج گنج سے واپس گھر آکر ترانہ سیدھے اپنے گھر میں گئی اور تب سے وہ عظیم کو چند سطور لکھنے کی کوشش کر رہی تھی۔ اس کوشش میں ترانہ کبھی کھُلے الفاظ میں اپنے دل کی حالت بیان کرنے کی کوشش کر رہی تھی اور کبھی دبے دبے لفظوں میں اپنے دل کے جذبات پیش کر رہی تھی۔

عظیم کو دیکھنے کے بعد ترانہ کا دل یہی چاہتا تھا کہ وہ اُس سے بار بار ملے۔ اُس نے عظیم کو گھوڑا گاڑی میں بیٹھنے کی دعوت دے کر اپنی طرف سے پہل کی تھی لیکن سڑک کے ایک موڑ پر اچانک اُتر کر عظیم اس طرح چلا گیا جیسے وہ دوبارہ ترانہ سے ملنے کا ارادہ بھی نہیں رکھتا ہو نہ ہی عظیم نے ترانہ سے کوئی ایسی بات کی کہ دوبارہ ملنے کا سلسلہ شروع ہو جاتا نہ ہی اپنا پتہ بتایا۔ لیکن ترانہ کو یقین تھا کہ اُس کا نوکر عظیم کے گھر کا پتہ معلوم کر کے اُس کا پیغام اُسے پہنچائے گا تا کہ ملاقاتوں کا نیا سلسلہ شروع ہو جائے۔

کافی محنت کے بعد ترانہ نے چند الفاظ قلم بند کئے۔

Dr. Khwaja Farooq Renzu Shah Collection, Srinagar

CC-0. In Public Domain. Digitization by eGangotri

عظیم صاحب۔
گلہائے عقیدت!
میں کل سڑک کے اُسی موڑ سے دوبارہ گزروں گی جہاں آپ گاڑی سے اُتر کر چلے گئے تھے
اگر وہاں پر آپ سے ملاقات کا موقعہ مل جائے تو میں اپنے آپ کو خوش نصیب سمجھوں گی۔
آپ کی خیر خواہ
ترانہ

ترانہ نے اِس خط کو کئی بار پڑھا۔ پورا اطمینان ہونے کے بعد اُس نے خط کو ایک نفیس اور خوبصورت لفافے میں بند کیا۔ نوکر کے ذریعہ اُس نے گھوڑا گاڑی کے کوچوان کو بلوا کر یہ خط اُس کے حوالے کیا۔

"یہ خط اُس نوجوان کو دینا جو آج ہماری گھوڑا گاڑی میں بیٹھا تھا۔" ترانہ نے کوچوان سے کہا۔

"لیکن میں اُس کے گھر کا پتہ نہیں جانتا خط اُس کے پاس کیسے پہنچاؤں ـــ" کوچوان نے کہا۔

"اُس کا نام عظیم ہے۔ اُس جیسا نوجوان اپنے علاقے میں گمنام نہیں ہو سکتا وہاں جا کر اُس کے علاقے میں کسی سے اُس کے گھر کا پتہ معلوم کر لو، وہ ہاتھ آ جائے گا ـــ" ترانہ نے کوچوان کو سمجھایا۔

"ٹھیک ہے، میں ابھی جاتا ہوں۔" کوچوان نے نہایت مودبانہ انداز میں کہا اور پیغام لے کر چلا گیا۔

کوچوان کے جانے کے بعد ترانہ عجیب ذہنی کشمکش میں مبتلا ہوئی۔ کس ناطے میں نے عظیم کو یہ پیغام بھیجا۔ ؟ میرا عظیم کے ساتھ کون سا رشتہ ہے ـــ ؟ میں جو کر رہی ہوں اُس کے نتائج کیا نکلیں گے عالی شاہ کیا سوچیں گے ـــ ؟ عظیم ایک ایسا نوجوان ہے جس کے دل میں مہاراجہ اور اُس کی حکومت کے خلاف نفرت کی آگ ہے اور میں اُس گھر میں پل رہی ہوں جو مہاراجہ کا وفادار گھر سمجھا جاتا ہے۔ ہم الگ الگ متوازی لکیروں پر چل رہے ہیں، ہمارا ایک دوسرے سے ملنا ناممکن سی بات لگتی ہے۔ ؟ لوگ کیا کہیں گے ؟ عالی شاہ کیا کہے گا ؟ مہاراجہ اگر سن لے گا تو کیا سمجھے گا ؟ ترانہ ہزاروں سوالات اپنے آپ سے کر رہی تھی۔

اچانک کمرے میں لگے بڑے گھڑیال نے شام ہونے کا اعلان کیا۔ ترانہ چونک اُٹھی۔ شام کا وقت ہو چکا تھا۔ اُسے احساس ہوا کہ نماز پڑھنے کا وقت آ چکا ہے۔ ترانہ نے جلدی جلدی وضو کیا اور اپنے تمام جسم کو ڈھک کر ذات پاک کے آگے سر کو سجدہ میں جھکا کے فریضہ ادا کرنے لگی۔ نماز ادا کرنے کے بعد وہ ذات الٰہی سے عظیم کی کامیابی کے بارے میں دعا مانگنے لگی۔

Dr. Khwaja Farooq Renzu Shah Collection, Srinagar

CC-0. In Public Domain. Digitization by eGangotri

"اے اللہ۔ ! میں عظیم کو نہیں جانتی لیکن مجھے اس شخص میں ایک بلند کردار انسان نظر آیا۔ اس بدنصیب قوم میں جو صدیوں سے غلامی کی زنجیروں میں جکڑی ہوئی ہے۔ اس جیسے انسان کا پیدا ہونا آپ کی رحمت ہے۔ میں خود ایک ایسے گھر میں پل رہی ہوں جو ظالموں کا وفادار ہے۔ اور مظلوموں کا دشمن۔ لیکن میری تمام ہمدردیاں مظلوموں کے ساتھ ہے۔ آج عظیم نے ظلم کے خلاف آواز اُٹھا کر میری آنکھیں کھول دیں۔ اے اللہ۔ ! اس شخص کو ہمت عطا فرما تاکہ وہ اپنی قوم میں عزت کا مقام حاصل کرنے کا حوصلہ پیدا کر سکے۔" ترانہ اللہ کے سامنے آہ و زاری کرنے لگی۔

ترانہ دُعا مانگنے کے بعد بھی اپنی جگہ پر بیٹھی عبادت میں مصروف رہی۔ وہ قرآن مجید کی تلاوت کرنے لگی۔ اُس کے چہرے سے نور ٹپک رہا تھا۔ وہ بہشت کی ایک حُور نظر آ رہی تھی۔

کسی نے ترانہ کے کمرے کا دروازہ پیچھے سے کھولا۔ ہلکی سی آواز اُبھری۔ ترانہ عبادت میں اتنی غرق تھی کہ اُس نے دروازہ کھلنے کی آواز نہیں سُنی۔

کوئی آدمی دبے پاؤں کمرے میں داخل ہوا۔ اچانک وہ آدمی ایک کرسی سے ٹکرایا۔ کرسی کے گرنے کی آواز سے ترانہ چونک اُٹھی۔

"کون۔ ؟" اُس نے اپنے آپ کو سنبھال کر پوچھا۔

کوئی جواب نہیں آیا۔ ترانہ نے پیچھے مُڑ کر دیکھا تو وہ حیران ہو گئی۔ کمرے میں عالی شاہ کھڑا ترانہ کو عجیب نظروں سے گھور رہا تھا۔ اُس کی آنکھوں میں عجیب چمک تھی۔ ایک ایسی چمک جو ترانہ نے پہلے کبھی نہیں دیکھی تھی۔

ترانہ اپنی جگہ سے اُٹھ کر ادب کے ساتھ عالی شاہ کے سامنے کھڑی ہو گئی۔

"کیا بات ہے ابا جان۔ خیریت تو ہے۔" ترانہ نے عالی شاہ سے کئی سوال پوچھے۔

عالی شاہ نے جواب نہیں دیا۔ وہ برابر ترانہ کی جانب بڑھ رہا تھا۔

ترانہ نے دوبارہ اُسی سے مخاطب ہو کر کہا۔ "ابا جان آپ جواب کیوں نہیں دیتے۔ ؟"

اس دفعہ عالی شاہ نے اپنا مُنہ کھولا۔

"میں نے تم کو کئی بار کہا ہے کہ مجھے ابا جان مت کہا کرو۔ تم اچھی طرح جانتی ہو کہ میں تمہارا باپ نہیں ہوں۔" عالی شاہ نے کہا۔

"جی ہاں میں یہ بات اچھی طرح جانتی ہوں لیکن میں نے آپ کے گھر میں ہی آنکھیں کھولی ہیں اور آپ نے ہی مجھے پالا پوسا، پروان چڑھایا۔ اس لئے میں آپ کو اپنا باپ سمجھ رہی ہوں۔"

Dr. Khwaja Farooq Renzu Shah Collection, Srinagar

CC-0. In Public Domain. Digitization by eGangotri

ترانہ نے اُس سے کہا۔

"تم یہ بھی جانتی ہو کہ اس گھر میں تمہارے بغیر میں نے کسی دوسرے کو کوئی اہمیت نہیں دی۔ میں نے کبھی اپنی بیوی کو مُنہ نہیں لگایا۔ یونہی اپنی زندگی کے دن پورے کرنے پر مجبور رہوں۔ میں نے یہی چاہا کہ تم اس گھر میں شان و شوکت سے رہو۔" عالی شاہ نے کہا۔

"اباجان میں آپ کی مہربانیوں کا شکر گذار ہوں لیکن اس کے ساتھ ہی میں نے ہمیشہ یہی چاہا ہے کہ آپ اماں جان کی طرف پورا دھیان دیں۔ آپ نے ہمیشہ مہاراجہ کے محلوں میں اپنا وقت گذارا اور کبھی اپنی بیمار بیوی کا خیال نہیں کیا۔ آپ کے اس سلوک کی وجہ سے گھر کی یہ حالت ہوگئی ہے۔ اماں جان کو اگر آپ کا پورا حق مل جاتا تو وہ اس حالت تک نہ پہنچتی۔ وہ بیچاری آپ کی عدم توجہی کی وجہ سے ناکارہ ہو چکی ہے۔" ترانہ نے اُس سے کہا۔

"ترانہ۔ تم نے بہت باتیں سیکھی ہیں۔ تم کو معلوم ہونا چاہئیے کہ عالی شاہ کے سامنے کسی کو زبان ہلانے کی بھی اجازت نہیں۔" عالی شاہ نے غصے میں کہا۔

اباجان میرے سامنے آپ عالی شاہ نہیں بلکہ میرے باپ ہیں۔ مجھے آپ پر پورا حق ہے اور میں آپ کو ہر حقیقت سے روشناس کرا سکتی ہوں۔" ترانہ نے کہا۔

"ترانہ۔ ان باتوں کو چھوڑ دو۔ میں آج ایک ضروری کام کی خاطر تمہارے پاس آیا ہوں۔" عالی شاہ نے بات کاٹ کر میٹھی آواز میں کہا۔

"اباجان آپ حکم کیجئے میں اس کی تعمیل کرنا اپنا فرض سمجھوں گی۔" ترانہ نے جواب دیا۔

"کل مہاراجہ ہری سنگھ نے تمہیں بلایا ہے۔" عالی شاہ نے گھمبیر لہجے میں کہا۔

"مجھے بلایا ہے؟ اس کا میرے پاس کیا کام ہو سکتا ہے۔" ترانہ نے حیرانگی سے پوچھا۔

"مجھے نہیں معلوم کہ کیوں بلایا ہے لیکن اُس کے پاس جانا بہت ضروری ہے ورنہ مُنہ دکھانے کے قابل نہیں رہوں گا۔" عالی شاہ نے اُس سے کہا۔ اُس نے جان بوجھ کر دربار کی کاروائی اور مہاراجہ کے غصے کا کوئی ذکر نہیں کیا۔

"لیکن اباجان وہ آپ کو یہ ضرور بتا سکتے تھے کہ ان کو آپ کی بیٹی کے ساتھ کیا کام ہو سکتا ہے۔" ترانہ نے عالی شاہ سے کہا۔

"ترانہ۔ تم میرے ساتھ بحث کرنے لگی ہو۔ میں تم سے کہتا ہوں کہ کل شام تم مہاراجہ ہری سنگھ کے پاس جاؤ گی اور میں بھی تمہارے ساتھ آؤں گا۔" عالی شاہ نے حاکمانہ لہجے میں کہا۔

Dr. Khwaja Farooq Renzu Shah Collection, Srinagar

CC-0. In Public Domain. Digitization by eGangotri

"اباجان! مجھے یوں وہاں جانا اچھا نہیں لگتا۔" ترانہ نے کہا۔

"ترانہ۔ میں تمہارے ساتھ ہوں۔ ممکن ہے مہاراجہ نے ہمارے فائدہ کی بات سوچی ہو۔" عالی شاہ نے ترانہ سے کہا۔

"اباجان۔ مہاراجہ ایک ظالم آدمی ہے۔ اُس کے آدمی یہاں کے لوگوں پر ظلم کر رہے ہیں ایک ظالم سے فائدہ کی کیا اُمید رکھیں۔" ترانہ نے اپنے دل کی بات کہی۔

عالی شاہ اُس کی بات سُن کر غصّے سے آگ بگولہ ہو گیا۔ اُسے تھوڑی دیر پہلے کا واقعہ یاد آیا۔ جب ترانہ کی وجہ سے اُسے مہاراجہ کے سامنے ذلیل ہونا پڑا۔ اُسے معلوم تھا کہ ترانہ اب باغیوں سے مل چکی ہے اور اب وہ خود ترانہ کا تیز لہجہ بھی سُن رہا تھا لیکن اُس نے اپنے غصّے کو اندر ہی اندر دبائے رکھا۔

"ترانہ۔ ہم مہاراجہ کے نمک خوار ہیں اُس کے وفادار لوگوں میں شمار کئے جاتے ہیں۔ اور ہمیں اس کے علاوہ کوئی دوسری بات سوچنی بھی نہیں چاہیئے۔ تم کل شام تیار رہو گی اور ہم دونوں اُس کا حکم سُننے کے لئے اُن کے پاس جائیں گے۔" عالی شاہ نے حلیم لہجے میں کہا۔

ترانہ نے جواب میں کوئی دوسری بات کہنی چاہی لیکن اُس کے لب ہلنے سے پہلے عالی شاہ نے کہنا شروع کیا۔

"ترانہ میں تمہاری کوئی نئی جرح سُننا نہیں چاہتا ہوں۔ میں تمہیں جو کچھ حکم دے رہا ہوں وہ تمہیں پورا کرنا ہوگا۔" یہ کہہ کر وہ کمرے سے باہر نکلا۔

'ترانہ اپنے کمرے میں اکیلی رہ گئی لیکن عالی شاہ نے اُس کے ذہن پر ایک بھاری بوجھ ڈالا۔ وہ بار بار سوچنے لگی کہ مہاراجہ نے آخر کس مقصد کے لئے اُسے محل میں بلوایا۔ اس کی چھٹی حس کہہ رہی تھی کہ اس بُلانے کا تعلق آج کے اس واقعہ سے منسلک ہوگا۔ جب اُس نے بھرے بازار میں مہاراجہ کے دشمن نوجوان عظیم کی مدد کی۔ ترانہ کا ضمیر بار بار اُسے یہ سوچنے پر مجبور کر رہا تھا کہ مہاراجہ کا خاندان مظلوم قوم کا استحصال کر رہا تھا انہیں اپنے غلام سمجھ رہا تھا۔ وہ یہ بات بھی سمجھتی تھی کہ عالی شاہ کو بھی مہاراجہ خاندان میں ایک غلام کا درجہ حاصل تھا۔ یہ دوسری بات تھی کہ پرانے رشتوں کے باعث عالی شاہ کو چند مراعات دی گئیں تھیں لیکن اُسے اپنی حد سے باہر بڑھنے نہیں دیا گیا۔ وہ جانتی تھی کہ عالی شاہ اپنے ذاتی فائدے کے لئے قوم کے ساتھ دھوکہ کر رہا تھا جبکہ وہ نوجوان جس کی مدد کے لئے وہ اُٹھی تھی، قوم کے وقار کو بڑھانا چاہتا تھا۔ مہاراجہ کی حکومت کے

Dr. Khwaja Farooq Renzu Shah Collection, Srinagar

CC-0. In Public Domain. Digitization by eGangotri

کارندے یہاں کے معصوم عوام کو دونوں ہاتھوں لوٹ رہے تھے۔ اور عالی شاہ اِس گناہ میں اُن کا شریک تھا۔ اگر عظیم ان ڈاکوؤں کے خلاف لڑ رہا ہے تو اُس نے آج اُس کی مدد کر کے کوئی گناہ نہیں کیا۔ ترانہ یہی سب کچھ سوچ رہی تھی کہ کمرے کا دروازہ کسی نے کھٹکھٹایا۔

"آجاؤ اندر ـــــ" ترانہ نے بے توجہی سے کہا۔

کوچوان کمرے میں داخل ہو کر ترانہ کے سامنے مؤدبانہ انداز میں کھڑا ہو گیا۔

"کیا عظیم صاحب سے ملے؟ کیا انہوں نے ـ ـ ؟" ترانہ نے ایک ساتھ کئی سوال کر ڈالے۔

"جی، عظیم صاحب نے بڑی عزت کے ساتھ آپ کا لفافہ حاصل کیا اور جواب میں انہوں نے مجھے یہ خط دیا ہے۔" کوچوان نے عظیم کا خط ترانہ کے لرزتے ہاتھوں میں تھما دیا۔

ترانہ اندر ہی اندر خوشی میں جھومنے لگی۔ اُسے یقین بھی نہیں آ رہا تھا کہ عظیم اُس کے خط کو اتنی اہمیت دے گا۔ اُس کے دل کی دھڑکنیں تیز ہونے لگیں۔

کوچوان بھی کمرے سے باہر چلا گیا اور ترانہ نے کمرہ اندر سے بند کیا۔ وہ بار بار عظیم کے خط کو چومنے لگی۔ اُس کا چہرہ فرطِ مسرت سے چمکنے لگا اور گہری آنکھوں میں خوشی کی لہریں اُبھرنے لگیں۔ لرزتے ہاتھوں سے اُس نے خط کو کھولا۔

ترانہ صاحبہ!

آپ کے خط کا بہت بہت شکریہ۔ آپ کی مدد کا میں کافی مشکور ہوں۔ میں صاف صاف الفاظ میں آپ کو یہ لکھ دینا اپنا فرض سمجھتا ہوں کہ میرے دل میں مہاراجہ کی حکومت کے خلاف نفرت موجود ہے۔ آج آپ نے میری مدد کر کے میرے جذبات اور اصولوں کا ساتھ دیا۔ اِس لئے میرے دل میں آپ کے لئے احترام پیدا ہو گیا۔ میں کل اُس موڑ پر آپ کا انتظار ضرور کروں گا۔ جہاں آپ نے مجھے چھوڑا تھا۔ اگر ابھی تک آپ میرے جذبات کی قدر کرتی ہیں اور ہمیشہ اِس سے اتفاق کرتی رہیں گی تو میں کل کی ملاقات کو اپنے لئے باعثِ فخر سمجھوں گا۔

آپ کا دعا گو
عظیم

ترانہ نے عظیم کا یہ خط بار بار پڑھا۔ عظیم کی صاف گوئی، جرأت اور سچائی اِس خط سے صاف طور پر عیاں تھی۔ ترانہ کے ساتھ ملاقاتوں کا سلسلہ شروع کرنے سے پہلے یہ بات عظیم واضح کرنا چاہتا تھا کہ وہ تب اُس سے ملنا پسند کرے گا جب اُس کے دل میں بھی مہاراجہ کی حکومت کے

Dr. Khwaja Farooq Renzu Shah Collection, Srinagar

CC-0. In Public Domain. Digitization by eGangotri

خلاف نفرت کا جذبہ موجود ہو۔ چونکہ یہ بات صاف تھی کہ دُنیا کے سامنے ترانہ اُس عالی شاہ کی بیٹی تھی جو مہاراجہ کے خاص آدمیوں میں شمار کیا جاتا تھا۔ اس لئے کوئی بھی بیٹی باپ کے دشمنوں کے ساتھ اس وقت تک ہاتھ ملانا پسند نہیں کرے گی جب تک کہ وہ پوری طرح اپنے باپ کی غیر اصولی کے خلاف ہو۔

چونکہ ترانہ نے ہی عظیم کے ساتھ رابطہ بڑھانے میں پہل کی۔ اس لئے عظیم نے ترانہ کے خط کا جواب ایک ایسے حسین پیرائے میں دیا کہ ترانہ دل ہی دل میں عظیم کی تعریف کرنے لگی۔

"عظیم شائد تمہیں نہیں معلوم کہ جتنی نفرت تم مہاراجہ کی حکومت کے ساتھ کرتے ہو۔ اس سے زیادہ نفرت مجھے ہے لیکن فرق صرف اتنا ہے کہ تم کھلے عام اپنی نفرت کا اظہار کرنے کی جرأت رکھتے ہو جبکہ میں اندر ہی اندر اس نفرت کے جذبے کو دبائے بیٹھی ہوں" ترانہ عظیم کا خط پڑھ کر دل ہی دل میں اُسے جواب دے رہی تھی۔

عالی شاہ نے جو بھاری بُوجھ ترانہ کے معصوم ذہن پر ڈالا تھا۔ وہ عظیم کے خط سے ہلکا ہو گیا۔ اُس کا سارا وجود خوشی اور مسرت کے عالم میں جھومنے لگا۔

Dr. Khwaja Farooq Renzu Shah Collection, Srinagar

CC-0. In Public Domain. Digitization by eGangotri

دسواں باب

عظیم اُسی موڑ پر ترانہ کا انتظار کر رہا تھا جو جگہ انہوں نے خط میں طے کر لی تھی۔ کل کا واقعہ اُس کی زندگی کا انوکھا واقعہ تھا۔ مہاراجہ کی حکومت کے ظلم کے خلاف اُس نے بچپن سے لڑا تھا لیکن اُس کی زندگی میں ایسی ہلچل پہلے کبھی نہیں مچی تھی جو ترانہ نے اُس کی مدد کر کے مچا دی۔ ترانہ اُس کے وجود پر چھا گئی۔ اُس کی گاڑی سے اُترنے کے بعد عظیم سیدھے گھر گیا تھا لیکن ایک عجیب بے چینی اُس پر طاری ہو چکی تھی۔ بوڑھی ماں نے اُس کی بے چینی بھانپ لی۔

"کیا بات ہے بیٹا۔؟" اُس نے عظیم سے پوچھا۔

"کچھ نہیں، میں بس ٹھیک ہوں۔" عظیم نے اپنی ماں سے کہا۔ پھر وہ سیدھا اپنے کمرے میں جا کر بے چینی کے عالم میں ٹہلنے لگا۔

"آخر میں بار بار کیوں اُس لڑکی کے بارے میں سوچ رہا ہوں۔ وہ لڑکی ایک ایسے گھرانے سے تعلق رکھتی ہے جس نے مہاراجہ کی خاطر قوم کا استحصال کیا۔ مجھے تو اُس خاندان کے ہر فرد سے دور رہنا چاہیئے۔" وہ خود کو سمجھاتا تھا لیکن اس کے باوجود ترانہ کا خیال بار بار اُسے پریشان کر رہا تھا۔ وہ سمجھ رہا تھا کہ ترانہ نے جس طرح ایک بھرے بازار میں شیام لال کو ذلیل کر کے اُس کا ساتھ دیا اور سپاہیوں کو ڈرا دھمکا کر اُسے اُن کے چنگل سے چھڑوایا وہ اُس کے غیر معمولی کردار کا ثبوت تھا کوئی دوسرا شخص حکومت کا وفادار ہو کر اس طرح کھلے عام حکومت کے دشمنوں کا ساتھ دینے کی جرأت نہیں کر سکتا تھا۔ اتنا سب کچھ کرنے کے بعد جب ترانہ نے عظیم کو اپنے ساتھ گھوڑا گاڑی

Dr. Khwaja Farooq Renzu Shah Collection, Srinagar

CC-0. In Public Domain. Digitization by eGangotri

میں بیٹھنے کی دعوت دی تو وہ عظیم کے باغیانہ جذبے کی حوصلہ افزائی کرنے کے مترادف تھا۔ ترانہ نے بھرے بازار میں یہ ثابت کر دیا کہ وہ مہاراجہ کے باغیوں کی مددگار تھی۔ اس طرح عظیم کے دل و دماغ پر ترانہ چھا گئی۔ وہ بار بار اُس کے متعلق سوچنے لگا۔

چونکہ عظیم نے ترانہ کا چہرہ نہیں دیکھا بلکہ وہ برابر پردے میں رہی لیکن وہ اپنے ذہن کے کینوس پر اُس کی مختلف تصویریں بنا رہا تھا کبھی وہ اُس کے گھنے گیسوؤں کو آکاش کی سیاہ گھنگھور گھٹاؤں کی مانند اُڑا رہا تھا۔ کبھی اُس کی آنکھوں کی گہرائی میں ڈوب جاتا تھا اور کبھی اُس کے چہرے کو چاند کی طرح سجاتا اور سنوارتا تھا۔ ترانہ مختلف حسین و جمیل صورتوں میں اُس کے خیالوں میں اُبھر رہی تھی۔

اُس کے دل میں دوبارہ ترانہ سے ملنے کی خواہش اُبھری تھی تاکہ وہ اُس کا چہرہ دیکھ سکے۔ اُس کے پاس بیٹھ کر ہزاروں باتیں کر سکے۔ عظیم کے کانوں میں بار بار ترانہ کی مترنم آواز گونج رہی تھی اور اُس کے مرمریں ہاتھوں کے لمس کی تپش سے وہ جلنے لگتا تھا۔ ترانہ کے بے پناہ حُسن کی شعاعیں جو انجانے میں ریشمی لباس سے چھلک کر باہر آئی تھیں عظیم کے گرد اپنا حصار قائم کرنے لگیں۔ اسی حالت میں عظیم کو ترانہ کا پیغام ملا۔ وہ یہ پیغام حاصل کر کے فرطِ مسرت سے جھومنے لگا۔

ترانہ کے پیغام نے عظیم کو نئے کشمکش میں ڈال دیا۔ عظیم سمجھ چکا تھا کہ ترانہ بھی وہی جذبات رکھتی ہے جو عظیم کے دل میں موجود تھے۔ پھر بھی اُس نے ایک ایسا خط جواب میں لکھا جس میں ملاقات کی شرط درج تھی۔ وہ شرط تھی مہاراجہ کی حکومت کے خلاف نفرت کا جذبہ۔ عظیم اپنے اصُول برقرار رکھ کر ہی ترانہ سے ملنا چاہتا تھا اور اُسے یقین تھا کہ وہ اس شرط کو بُرا نہیں مانے گی۔

مقررہ وقت پر عظیم راستے کے موڑ پر ترانہ کا انتظار کر رہا تھا۔ اُسے یقین تھا کہ ترانہ ضرور آئے گی جُوں جُوں وقت گزر رہا تھا عظیم کی بے چینی اور بے قراری میں اضافہ ہونے لگا۔ انتظار کے پل بہت آہستہ آہستہ گزرنے لگے۔ عظیم کی نگاہیں اس سڑک پر بچھی ہوئی تھیں۔ جہاں سے اس گاڑی کو آنا تھا چند لمحوں کے بعد ترانہ کی گھوڑا گاڑی نمودار ہوئی۔ جُوں جُوں یہ گاڑی عظیم کے نزدیک آ گئی اُس کے دل کی دھڑکنے کی رفتار میں اضافہ ہونے لگا۔ عظیم کی آنکھیں شوقِ اشتیاق سے ترانہ کو گاڑی میں ڈھونڈنے لگیں۔ ریشمی نقاب اوڑھے ترانہ گاڑی میں شاہانہ وقار کے ساتھ بیٹھی تھی اُس کے حُسن کی شعاعیں نقاب کے باہر چھلک رہی تھیں۔ بڑی بڑی بادامی آنکھیں دُور سے دکھائی دے رہی تھیں جو عظیم پر مرکوز تھیں۔ گاڑی عظیم کے بالکل نزدیک رُکی اور ترانہ گاڑی سے نیچے اُتر کر اُس کے پاس آئی۔

"السلام علیکم عظیم صاحب۔" ترانہ کی آواز میں رس ٹپک رہا تھا۔

Dr. Khwaja Farooq Renzu Shah Collection, Srinagar

CC-0. In Public Domain. Digitization by eGangotri

"وعلیکم السلام۔" عظیم نے جواب دیا۔
"شاید مجھے آنے میں دیر ہوئی۔" ترانہ نے مترنم آواز میں کہا۔
"جی نہیں۔ آپ تو بالکل اپنے وقت پر آئی ہیں ہی ذرا وقت سے پہلے یہاں پہنچ چکا تھا۔"
عظیم نے غیر ارادی طور پر اپنی بے صبری کی کہانی سُنا دی۔
ترانہ کے ہونٹوں پر ایک دلکش مُسکراہٹ پھیل گئی لیکن عظیم اس مسکراہٹ کو دیکھ نہ سکا۔
"عظیم صاحب چلیئے ہم کہیں بیٹھ کر باتیں کرتے ہیں۔" ترانہ نے گاڑی میں بیٹھے ہوئے ہی اس سے کہا۔
"چلیئے میرے گھر چلتے ہیں۔" عظیم نے اُسے گھر آنے کی دعوت دی۔
"جی۔ وہاں تو کسی دوسرے موقعہ پر آئیں گے۔ اس وقت کسی دوسری جگہ پر بیٹھ کر باتیں کریں گے۔"
ترانہ نے بے باکی سے کہا۔
"اگر آپ کو کوئی اعتراض نہ ہو تو ماران نہر کے کنارے بیٹھیں گے۔" عظیم نے کہا۔
"آپ نے میرے مُنہ کی بات چھین لی۔ مجھے بھی ماران نہر کا کنارہ پسند ہے۔ آئیے میرے ساتھ گاڑی میں بیٹھئے۔" ترانہ نے اس کی بات سے اتفاق کرتے ہوئے کہا۔
عظیم گاڑی پر چڑھ کر ترانہ کے قریب بیٹھ گیا اور کوچوان گھوڑا گاڑی کو ماران نہر کی طرف لے جانے لگا۔
عظیم اور ترانہ دونوں اپنی اپنی جگہوں پر بیٹھے ایک دوسرے کے بارے میں سوچ رہے تھے۔ رسمی طور پر دونوں نے ایک دوسرے سے بہت باتیں کیں لیکن دل کی باتوں کا سلسلہ کس طرح چھیڑ دیا جائے دونوں سوچ رہے تھے۔ یہی سوچتے سوچتے گاڑی ماران نہر کے کنارے پر رُک گئی۔
نہر کا صاف و شفاف پانی اپنی پوری رفتار کے ساتھ رواں دواں تھا۔ ہلکی ہلکی ہوا چل رہی تھی۔ ترانہ اور عظیم گاڑی سے اُتر کر نہر کے کنارے کنارے چلنے لگی۔ فضا میں یوں مستی چھائی ہوئی تھی۔ ہوا کے ہلکے ہلکے جھونکے ترانہ کا نقاب اُلٹنے کی کوشش میں مصروف تھے اور عظیم بار بار ترانہ کی جانب دیکھتا تھا تاکہ وہ اُس کا نقاب اُلٹتے ہی حسن کا دیدار کر سکے۔ نالہ کا پانی جھومتا لہراتا اپنی منزل کی جانب دوڑ رہا تھا۔ کنارے پر چنار، بادام، اخروٹ اور پھلوں کے سینکڑوں درخت دُور دُور تک پھیلے ہوئے تھے۔ بادام کے شگوفوں نے فضا کو معطر اور خوبصورت بنا دیا تھا۔ نالہ کے جھومنے بل کھاتے پانی میں بھی ان سفید گلابی خوبصورت شگوفوں کے عکس لہرا رہے تھے۔ چنار کے بڑے بڑے درختوں نے کنارے کو اپنے سائے میں سمیٹ رکھا تھا۔ نالہ میں پانی کے جھومنے سے پیدا ہونے والی ہلکی مدھر آواز نے سارے فضا میں میٹھا رس بھر دیا تھا۔ فضا کی مستی اور خوبصورتی نے عظیم اور ترانہ پر ایک جادوئی

Dr. Khwaja Farooq Renzu Shah Collection, Srinagar

CC-0. In Public Domain. Digitization by eGangotri

کیفیت طاری کردی تھی وہ ایک دوسرے کے ساتھ یُوں چل رہے تھے، جیسے خدا نے دونوں کو ساتھ ساتھ رہنے کے لئے بنایا تھا۔ وہ کافی دیر تک کنارے پر یُوں ہی چلتے رہے۔ اُن کے لب خاموش تھے لیکن دونوں کے دِل ایک دوسرے سے ہمکلام تھے۔ وہ ایک دوسرے کی دھڑکنیں سُن رہے تھے بیخودی کے اس عالم میں دونوں ایک دوسرے کے قریب آتے چلے گئے۔ فضا میں پوُری مستی چھائی ہوئی تھی۔ وہ دونوں ایک دوسرے کے ساتھ چل رہے تھے کہ سامنے درختوں نے روک لیا تھا۔ سامنے دو موٹے موٹے چنار کے درختوں کے بیچ ایک چھوٹا سا راستہ بنا ہوا تھا جس میں سے صرف ایک ہی آدمی جا سکتا تھا۔ عظیم پہلے ہی اس چھوٹے راستے میں اپنے آپ کو سمٹ کر گذر گیا اور پھر اُس نے ترانہ کا مرمریں ہاتھ پکڑ کر اسے اپنی طرف کھینچا۔ ایک دوسرے کے ہاتھ چھونے کے احساس سے دونوں کے بدن سراپا جلنے لگے۔ ایک بے خودی کا عالم تھا اور خاموشی ہزاروں داستانیں سُنانے لگیں۔ ترانہ نے کسمسا کر اپنا ہاتھ چھڑانے کی ایک ناکام کوشش کی لیکن عظیم کے مضبوط ہاتھوں نے اُس کا ہاتھ چھوڑنے سے انکار کیا۔ پھر دونوں یونہی ایک دوسرے کا ہاتھ پکڑے ہوئے کنارے کنارے چلنے لگے۔ ایک دوسرے کے دِل کی دھڑکنوں کی تال پر ان دونوں کا وجود رقص کرنے لگا۔

ایک تیز ہوا کا جھونکا آیا اور ترانہ کا نقاب چہرے سے اُٹھ گیا۔ عظیم نے اُس کے چہرے پر ایک بھر پوُر نظر ڈالی، وہ حسن و جمال کا ایک پیکر تھی۔ شرم و حیا سے ترانہ کے گالوں پر شفق کی سی سُرخی چھا گئی۔ اُس کے پتلے گلابی ہونٹ پھولوں کی پنکھڑیوں کی مانند تھرتھرانے لگے۔ جھیل جیسی گہری آنکھوں کو غلافی پلکوں نے ڈھک لیا۔ اُس کے روشن ماتھے پر شرم سے پسینے کی بوندیں نمودار ہوگئیں اُس نے فوراً اپنا ہاتھ عظیم کے ہاتھ سے چھڑا کر اپنا نقاب سنبھال کر چہرے کو چھپا لیا۔

عظیم کو ایسا لگا جیسے چاند ایکدم چھپ گیا ہو۔

"ترانہ صاحبہ۔ بہت خوبصورت ہیں آپ۔" عظیم نے داد بھرے لہجے میں کہا۔

ترانہ نے پہلی دفعہ کسی مرد کی زبان سے اپنی خوبصورتی کی تعریف سُنی۔ اُس کے دِل کی دھڑکنوں میں اضافہ ہوا۔ وہ جواب میں بہت کچھ کہنا چاہتی تھی لیکن اُس کی زبان سے کوئی بات ہی نہ نکل رہی تھی

"اب تو میں نے آپ کا حسین چہرہ دیکھ لیا دوبارہ پردہ کرنے کی کیا ضرورت ہے۔" عظیم خاموش نظروں سے دوبارہ بے نقاب دیکھنے کے لئے بے قرار ہو رہا تھا۔

ترانہ بھی پردہ ہٹا کر عظیم کی تعریفیں سُننا چاہتی تھی۔

"عظیم۔ تم تو میرے اپنے ہو تمہارے سامنے کیا پردہ۔" ترانہ عظیم سے کھلے الفاظ میں کہتا

Dr. Khwaja Farooq Renzu Shah Collection, Srinagar

CC-0. In Public Domain. Digitization by eGangotri

چاہتی تھی لیکن اُس کے لب نہیں ہلے۔ وہ خاموش رہی۔

"ترانہ صاحبہ۔ اگر میری وجہ سے آپ کو کوئی تکلیف ہو رہی ہے تو میں چلا جاتا ہوں۔" عظیم نے اُس سے کہا۔

"جی نہیں۔ ایسی کوئی بات نہیں۔ میں تو خود ہی آپ سے ملنا چاہتی تھی۔" ترانہ نے اُس سے کہا۔

"پھر اُٹھا لیجئے اپنے چہرے سے یہ پردہ۔" عظیم نے دل کی بات کہی۔

"جی۔۔!"۔ ترانہ ہچکچائی۔

عظیم نے آہستہ سے اپنے ہاتھوں سے اُس کے چہرے کا پردہ اُٹھا یا۔ ترانہ نے کوئی اعتراض نہیں کیا اُس نے صرف آنکھیں بند کر کے ایک لمبی سسکی لی۔

حُسن کا جیتا جاگتا پیکر دوبارہ عظیم کے آگے بے نقاب ہو گیا اور عظیم اُس کے حُسن کی شعاعوں کو اپنے دل کے اندرونی خانوں میں سمونے لگا۔

وہ دونوں بہت دیر تک یونہی ایک دوسرے کو دیکھتے رہے۔ وقت تیز رفتار پنچھی کی طرح اُڑ رہا تھا۔ انہیں اُس وقت ہوش آیا جب سُورج ڈوبنے لگا۔

"اوہ۔ بہت دیر ہو گئی۔ مجھے جانا چاہیئے۔" عظیم سے ترانہ نے کہا۔

عظیم چونک اُٹھا۔

"بس۔ ابھی جانے لگیں۔ ابھی تو ہماری ملاقات شروع بھی نہیں ہوئی۔" عظیم نے محبت بھرے لہجے میں کہا۔

"ہاں۔ واقعی ابھی ہم نے کوئی بات بھی نہیں کی۔" ترانہ نے جواب دیا۔

"ایسے حسین موسم میں اور اتنی خوبصورت جگہ پر جب کوئی حُسن وجمال کا پیکر سامنے بیٹھا ہو تو زبان میں اتنی جرأت کہاں کہ ہل سکے۔" عظیم نے کہا۔

لیجئے۔ آپ تو شاعری کرنے لگے ایک بہادر آدمی ہونے کے ساتھ ساتھ آپ شاعر کا دل بھی رکھتے ہیں۔" ترانہ نے کہا۔

"میں شاعر تو نہیں ہوں لیکن آپ کو دیکھ کر میں واقعی شاعری کرنا چاہتا ہوں۔" عظیم نے کہا۔

"جی۔ آپ تو اب مجھے آسمان پر چڑھانے لگے۔ میں آپ کی تعریفوں کے لائق کہاں ہوں۔ میں تو آپ کی دشمن ہوں اور ایک دشمن کی تعریف کرتے ہوئے میں نے پہلی بار کسی کو سُنا ہے۔" ترانہ نے کہا۔

"جی۔ دشمن۔ آپ کیسے میری دشمن ہو گئیں۔" عظیم نے حیرانگی سے پوچھا۔

Dr. Khwaja Farooq Renzu Shah Collection, Srinagar

CC-0. In Public Domain. Digitization by eGangotri

"میں جس خاندان سے تعلق رکھتی ہوں وہ مہاراجہ کے وفادار خاندانوں میں شمار کیا جاتا ہے اور آپ نے مہاراجہ کی حکومت کے خلاف لڑنے کا فیصلہ کیا ہے۔ اس ناطے سے تو صاف طور پر میں آپ کی دشمن ہوں۔" ترانہ نے کہا۔

"جی۔ یہ بات صحیح ہے کہ میرے سامنے مہاراجہ کا ہر حامی دشمن ہے۔ لیکن آپ نے کل بھرے بازار میں یہ ثابت کر دیا کہ آپ ظلم کا ساتھ کبھی نہیں دے سکتی کل آپ نے میری مدد کر کے مہاراجہ کے سپاہیوں اور اُس کے خاص آدمی شیام لال کو سب کے سامنے ذلیل کر دیا۔ مجھے ڈر تھا کہیں میری وجہ سے خدا نخواستہ آپ کسی مصیبت میں نہ پڑ گئی ہوں۔" عظیم نے کہا۔

"عظیم صاحب۔ آپ نے واقعی مجھے سمجھنے میں دیر نہیں کی کہ میں کسی پر ظلم ہوتے دیکھ نہیں سکتی۔ یہ قوم مظلوم قوم ہے اور صدیوں سے اس قوم پر ظلم ڈھایا جا رہا ہے۔ میرا دل اس قوم کی آزادی کے لئے مچل رہا ہے لیکن میں نے اپنے دل کی بات آج تک دبائے رکھی۔" ترانہ نے کہا۔

"اگر اجازت ہو تو ایک بات کہوں۔" عظیم نے ایک دم باتوں کو موڑ دے کر ترانہ سے پوچھا۔

"کون سی بات۔" ترانہ نے پوچھا۔

"یہی کہ آپ مجھے تم کہہ کر پکارئیے اس میں اپنایت کا احساس ہے۔" عظیم نے کہا۔

"پھر میری بھی یہی شرط ہوگی۔" ترانہ نے مسکرا کر کہا۔

"مجھے منظور ہے۔" عظیم نے کہا۔

"عظیم میں نے تم میں پہلے سے ہی اپنایت دیکھ لی۔" ترانہ نے اپنا دل کھول کر رکھ دیا۔

"ترانہ۔!" عظیم خوشی اور مستی میں جھوم اُٹھا۔ اُس نے ترانہ کا مرمریں ہاتھ دوبارہ اپنے ہاتھوں میں لے کر اُسے اپنے پیاسے ہونٹوں کے قریب لایا۔

"عظیم۔!" ترانہ نے مدہوش انداز میں اپنی آنکھیں غلافی پلکوں سے ڈھک لیں۔

عظیم کے تپتے ہونٹ ترانہ کے مرمریں ہاتھوں کو چومنے کے لئے جھک گئے۔

"نہیں۔" ترانہ نے فوراً اپنا ہاتھ کھینچ لیا۔

عظیم کو ہوش آیا۔

"اوہ۔ مجھے معاف کرنا۔ ترانہ میں بے خودی کے عالم میں اپنے ہوش و حواس کھو گیا۔ میں واقعی تمہاری پاکیزگی کی قدر کرتا ہوں۔" عظیم نے اُسے کہا۔

"عظیم۔ میں تمہارے جذبات سمجھ رہی ہوں۔ میرے دل میں بھی ایک طوفان ہے لیکن مجھے

Dr. Khwaja Farooq Renzu Shah Collection, Srinagar

CC-0. In Public Domain. Digitization by eGangotri

خوف بھی ہے ۔۔۔"، ترانہ نے کہا۔

"کون سا خوف ۔۔۔؟" عظیم نے پوچھا۔

"شائد مہاراجہ اُس کے مشیر۔ حکومت کے وفادار اور سب سے بڑھ کر میرا اپنا باپ اِس میل جول کو پسند نہیں کریں گے۔ لیکن اِس کے باوجود میں تم سے بار بار ملنا چاہتی ہوں"۔ ترانہ نے کہا۔

"ترانہ۔ جو آگ جو تمہارے دل میں لگی ہے اُس کے شعلے میرے وجود کو بھی بھسم کر رہے ہیں۔ میں بھی تمہاری طرح تم سے ملنے کے لئے بے چین اور بے قرار تھا۔ تمہارا پیغام حاصل کر کے میری خوشیوں کا کوئی ٹھکانہ نہ رہا۔ میں نے تمہیں جو خط لکھا تھا اس میں میں نے جان بوجھ کر ایک دوسرے کے جذبات اور اصُولوں کی ہم آہنگی کا ذکر کیا تھا۔ جب ہم ایک دوسرے کے خیالات سے پورے متفق ہوں۔ پھر ہمیں مہاراجہ اور اُس کے مشیروں کا کیا غم"۔ عظیم نے کہا۔

"لیکن اُن کے پنجے بہت ہی زہریلے اور خونخوار ہیں ۔۔۔"، ترانہ نے کہا۔

"ہاں میں یہ اچھی طرح سمجھ سکتا ہوں۔ مجھے خود ڈر ہے کہ کہیں مہاراجہ کل کے واقعہ کے لئے تمہارے خلاف کوئی کارروائی نہ کرے ۔۔۔" عظیم نے ترانہ سے کہا۔

"مجھے کل مہاراجہ نے محل میں باپ کے ذریعہ بلوایا ہے۔ میرے باپ کو شائد کل کے واقعہ کے بارے میں کوئی علمیت نہیں ورنہ وہ مجھ سے ضرور کہتے۔ میرا خیال ہے کہ مہاراجہ اسی واقعہ کے لئے ہی میری جواب طلبی کرنا چاہتے ہیں ۔۔۔" ترانہ نے کہا۔

"ترانہ مجھے افسوس ہے کہ میری وجہ سے تم مصیبت میں پھنس گئی ہو"۔ عظیم نے کہا۔

"عظیم میں ہر سزا بھگتنے کے لئے تیار ہوں۔ کل جس جُرات کا مظاہرہ تم نے کیا۔ اس سے میری آنکھیں کُھل گئیں۔ مجھے اب اپنی وادی اور یہاں کے نوجوانوں پر فخر ہونے لگا۔ میں ایک ایسے گھر میں پل رہی ہوں جہاں میں اس ظلم کو دیکھ رہی ہوں جو مہاراجہ کی حکومت عوام پر کر رہی ہے۔ میں نے خود اس بات کو سمجھ لیا ہے کہ یہاں پر ظلم و جبر کی نئی مثالیں قائم کی گئیں۔ یہاں کے لوگوں کو بھیڑ بکریاں سمجھا جاتا ہے۔ میں خود اپنے آپ کو بھی مجرم سمجھتی ہوں جو مہاراجہ کے اشاروں پر ناچتا ہے۔ کبھی کبھی اس ظلم کو دیکھ کر جو میرا باپ معصوم لوگوں پر ڈھا رہا ہے۔ میں اپنے آپ سے نفرت کرنے لگتی ہوں کہ میں کیوں اس گھر میں پل رہی ہوں ۔۔۔"، ترانہ آہستہ آہستہ عظیم کے سامنے اپنے آپ کو ایک کھلی کتاب کی طرح پیش کرنے لگی۔

"ترانہ میں تمہارے جذبات کو اچھی طرح سمجھتا ہوں۔ یہ بالکل حقیقت ہے کہ ہماری بدقسمت

Dr. Khwaja Farooq Renzu Shah Collection, Srinagar

CC-0. In Public Domain. Digitization by eGangotri

قوم ظلم و جبر کی شکار رہے۔ مجھے خوشی ہے کہ ہم دونوں یوں اچانک مل گئے اور ہمارے خیالات ایک جیسے ہیں میں نے اپنی آنکھوں سے بچپن سے اپنی قوم پر ظلم و ستم ہوتے دیکھ لیا۔ اِس وادی کے چپے چپے پر ہمارے باپ دادوں کا خون بکھرا ہوا ہے۔ اور اتنی قربانیوں کے باوجود ہماری گردنوں میں غلامی کے طوق لگے ہوئے ہیں۔ ہم کو بھیڑ بکریوں کی طرح ہانکا جا رہا ہے۔ ترانہ میں نے اس ظلم کے خلاف لڑنے کا فیصلہ کیا ہے۔ میں نے یہ پکا ارادہ کر لیا ہے کہ میں اس ظلم کے خلاف آواز اٹھاؤں۔ اس قوم میں قوتِ مدافعت کا جذبہ ابھاروں۔ آخر کب تک یہ قوم خاموشی سے ظلم سہتی رہے گی۔" عظیم اپنے جذبات بیان کرنے لگا۔

"عظیم۔ میں تمہارے جذبات کی قدر کرتی ہوں لیکن تم نہیں سمجھ سکتے کہ مہاراجہ کی حکومت کے کتے کہاں کہاں تک پھیلے ہوئے ہیں۔ اُس کی حکومت کے خلاف جو آواز اٹھتی ہے اُسے دبایا جاتا ہے جو سر اُس کے سامنے اکڑ جاتا ہے اُسے کاٹ دیا جاتا ہے۔ پھانسی کے پھندے اپنے جبڑے کھولے بے گناہوں کے سروں پر منڈلاتے رہتے ہیں۔ حکومت کے آدمی چاروں طرف کتوں کی طرح سونگھتے رہتے ہیں اور ایک ایک بات کی خبر اُن کے پاس پہنچ جاتی ہے۔ کل جو تم نے شیام لال کے ساتھ کیا وہ بات بھی اُس نے سُن لی ہو گی۔ اسی لئے میری طلبی کی گئی ہے۔ تمہارے خلاف ابھی تک کوئی کارروائی کیوں نہیں کی گئی اس بات کو میں سمجھنے سے قاصر ہوں لیکن مجھے معلوم ہے کہ وہ ضرور انتقامی کارروائی کریں گے۔ عظیم میرا دل مجھے کسی خطرے کی آگہی دے رہا ہے۔" ترانہ نے عظیم سے کہا۔

"ترانہ۔ ڈرو نہیں میں خطروں کا مقابلہ کرنا خوب جانتا ہوں۔ تم اپنا خیال رکھو میرے ساتھ اپنے آپ کو الجھا کر خواہ مخواہ اپنے آپ کو آگ میں مت دھکیلو۔ یہی دیکھو کہ کل کے واقعہ کے بعد تمہیں مہاراجہ نے بلوا بھیجا ہے۔ مجھے ڈر ہے کہ وہ کہیں تمہیں اور تمہارے باپ کو کوئی سزا نہ دے۔ اب جو ہماری ملاقاتوں کا سلسلہ شروع ہو گیا۔ اس کا بھی مطلب کچھ دوسرا لیا جائے گا۔ میں نہیں چاہتا کہ میری وجہ سے تم کسی مصیبت میں پھنس جاؤ۔ تمہاری سلامتی کے لئے یہی بہتر ہے کہ ہم زیادہ نہ ملیں۔" عظیم نے ترانہ کو سمجھایا۔

"عظیم کیا تم یہ سمجھتے ہو کہ میں تم سے دُور رہ کر چین سے رہ سکوں گی نہیں۔ اب ایسا نہیں ہو سکتا ہے۔ اب میں تمہارے ساتھ ہوں۔ ہم ایک ساتھ بغاوت کا علم بلند کریں گے۔" ترانہ نے عظیم سے کہا۔

"ترانہ مہاراجہ کے خلاف ایک منظم تحریک کیسے شروع کی جائے اس کے بارے میں میں نے ابھی تک کچھ نہیں سوچا ہے۔ ہاں جب بھی مجھے تمہاری مدد کی ضرورت پڑے گی میں تمہیں کہوں گا۔" عظیم نے ترانہ کی حمایت قبول کی۔

Dr. Khwaja Farooq Renzu Shah Collection, Srinagar

CC-0. In Public Domain. Digitization by eGangotri

گیارھواں باب

چودھویں رات کا چاند اپنی روشنی چاروں طرف بکھیر رہا تھا۔ سینکڑوں کنال تک پھیلے ہوئے ہری نواس باغ میں لاتعداد پھولوں کے چمن صاف دکھائی دے رہے تھے۔ اس باغ کے بیچ ایک خوبصورت محل چاند کی روشنی میں نہایا ہوا تھا۔ زبرون کا پہاڑ جھانک کر اپنے دامن میں کھڑے اس محل کو پُر اسرار نگاہوں سے دیکھ رہا تھا۔ فضا پھولوں کی خوشبو سے مہک رہی تھی اور ہلکے ہلکے ہوا کے جھونکوں نے ان گنت پنکھڑیوں سے ٹکرا کر ایک مدہم ساز چھیڑ دیا تھا۔

محل کے چاروں طرف مہاراجہ کے دربان پہرہ دے رہے وہ جگہ جگہ پتھر کی مورتیوں کی طرح کھڑے تھے لیکن اُن کی نگاہیں چاروں طرف دیکھ رہی تھیں۔ مہاراجہ اندر اپنی خواب گاہ میں پریشانی کے عالم میں ٹہل رہے تھے۔ اُن کی آنکھوں میں جلن اور پیشانی پر غصّے کی لکیریں اُبھری ہوئی تھیں وہ بار بار خوابگاہ کے دروازے کی طرف دیکھ رہے تھے۔ اُسے کسی کا بے صبری سے انتظار تھا۔ غصّے کو ٹھنڈا کرنے کے لئے خوابگاہ کے بیچ ایک خوبصورت میز پر مختلف خوبصورت بوتلیں سجی ہوئی تھیں۔ اُس نے ایک بوتل اُٹھا کر اپنے مُنہ سے لگائی اور پانی ملائے بغیر اُسے غٹ غٹ پینے لگا۔ اُس کی آنکھوں کی جلن بڑھنے لگی۔

خواب گاہ کا دروازہ کسی نے کھولا۔

"کون ۔۔؟" مہاراجہ نے بے صبری کے ساتھ پُوچھا۔

"میں ہوں آپ کی کنیز ۔۔" محل کی ایک کنیز نے خواب گاہ کا دروازہ کھول کر کہا۔

"کیا مہمان آ گئے ۔۔؟" مہاراجہ نے فوراً مطلب کی بات کہی۔

Dr. Khwaja Farooq Renzu Shah Collection, Srinagar

CC-0. In Public Domain. Digitization by eGangotri

"جی حضور — " عالی شاہ ترانہ کو لے کر آگیا ہے اور باہر آپ کے حکم کا انتظار کر رہا ہے۔" کنیز نے بتایا۔

"انہیں فوراً یہاں لاؤ — " مہاراجہ نے حکم دیا۔

"حکم کی فوری تعمیل ہوگی حضور — " کنیز یہ کہہ کر چلی گئی۔

مہاراجہ کے ماتھے کی لکیریں کافور ہوگئیں اور وہ اطمینان سے ایک آرام کرسی پر بیٹھ گیا۔

خواب گاہ کا دروازہ کھل گیا اور عالی شاہ کمرے میں داخل ہوا۔

"حضور — !" عالی شاہ نے تعظیم سے اپنا سر جھکایا۔

"کہاں ہے ترانہ — ؟" مہاراجہ نے پوچھا۔

"حضور۔ وہ باہر کھڑی ہے۔ آپ حکم دیجئے کہ اُسے کیا کہنا ہے۔" عالی شاہ نے کہا۔

"اُسے یہاں لاؤ۔ میں اُس کے ساتھ خود بات کروں گا۔" مہاراجہ نے کہا۔

"جی حضور — " عالی شاہ یہ کہہ کر کمرے سے باہر نکلا اور پھر ترانہ کو اپنے ساتھ لے کر دوبارہ کمرے میں داخل ہوا۔

مہاراجہ نے ترانہ کے سراپا پر نظر ڈالی۔ اُس کا سارا بدن پردے میں تھا۔

"تو یہ ہے ترانہ جس کو تم نے اپنے گھر میں پال کر جوان کیا ہے۔" مہاراجہ نے طنزیہ لہجے میں کہا۔

"حضور۔ سب آپ کی مہربانیوں کا نتیجہ ہے۔ حضور۔ آپ اس سے کوئی خاص بات کہنا چاہتے تھے — " عالی شاہ نے مہاراجہ کو یاد دلانے کی کوشش کی۔

"شاہی خادم — " مہاراجہ دھاڑا۔

"حضور — " عالی شاہ اوپر سے نیچے تک اُس کی دھاڑ سن کر کانپ اُٹھا۔

"میرا مطلب ہے عالی شاہ۔ تم ہم کو اچھی طرح جانتے ہو، ہم ہر بات موقعہ کی مناسبت سے کرتے ہیں۔ تم چلے جاؤ۔ ہم خود جوان ترانہ سے بات کرلیں گے۔" مہاراجہ نے دھیمے لیکن پُر معنی لفظوں میں عالی شاہ سے کہا۔

"ابا جان۔ ہم دونوں یہاں سے چلے جاتے ہیں۔ میں یہاں رُکنا نہیں چاہتی۔" ترانہ مہاراجہ کا غصہ دیکھ کر پریشان ہوگئی۔ اُس کا معصوم دِل گھبرانے لگا۔

"یہ تمہاری خوش قسمتی ہے کہ مہاراجہ صاحب تم سے کوئی خاص بات کہنا چاہتے ہیں۔ اس کو اپنا سرپرست سمجھ کر آرام سے باتیں سن لو۔" عالی شاہ نے ترانہ کو جواب دیا۔

Dr. Khwaja Farooq Renzu Shah Collection, Srinagar

CC-0. In Public Domain. Digitization by eGangotri

مہاراجہ کے چہرے پر مسکراہٹ پھیل گئی۔

"حضور۔ میرے لئے کیا حکم ہے۔" عالی شاہ نے مہاراجہ سے کہا۔

"تم چلے جاؤ۔ کل دربار میں ملنا میں تمہارے حق میں کچھ جاگیر منظور کر لوں گا۔" مہاراجہ نے کہا۔

میں بھی یہاں ٹھہر نہیں سکتی۔ میں جا رہی ہوں۔" ترانہ یہ کہہ کر کمرے سے باہر جانے لگی۔

مہاراجہ نے آگے بڑھ کر ترانہ کی کلائی زور سے پکڑی اور اُسے کمرے کے اندر کھینچ کر فرش پر ٹپک دیا۔

"اُف۔" ترانہ درد سے چلائی۔

عالی شاہ ابھی تک کمرے میں کھڑا اس نظارے کو دیکھ رہا تھا۔

"تم یہاں کیا کر رہے ہو۔ چلے جاؤ۔" مہاراجہ نے اُس سے کہا۔

"حضور۔ میری ایک عرض ہے۔" عالی شاہ نے ہچکچاتے ہوئے کہا۔

"کیا بات ہے۔ جلدی کہو۔" مہاراجہ نے کہا۔

"حضور! میں نے اس لڑکی کو صرف اس غرض سے جوان کیا تاکہ صرف اس کا لطف اٹھاؤں حضور میں نے بہت پہلے سے سوچا ہے کہ میں اس کے ساتھ شادی کر لوں گا۔ اگر آپ اجازت دیں تو کل میں اُس کو اپنی بیوی بنا کر اپنا خواب پورا کر لوں۔" عالی شاہ نے اپنے کمینے پن کا پورا ثبوت دیتے ہوئے دل کی بات کہی۔

ابا جان۔! "ترانہ کی فلک شگاف چیخ خوابگاہ میں گونجی۔ اُس کی آنکھوں کے سامنے اندھیرا چھانے لگا اور ساری کائنات گھومتی ہوئی دکھائی دی۔ ترانہ نے ہمیشہ عالی شاہ کو اپنا باپ سمجھ لیا تھا اور اسی ناطے وہ اسے ابا جان کہتی تھی لیکن عالی شاہ کی بات سن کر اُس کے پاؤں تلے زمین سرکنے لگی۔ اُسے عالی شاہ کے کردار سے نفرت ضرور تھی لیکن وہ اتنی پستی میں گر سکتا ہے اُس نے کبھی سوچا بھی نہ تھا۔ اس بات نے اس کا سارا وجود جھنجوڑ دیا تھا۔

"عالی شاہ! تم ہمارے دربار کے کتے ہو۔ کتے کے آگے وہی ہڈی پھینکی جاتی ہے جو پہلے مالک نے نوچ لی ہو۔" مہاراجہ نے عالی شاہ کو جواب دیا۔

"حضور۔! میری قربانی کا صلہ۔" عالی شاہ نے کہا۔

"تمہیں ایک سو کنال زمین جاگیر میں ملے گی۔ اب جاؤ یہاں سے۔" مہاراجہ دھاڑا۔

ترانہ کمرے میں ایک پتھر کی مورت کی طرح جم چکی تھی۔ اُس کے سوچنے سمجھنے کی صلاحیت ماؤف ہو گئی۔

دوسرے دن جب عالی شاہ اُسے لینے آیا تو وہ بے نقاب تھی۔

Dr. Khwaja Farooq Renzu Shah Collection, Srinagar

CC-0. In Public Domain. Digitization by eGangotri

بارھواں باب

وہی چاند جو ہری محل کے اوپر چمک رہا تھا اپنی روشنی میں عظیم کے گھر کو بھی نہلا رہا تھا۔ عظیم اپنے کمرے میں کھڑکی کے قریب بیٹھ کر اس چاند کو ٹکٹکی باندھے دیکھ رہا تھا۔ ترانہ کا معصوم چہرہ بار بار چاند کے ماتھے پر اُبھر کر غائب ہو رہا تھا۔ ایک عجیب اور ناقابل فہم احساس سے عظیم کا دل دھڑکنے لگا۔ یہ وہی وقت تھا جب ترانہ ہری محل میں اپنے ہوش و حواس کھو بیٹھی۔

خوبصورت نہر کے کنارے پر ترانہ کے ساتھ اُس کی ملاقات۔ ایک حسین واقعہ تھا کہ اُسے ملاقات کا ہر منظر بار بار یاد آ رہا تھا۔ ہوا کے جھونکوں کی شرارت، ترانہ کی باتیں عشق کی ایک نئی داستان، مستی کا عالم، ہاتھوں کے لمس کا احساس، عظیم کو سب کچھ یاد آ رہا تھا۔ وہ انہی خیالوں میں ڈوبا، چودھویں کے چاند کو دیکھ رہا تھا۔ اُس کی سمجھ میں یہ بات نہیں آ رہی تھی کہ اتنی حسین ملاقات کے بعد بھی اُس کا دل کیوں ڈوبا جا رہا تھا۔

اچانک عظیم کی نظر اپنے مکان کی باہری کچی سڑک پر پڑی۔ مہاراجہ کے سپاہی وردی پہنے پٹکے باندھے اور ہاتھوں میں موٹے موٹے ڈنڈے لئے اُس کے مکان کے گرد گھیرا ڈال رہے تھے۔ کوئی زور زور سے اُس کے گھر کا دروازہ کھٹکھٹا رہا تھا۔ عظیم کمرے سے باہر آ کر مکان کا دروازہ کھولنے لگا۔ اُس کی ماں نے بھی دروازہ کھٹکھٹانے کی آواز سُنی۔ وہ بھی اپنے کمرے سے باہر آئی۔

"کون ہے بیٹا۔" بوڑھی ماں عائشہ نے اُس سے پوچھا۔

"ماں مہاراجہ کے سپاہیوں نے مکان کے گرد گھیرا ڈالا ہے، نہ جانے کیا بات ہے۔ میں

Dr. Khwaja Farooq Renzu Shah Collection, Srinagar

CC-0. In Public Domain. Digitization by eGangotri

دروازہ کھولتا ہوں ۔۔" عظیم نے ماں سے کہا۔

" نہیں بیٹا ۔ وہ لوگ بڑے ظالم ہیں ۔ اُن کا ہمارے گھر کے گرد گھیرا ڈالنے کا مطلب یہی ہوگا کہ وہ تمہیں مار دیں ۔ بیٹا مت کھولو دروازہ اور بھاگ کر کسی کمرے میں چھپ جاؤ ۔ میں خود اُن سے بات کرتی ہوں ۔۔" ماں نے عظیم کو سمجھایا ۔

" نہیں ماں ۔ تمہارے بیٹے نے ڈرنا نہیں سیکھا ہے ۔ مہاراجہ کے سپاہی میرے گھر آئے ہیں اور میں بزدل کی طرح چھپ کر اُن کے حوصلے بڑھاؤں گا ۔ میں ظلم کے خلاف لڑنا خوب جانتا ہوں ۔" عظیم نے یہ کہہ کر خود دروازہ کھولا ۔

دروازہ کھلتے ہی مہاراجہ کے سپاہی اندر داخل ہوئے ۔

" کیا تم ہی عظیم ہو ۔۔ ؟" سپاہیوں کی رہنمائی کرتے ہوئے ایک آدمی نے اُس سے پوچھا ۔

" تم کون ہو ؟ اور آدھی رات کے وقت میرے گھر میں کیوں آئے ۔" عظیم نے اُن سے سوال کیا ۔

" میں اس شہر کا کوتوال ہوں اور مہاراجہ نے تمہیں گرفتار کرنے کا حکم دیا ہے ۔" کوتوال نے کہا ۔

" میرا جرم کیا ہے ؟" ۔ عظیم نے پوچھا ۔

تم نے پرسوں زینہ کدل چوک میں شیام لال کی مارپیٹ کی ہے ۔ مہاراجہ کی حکومت کے خلاف باغیانہ الفاظ استعمال کئے ہیں ۔ اس سے بڑھ کر دوسرا کون سا جرم ہو سکتا ہے ۔۔" کوتوال نے غصے میں کہا ۔

میں تمہارے مہاراجہ کی حکومت کو نہیں مانتا ۔ یہ وادی ہماری ہے اور اس پر حکومت کرنے کا حق صرف ہمیں ہے ۔ مہاراجہ ایک ڈاکو کی طرح ہماری مجبوری لاچاری اور نہتے پن کا فائدہ اُٹھا کر ہمیں دونوں ہاتھوں سے لوٹ رہا ہے ۔ چور کو چور کہنا جرم نہیں بلکہ انصاف ہے ۔" عظیم نے بے خوف انداز میں کوتوال سے کہا ۔

" خاموش ۔ میرے سامنے زبان کھولنے کی جرأت مت کرو ۔ میں نے تم جیسے ہزاروں غنڈوں کو ٹھیک کیا ہے ۔" کوتوال کو عظیم کی ناقابل برداشت باتیں سن کر غصہ آیا ۔ اس نے سپاہیوں کو حکم دیا ۔۔ " سپاہیو ۔ اس کو گرفتار کر لو ۔"

مہاراجہ کے کئی سپاہی ایک ساتھ عظیم پر جھپٹ پڑے اور اُسے جکڑ لیا ۔

" میرے بیٹے کو چھوڑ دو ۔" بوڑھی ماں آگے بڑھ کر کوتوال سے کہنے لگی ۔

" چل ہٹ بوڑھی ۔۔" کوتوال نے عائشہ کو ایک زور کا دھکا دے کر گرا دیا ۔

Dr. Khwaja Farooq Renzu Shah Collection, Srinagar

CC-0. In Public Domain. Digitization by eGangotri

"کوتوال ایک عورت پر ہاتھ اُٹھاتے تمہیں شرم نہیں آتی ۔میں تمہارا خون پی لوں گا۔" عظیم نے سپاہیوں کی گرفت سے اپنے آپ کو چھڑانے کی کوشش کرتے ہوئے غصّے سے بھرپور لہجے میں کہا۔ اُس کی آنکھیں بھی سُرخ ہو گئیں۔

"تڑاخ ۔" کوتوال نے ایک بھرپور تھپڑ عظیم کے مُنہ پر مارا۔

اِس بدبخت آدمی کو گھوڑے کی دُم سے باندھ کر گھسیٹتے ہوئے ہاری پربت قلعے میں قید کر لو۔" کوتوال نے سپاہیوں کو حکم دیا۔

عظیم کو گھسیٹ کر گھر سے باہر نکالا گیا۔ اُس کے سارے جسم کو رسیوں میں جکڑ کر ایک گرانڈیل گھوڑے کی دُم کے ساتھ باندھا گیا۔

شور سُن کر محلے کے تمام لوگ جاگ اُٹھے۔ وہ ڈر اور خوف کے ماحول میں اس وحشیانہ اور ظالمانہ منظر کو دیکھنے لگے۔

مہاراجہ کا ایک سپاہی گھوڑے کی پیٹھ پر چڑھ کر ہاری پربت کی جانب سرپٹ دوڑنے لگا۔ کھردرے راستے کچی سڑکوں گہرے گڑھوں، راستے میں گہرے پتھروں سے رگڑ رگڑ کر عظیم کے سارے کپڑے تار تار ہو گئے اور اُس کا سارا بدن چھلنی ہو گیا۔

کوتوال کے حکم کے مُطابق عظیم کو ہاری پربت کی چوٹی پر بنائے گئے قید خانے میں پہنچایا گیا۔

Dr. Khwaja Farooq Renzu Shah Collection, Srinagar

CC-0. In Public Domain. Digitization by eGangotri

تیرھواں ۱۳ باب

عظیم کو گرفتار کئے جانے کی خبر علاقے میں جنگل کی آگ کی طرح پھیل گئی۔ لوگوں نے اس وقت اپنی آنکھوں سے ظلم و جبر اور تشدد کی ایک نئی مثال دیکھی جب اُن کے علاقے کے ایک ذہین اور پڑھے لکھے نوجوان عظیم کو گھوڑے کی دم سے باندھ کر گھسیٹ کر زخمی کیا گیا، لوگوں کے جذبات گرم لاوے کی طرح اُبلنے لگے اور وہ مشتعل ہو کر اپنے جذبات کا اظہار کھلم کھلا کرنے لگے۔ لوگوں کی تمام ہمدردیاں عظیم کے ساتھ ہیں۔ شیام لال کے واقعہ کے بعد عظیم کی باغیانہ اور جراتمندانہ باتوں کا اثر لوگوں نے کسی حد تک قبول بھی کر لیا ہے، صدیوں کے بعد وادی میں ایسی آواز اُبھر رہی تھی جو لوگوں میں خود اعتمادی اور خودی کا جذبہ پیدا کر رہی تھی۔ غلاموں کی سرزمین میں رہ کر بھیڑ بکریوں کی طرح جینے والے اب آزادی کا خواب دیکھنے لگے تھے۔ عظیم کی جوانمردی، جرأت پر کافی اچھا اثر جمایا تھا۔

عظیم کی اچانک گرفتاری اُس کے علاقے کے لوگوں اور اُس کے مداحوں کے لئے ایک صدمہ تھی وہ سب اُس کے گھر کے باہر جمع ہو گئے۔ عظیم کی بوڑھی ماں جو اندر بے ہوش پڑی تھی کو ہاتھوں ہاتھ لیا گیا۔ رات بھر لوگ عظیم کے گھر کے باہر جمع ہونے لگے۔ صبح سویرے جب مہاراجہ کے سپاہی وہاں سے گزرے انہوں نے لوگوں کا بڑا ہجوم دیکھ کر کوتوال تک خبر پہنچائی۔

کوتوال فوراً وہاں پہنچ گیا۔ علاقے کے بہت سارے لوگ وہاں جمع ہو چکے تھے وہ سب عظیم کی گرفتاری کی مذمت کر رہے تھے۔ کوتوال ہاتھوں میں ڈنڈا لے کر دھاڑتا ہوا لوگوں کی طرف بڑھنے لگا۔ اُسے خیال تھا کہ اُس کو دیکھ کر لوگ وہاں سے بھاگ جائیں گے لیکن لوگوں نے بھاگنے کی کوشش نہیں

Dr. Khwaja Farooq Renzu Shah Collection, Srinagar

CC-0. In Public Domain. Digitization by eGangotri

کی وہ خونخوار نگاہوں سے کوتوال کو گھورنے لگے۔ کوتوال نے دُور سے ہی گونجدار آواز میں لوگوں سے پوچھا۔
"تم سب لوگ یہاں جمع ہو کر کیا کر رہے ہو۔" کوتوال نے محتاط لہجے میں پوچھا۔
"عظیم ہمارے علاقے کا واحد پڑھا لکھا نوجوان اور ہر دلعزیز ہے۔ کل رات اُسے آپ لوگوں نے وحشیانہ طریقہ اپنا کر گرفتار کیا۔ ہم اس گرفتاری کے خلاف آواز بُلند کرنے کے لئے یہاں جمع ہوئے ہیں۔" ہجوم میں سے ایک آدمی نے دلیرانہ انداز میں کہا۔
"غلاموں کی پسند اور ناپسند کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ تم سب مہاراجہ کے غلام ہو اور غلاموں کو اپنے آقا کے خلاف آواز بُلند کرنے کا یہاں کوئی حق نہیں ہے۔" کوتوال انہیں سمجھانے لگے۔
عظیم نے ہمیں یہ بات سکھائی کہ ہم لوگ اپنی زمین پر رہ کر کسی کے غلام نہیں ہو سکتے۔ یہ ملک ہمارا ہے یہ وادی ہماری ہے۔ یہاں جو بھی کوئی غیر ہماری وادی میں آکر ہم پر حکومت کر رہا ہے ہمیں اُس کے خلاف لڑنا چاہیئے۔" ایک دوسرے آدمی نے کھلم کھلا الفاظ میں کہا۔
"میں تمہیں حکم دیتا ہوں کہ اس جگہ کو فوراً خالی کر کے اپنے اپنے گھروں میں بھاگ جاؤ ورنہ میرے سپاہی تمہاری ہڈیاں پسلیاں توڑ دیں گے۔" کوتوال کو ہجوم کا باغیانہ انداز دیکھ کر غصہ آگیا۔
ہم اس وقت تک یہاں سے ایک انچ بھی نہیں ہلیں گے۔ جب تک ہمارے عظیم کو رہا کیا نہیں جاتا۔"
کوتوال نے ایک ہی زبان میں جواب دیا۔
یہ ناممکن بات ہے۔ عظیم کو اُس کے جرموں کی سزا ملے گی اور تم لوگوں کو بھی اب سزا دی جائے گی۔ میں تمہیں یہاں سے بھاگ جانے کا آخری موقعہ دیتا ہوں ورنہ تم سب لوگوں کو گرفتار کر کے ہماری ہربت کے قید خانے میں پہنچا یا جائے گا۔" کوتوال دوبارہ لوگوں کو ڈرانے دھمکانے لگا۔
"ہم یہاں سے نہیں جاتے۔" چند آدمیوں نے جرأت کا عظیم الشان مظاہرہ کرتے ہوئے کہا۔
"ان لوگوں کو یہاں سے فوراً منتشر کردو۔" کوتوال نے سپاہیوں کی ایک بہت بڑی جماعت کو حکم دیا۔
موٹے موٹے ڈنڈے اُٹھائے سپاہی فوراً حرکت میں آگئے اور ہجوم پر وحشیانہ انداز میں ڈنڈے برسانے لگے۔ لوگ چیختے چلاتے شور مچاتے ہوئے منتشر ہونے لگے۔ کوتوال سڑک کے بیچ کھڑا ہو کر اُن سے کہنے لگا۔ "اگر کسی نے دوبارہ ایسی باغیانہ حرکت کی تو ہم اُسے عبرتناک سزا دیں گے۔" اُس نے سپاہیوں کو حکم دیا کہ وہ سارے علاقے میں پھیل کر ناکہ بندی کر لیں تاکہ کوئی بھی شخص گھر سے باہر نہ نکل سکے۔

Dr. Khwaja Farooq Renzu Shah Collection, Srinagar

CC-0. In Public Domain. Digitization by eGangotri

چودھواں باب

عظیم کو آہنی زنجیروں میں جکڑ کر مہاراجہ ہری سنگھ کے دربار میں لایا گیا۔ مہاراجہ ہری سنگھ اور اُس کی خوبصورت مہارانی تارادیوی شاہانہ لباس میں ملبوس تخت پر بڑی شان کے ساتھ بیٹھے تھے۔ دربار مشورہ دانوں، دانشوروں اور وزیروں سے کھچا کھچ بھرا ہوا تھا۔ آج دربار میں سردار وزیرہ بیگم کے خاص ناچ کا اہتمام کیا گیا تھا۔ اس لئے دربار میں سب اپنی اپنی بیویوں کو بھی ساتھ لائے تھے۔ ناچ کے دَوران دربار میں پردہ شرم وحیا کی کوئی چیز ہی نہ تھی۔ ناچ ختم ہونے کے بعد فوراً عظیم کو دربار میں لایا گیا۔

عظیم کے قدم اُٹھ رہے تھے اور اُس کے پاؤں میں لگی آہنی زنجیریں ایک دوسرے کے ساتھ ٹکرا کر دل ہلانے والی گونج پیدا کر رہی تھیں۔ عظیم اپنا سر اونچا اُٹھائے سینہ تان کر ایک مجاہد کے انداز میں آگے بڑھ رہا تھا۔ دربار کے بیچ کھڑے ہو کر اُس نے سارے دربار پر ایک سرسری نظر ڈالی اور پھر اپنی آنکھیں مہاراجہ پر مرکوز کیں۔ چند لمحوں کے لئے مہاراجہ کو محسوس ہوا جیسے عظیم کی آنکھوں کی جلن سے وہ جل کر راکھ ہو جائے گا۔

وہ سہم کر کرسی میں سمٹ گیا۔ مہارانی نے اُس کا سہم کر سمٹنا دیکھ لیا۔ مہارانی نے خود بھی عظیم کی آنکھوں میں چھپا طوفان دیکھ لیا۔ وہ لوہے کی زنجیروں میں بندھا لوہے کا آدمی دکھائی دے رہا تھا۔ دربار میں بیٹھے سب لوگوں کی نظریں عظیم پر مرکوز تھیں اور عظیم ان سب سے بے پروا اُس مہاراجہ کو گھور رہا تھا جس نے ظلم وجبر سے اُس کی وادی کو اپنا محکوم بنا رکھا تھا۔ سب لوگ مہاراجہ کے مُنہ کھولنے کا انتظار کر رہے

Dr. Khwaja Farooq Renzu Shah Collection, Srinagar

CC-0. In Public Domain. Digitization by eGangotri

لیکن عظیم کی شخصیت کا رُعب کچھ اس طرح مہاراجہ پر چھا گیا کہ اُس کی زبان ہلنے کا نام بھی نہیں دے رہی تھی مہارانی نے فوراً مہاراجہ کے قریب جاکر سرگوشی میں کہا۔

"آپ کے سامنے ایک باغی گستاخ انداز میں کھڑا ہے اور ابھی تک آپ خاموشی سے اس کو تک رہے ہیں۔ ایسی بات مہاراجہ کی شان کے بالکل خلاف ہے۔"

مہارانی کی بات سُن کر مہاراجہ چونک گیا۔ اُس نے اپنے آپ کو سنبھالا اور پھر اپنی گرجدار آواز میں عظیم سے کہنے لگا۔

"تو تم ہو وہ آدمی جو یہاں کے لوگوں کو ہمارے خلاف بھڑکانے کی کوششیں کر رہا ہے جو چاروں طرف غنڈہ گردی کرتا ہوا پھر رہا ہے۔"

مہاراجہ کی بات سُن کر عظیم کے چہرے پر ایک مُسکراہٹ چھا گئی۔ اپنا مُنہ کھول کر وہ مہاراجہ کے دربار میں آگ اگلنے لگا۔

"مہاراجہ جب کوئی ڈاکو کسی شریف آدمی کے گھر کو لوٹ کر وہاں اپنا قبضہ جمائے اور اُس شریف آدمی کو اپنے گھر میں غلام بنا دے تو اُس کی آنکھیں کبھی اُس غلام کا سامنا نہیں کر سکتیں ہیں۔ اس طرح آپ مجھے میرے ہی گھر میں دھمکیاں دے رہے ہیں۔ اچھی طرح سمجھ لیجئے کہ یہ وادی ہماری ہے اس وادی کی مقدس مٹی میں ہمارے باپ دادا دفن ہیں۔ یہ فقیروں اور درویشوں کی سرزمین ہے۔ ہماری رگوں میں جو خون دوڑ رہا ہے وہ غیرت سچائی اور ایمان سے مل کر بنا ہے ہمارے باپ دادوں نے کابل سے لے کر کاشغر تک حکومت کی ہے اگر ہماری بدنصیب قوم اس وقت اس غلامی کی پستی میں پہنچ گئی ہے تو اس کا مطلب یہ ہرگز نہیں کہ ہم بزدل ہیں بلکہ یہ ہماری معصومیت اور سچائی کی کھلی داستان ہے۔ ہم نیچ سازشوں چالوں اور دھوکوں کے شکار ہو گئے ہیں جس کو بھی ہم نے اپنا سمجھا اُسی نے ہماری پیٹھ میں دھوکے کا زہریلا خنجر گھونپ دیا۔ اس مقدس وادی کی نگہبان چوٹیاں شاہد ہیں کہ ہم پر جب بھی کسی نے حملہ کیا ہم نے اُس کا مُنہ توڑ جواب دیا۔ مغلیہ سلطنت کے بادشاہ شہنشاہ اکبر جس نے چنگیزیت اور بربریت کا مظاہرہ کر کے ہماری قوم پر حملہ کیا تھا اس کو بھی یہاں شکست کا سامنا کرنا پڑا۔ مغلیہ طاقت ہماری نگہبان چوٹیوں کے پاؤں پر گر کر رحم کی بھیک مانگنے لگی۔ ہم نے مغل شہنشاہ اکبر کی نیند حرام کر دی جس کو اپنی طاقت اور عظمت پر گھمنڈ تھا۔ ہماری قوم کے ہاتھوں ایک دردناک شکست کھانے کے بعد مغلیہ سلطنت کے اس بے ایمان بادشاہ نے عیارانہ چالوں اور سازشوں سے ہماری قوم کو اپنے جال میں پھنسا لیا ہماری قوم نے پٹھانوں کو بھی شکست دی اور رنجیت سنگھ کو

Dr. Khwaja Farooq Renzu Shah Collection, Srinagar

CC-0. In Public Domain. Digitization by eGangotri

بھی اپنی سرحدوں سے دُور بھگا دیا لیکن ہر دفعہ ہمارے ہاتھوں شکست کھانے کے بعد ہم پر سازشی طریقے آزمائے گئے اور ہماری معصوم قوم ہمیشہ اس جال میں پھنس گئی لیکن تاریخ شاہد ہے کہ ہماری قوم پر جس نے بھی ظلم ڈھایا، اُسے عبرتناک سزا مل گئی ۔" عظیم کہہ رہا تھا اور سب خاموشی سے سُن رہے تھے۔ کسی نے بھی اُسے بیچ میں ٹوکنے کی کوشش نہیں کی۔ اُس کی آواز میں مقناطیسی کشش اور خودی کا نشہ غالب تھا۔ عظیم کی آواز دوبارہ دربار میں گونجنے لگی۔

"مہاراجہ صاحب میں آپ کے دربار میں کھڑا اپنی قوم کی زبان بن کر آپ سے کہتا ہوں کہ ظلم اور طاقت کے نشے میں مست ہو کر ہماری قوم کو کچلنے کی کوشش مت کرو، ورنہ اس کوشش میں آپ خود کچلے جاؤ گے۔ آپ کے آباؤ اجداد نے بہت دیر تک ہمارا خون چوس لیا ہے اور اب وقت آگیا ہے کہ ہم کو آزاد چھوڑ دو۔ چلے جاؤ یہاں سے۔ اس مقدس سرزمین پر آپ کو اپنا دربار سجانے کا کوئی حق نہیں ہے۔" عظیم کا لہجہ تیز ہو گیا۔

عظیم کے آخری الفاظ مہاراجہ کی قوت برداشت سے باہر تھے۔

"خاموش گستاخ ۔" مہاراجہ ہری سنگھ اپنی پوری قوت کے ساتھ چلایا۔ اس کے چلانے سے سارا دربار دہل اُٹھا لیکن عظیم پر اُس کا کوئی اثر نہ ہوا۔ وہ کہنے لگا۔

"جب اس وادی میں کوئی کتا بھوکا ہوتا ہے تو رحم دل لوگ اُسے روٹی دیتے ہیں لیکن جب یہ کتا پاگل ہو جاتا ہے تو اُسے یہی لوگ مار دیتے ہیں ۔" عظیم نے جلتی آگ پر بارود پھینک دی۔

اس بدقسمت نوجوان کو دس دن زندان میں رکھ کر موت کے حوالے کر دو۔ دس دن گزرنے کے بعد سورج چڑھنے سے پہلے اُسے اُبلتے تیل میں پھینک کر زندہ جلا دو اور میں خود اس کے مرنے کا نظارہ دیکھنے آؤں گا۔ میں اُس کے منہ سے رحم کی بھیک مانگنے کی آوازیں سنوں گا۔" مہاراجہ نے عظیم کے بارے میں اپنا فیصلہ سُنایا۔

کھولتے ہوئے تیل میں جلا کر مارنے کی سزا مہاراجہ نے پہلی بار کسی کے خلاف سُنائی تھی۔ اس سزا کا تصور کرتے ہی دربار میں موجود لوگوں کے چہرے خوف سے زرد پڑ گئے۔

عظیم کے چہرے پر دلکش مسکراہٹ تھی۔ اُس نے اپنی سزا کا فیصلہ اس طرح سُنا جیسے کسی نے اُس کے حق میں انعام مقرر کیا ہو۔ وہ فاتحانہ انداز میں سب کی طرف دیکھنے لگا۔ اچانک اُس کی نظر ایک جانے پہچانے چہرے پر مرکوز ہوئی۔ عظیم کے دل نے اُسے پہچان لیا۔ وہ ترانہ تھی۔ ترانہ آج بے نقاب عالی شاہ کے پاس بیٹھی مہاراجہ کے دربار میں عظیم کی زندگی کا فیصلہ سن رہی تھی۔

Dr. Khwaja Farooq Renzu Shah Collection, Srinagar

CC-0. In Public Domain. Digitization by eGangotri

ترانہ ـــ ! عظیم کے دل کی مہین تاروں سے یہ آواز اُبھری۔

آج ترانہ کا چہرہ بالکل ساکت تھا۔ اُس کی آنکھوں کی چمک بُجھ چکی تھی۔ اُس کے چہرے کی شگفتگی اور شوخی بھی کافور ہو چکی تھی۔ عظیم کی نگاہیں ترانہ کے گرد گھومنے لگیں لیکن ترانہ نے اُس کی نگاہوں میں اپنی نگاہیں ملانے کی کوشش نہ کی۔ عظیم کے لئے ترانہ کا رویہ بالکل ناقابلِ فہم تھا۔ دربار میں موجود ہر ایک نے عظیم کی نگاہوں کو ترانہ پر دیر تک مرکوز ہوتے دیکھ لیا۔ مہاراجہ دھاڑا۔

" قوم کی غیرت اور عزت کی گواہی دینے والے کی اپنی آنکھیں گناہ کی داستان بن کر شریف خاندان کی عورت کو گھورتے ہوئے شرم بھی محسوس نہیں کرتیں۔ اِس سے پہلے کہ تم دوبارہ اپنی منحوس آنکھوں سے کسی شریف عورت کو دیکھ لو، تمہاری آنکھیں نکالی جائیں گی ـــ " مہاراجہ ہری سنگھ نے غصّے میں عظیم سے کہا۔

" مہاراجہ آپ نے میرے حق میں پہلے ہی ایک سزا تجویز کرکے اپنی بزدلی کا ثبوت دے دیا ہے لیکن آپ میری آنکھیں نکال کر بھی میری اُن عقیدت بھری نگاہوں کو مجھ سے چھین نہیں سکتے جو اس لڑکی پر نچھاور ہو رہی ہیں جس کا اشارہ آپ کر رہے ہیں جو احتجاج آپ بلند کر رہے ہیں۔ وہی احتجاج اگر وہ لڑکی بلند کرے جیسے میں دیکھ رہا ہوں تو میں خود شرم اور ملامت سے اپنا گناہ قبول کر لوں گا۔" عظیم نے مہاراجہ سے کہا۔

" عالی شاہ ـــ !" مہاراجہ چیخ اُٹھا۔

" حضور اِس غلام پر حکم کیجئے ـــ " عالی شاہ نے مؤدبانہ انداز میں کہا۔

یہ نوجوان اپنی نگاہوں کو ہماری عزت پہ نچھاور کرنے کو اپنا حق سمجھتا ہے۔ اس نوجوان کو سمجھا دو کہ وہ کس عورت کی طرف دیکھ رہا ہے۔" مہاراجہ نے عالی شاہ سے کہا۔

عظیم زنجیروں میں جکڑا اپنی شعلہ بار آنکھوں سے عالی شاہ کی جانب دیکھنے لگا۔ وہ نہیں سمجھ پا رہا تھا کہ ترانہ اپنے دل کی بات بھرے دربار میں کیوں نہیں کہتی۔ اُسے ترانہ کی محبت پر یقین تھا لیکن ترانہ کی خاموشی اُسے عجیب لگ رہی تھی۔ وہ عالی شاہ کو گھورنے لگا۔

عالی شاہ چند لمحوں کے لئے عظیم کی نگاہوں سے سہم گیا پھر اپنے آپ کو سنبھال کر اور اپنا گلا صاف کرنے کے بعد وہ عظیم سے مخاطب ہو کر کہنے لگا۔

" عظیم ـ تم نے اِس شہر میں بہت غنڈہ گردی کی ہے۔ میں خوش ہوں کہ ہمارے مہاراجوں کے مہاراجہ نے آپ کو کیفرِ کردار تک پہنچا پایا۔"

اِس سے پہلے کہ عالی شاہ اپنی بات پوری کرتا عظیم نے اُسے ٹوکا۔" شاہی خادم ـ وادی کے سب لوگ تم سے تمہاری چاپلوسی اور تمہارے سفاکانہ کارناموں سے واقف ہیں۔ اِس سے پہلے کہ تم کچھ اور

Dr. Khwaja Farooq Renzu Shah Collection, Srinagar

CC-0. In Public Domain. Digitization by eGangotri

کہو میں تمہیں یہ کہنا چاہتا ہوں کہ تمہارے اپنے گھر میں تمہارے اور مہاراجہ کی حکومت کے خلاف نفرت اور بغاوت کا لاوا اُبل رہا ہے۔ تمہاری اپنی بیٹی ترانہ تم سے نفرت کرتی ہے۔"

پھر عظیم ترانہ سے مخاطب ہو کر کہنے لگا۔

"ترانہ۔ آج موقعہ ہے کہہ دو جو کچھ تمہارے دل میں ہے۔ اپنی زبان کھول دو ورنہ ساری عمر شاہی خادم اور مہاراجہ کی بربریت کو دیکھ دیکھ کر سڑ جاؤ گی۔ آج مجھے سزا مل گئی تم اگر منہ کھولو گی تو وہی سزا تمہیں بھی ملے گی۔ چلو ہم دونوں ایک ساتھ شہید ہو کر اپنے قوم کی عزت میں اضافہ کریں گے۔ آج تمہاری زبان کھولنے سے اس مہاراجہ کو احساس ہوگا کہ ہماری قوم میں شیر دل لڑکیاں بھی موجود ہیں۔ ترانہ آج اپنی محبت کا ثبوت دو۔ ہم دونوں ایک ساتھ مر کر امر ہو جائیں گے۔" عظیم نے ترانہ سے کہا۔

لیکن ترانہ گم سُم بیٹھی عظیم کی باتیں اس طرح سُن رہی تھی جیسے اُس کی سمجھ میں کچھ نہیں آ رہا ہو۔

"ترانہ میری بیوی ہے۔ میں نے اس سے شادی اس کی مرضی سے کر لی۔ تمہیں کسی دوسرے کی بیوی کو مخاطب کرتے وقت احتیاط سے کام لینا چاہیئے۔" عالی شاہ نے عظیم سے کہا۔

عالی شاہ کی یہ بات عظیم پر آتش فشاں پہاڑ کی طرح ٹوٹ پڑی۔ وہ عظیم جس نے اپنی موت کی سزا مسکراتے ہوئے قبول کر لی۔ عالی شاہ کی یہ بات برداشت نہیں کر سکا۔

"نہیں۔ یہ جھوٹ ہے۔" عظیم کی ایک دردناک چیخ دربار میں گونج اُٹھی۔ وہ دوبارہ ترانہ سے مخاطب ہو کر کہنے لگا۔

"ترانہ۔ کہدو کہ یہ جھوٹ ہے۔ کہہ دو کہ یہ سب غلط ہے جس مرد کو تم اپنا باپ کہتی تھی وہ آج تمہارے سامنے ایسی گندی بات کہنے کی جرأت کیسے کر رہا ہے۔ کھینچ لو اس کی زبان۔ اپنی جگہ سے اُٹھو ترانہ۔ میں تم سے اور تمہارے دل کی دھڑکنوں سے واقف ہوں۔ آج اپنا منہ کھول کر ہماری تاریخ میں ایک نئے باب کا اضافہ کر لو۔" عظیم نے ترانہ سے کہا۔

ترانہ عظیم کی باتیں سُننے کے باوجود اپنی جگہ سے ہلی بھی نہیں۔ اُس کی خاموشی نے عظیم کی گرجدار چیخوں کو بھی خاموش کر دیا۔

عظیم ٹوٹ کر شکست خوردہ آدمی کی طرح نیچے فرش پر بیٹھ گیا۔ آہنی زنجیروں میں جکڑا مرد جو تھوڑی دیر پہلے دربار میں شعلے اگل رہا تھا ایک عورت کی بے وفائی برداشت نہیں کر سکا۔ ترانہ نے اُس کے جذبات، اُس کی سچائی اور اُس کی اُمیدوں کا خون کر دیا۔ ترانہ کو دربار میں بے نقاب دیکھ کر عظیم کا ماتھا پہلے ہی ٹھنکا تھا لیکن وہ اس طرح بھرے دربار میں ذلیل کر دے گی۔ اُس نے

Dr. Khwaja Farooq Renzu Shah Collection, Srinagar

CC-0. In Public Domain. Digitization by eGangotri

سوچا بھی نہ تھا زہی تراز جو عالی شاہ کو اپنا باپ کہتی تھی اور اُس کے کارناموں سے نفرت کرتی تھی آج اُس کی بیوی بن کر دربار میں حاضر ہوئی۔ وہ عظیم جو دربار میں اپنا سر اُٹھا کر اپنی گرج سے سب کے دل دہلا رہا تھا اب اپنا سر جھکائے شرمندہ بیٹھا تھا۔

"لے جاؤ اِس کو قید خانے میں۔" مہاراجہ نے سپاہیوں کو حکم دیا۔

عظیم کے ٹوٹ جانے کے بعد مہاراجہ کے چہرے پر فتح کے آثار نمایاں تھے۔ سپاہی عظیم کو گھسیٹتے ہوئے لے گئے۔

Dr. Khwaja Farooq Renzu Shah Collection, Srinagar

CC-0. In Public Domain. Digitization by eGangotri

پندرھواں باب

وادی کے گوشے گوشے میں یہ دہشت انگیز خبر جنگل کی آگ کی طرح پھیل گئی کہ عظیم کو دس دن زندان میں رکھنے کے بعد کھولتے ہوئے تیل میں زندہ جلایا جائے گا۔ ان دس دنوں میں لوگوں کی بے اطمینانی اور بے چینی آہستہ آہستہ بڑھنے لگی جس دن عظیم کو یہ سزا ہونے والی تھی لوگ جوق در جوق اپنے گھروں سے باہر نکل کر سڑکوں پر آنے لگے لوگ پہلی بار کھلم کھلا مہاراجہ کی بربریت کے خلاف اپنے جذبات ظاہر کرنے لگے۔ گاؤں گاؤں سے مرد وزن بوڑھے اور جوان سب شہر میں آکر جمع ہونے لگے اور ہاری پربت کے قلعے کی طرف بڑھنے لگے جہاں عظیم کو زندہ جلانے کا فیصلہ کیا گیا تھا۔

صبح سویرے سورج چڑھنے سے پہلے ہاری پربت کے قلعے کے ارد گرد لاکھوں کی تعداد میں لوگ جمع ہو گئے۔ مخدوم صاحبؒ کی زیارت میں عقیدت و احترام نچھاور کرنے کے بعد لوگ ہاری پربت کی چوٹی پر واقع اس قلعے کی جانب بڑھنے لگے جہاں عظیم کو قید کیا گیا تھا۔

قید خانے کی چار دیواروں کے اندر عظیم بڑے اطمینان سے صبح کی نماز ادا کر رہا تھا۔ وہ سجدے میں گر کر اُس ذات الٰہی کا شکریہ ادا کر رہا تھا جس نے اُسے قوم کی خاطر اپنی جان قربان کرنے کی طاقت بخشی وہ اپنے ہاتھ اوپر اٹھا کر کہہ رہا تھا۔

"اے پاک پروردگار میں آپ کا شکر گذار ہوں کہ آپ نے مجھے اس مقدس سرزمین کی دہلیز پر اپنی جان قربان کرنے کا موقعہ دیا۔ میں کتنا خوش نصیب ہوں کہ میرے خون کی چند بوندیں اس پاک مٹی کو سیراب کریں گی۔ اے اللہ تعالیٰ مجھے حوصلہ دے کہ جب مجھے مہاراجہ کے سپاہی اُبلتے ہوئے تیل کی کڑاہی

Dr. Khwaja Farooq Renzu Shah Collection, Srinagar

CC-0. In Public Domain. Digitization by eGangotri

میں پھینکنے کے لئے لے جا رہے ہوں تو میرے پاؤں ذرا بھی نہ ڈگمگائیں۔ میرے خدا۔ اس وادی میں ہزاروں اور لاکھوں شہیدوں کا خون بکھرا ہوا ہے۔ اے ربِ جلیل! مجھے بھی اُن کی صف میں شامل کر کے آپ مجھ پر بہت بڑا احسان کر رہے ہیں۔ اے اللہ۔! میری آخری دُعا یہی ہے کہ میری اس وادی کو غلامی کے دور سے چھٹکارا دلا دے۔ ان بھیڑیوں کا قافیہ تنگ کر دے جو ہم کو اپنا محکوم بنائے ہوئے ہیں۔ اے خدا! شہیدوں کے خون کے سُرخ رنگ کو کبھی پھیکا نہ پڑنے دے۔ ذلیل اور رسوا کر دے ان بے غیرت لوگوں کو اور اُن کے خاندان کو جو اس خون کو بیچنے کی کوشش کریں۔ اے اللہ! اس وادی کے مجبور و محکوم عوام کے خون میں حرارت اور گرمی بخش دے تاکہ ہم غلامی کی ان زنجیروں کو کاٹ سکیں جو صدیوں سے ہمارے پاؤں میں پڑی ہیں۔

عظیم زندان میں بڑے اطمینان کے ساتھ دُعائیں مانگنے میں مصروف تھا کسی نے آہنی سلاخوں سے بنا دروازہ کھول دیا۔ دروازہ کھُلنے کی بھیانک آواز سے قلعے میں موجود پرندے ڈر کر شور مچانے لگے۔ آج ان کے شور مچانے کا انداز غیر معمولی تھا۔ جیسے وہ کسی بھیانک حادثے کی آگہی دے رہے ہوں۔

ہاری پربت کی چوٹی پہاڑی کے اُوپر بنا ہوا یہ چھوٹا سا قلعہ پتھروں اور اینٹوں سے بنا ہوا تھا۔ قلعہ چاروں طرف پتھروں سے بنے ایک مضبوط دیوار سے بند تھا۔ قلعہ میں پتھروں اور اینٹوں سے بنی ایک عمارت تھی جس کو مہاراجہ نے قید خانے میں تبدیل کیا تھا۔ اس قید خانے کے نیچے ایک تہہ خانہ تھا جس کو بطور قید خانہ استعمال کیا جاتا تھا۔ اس قید خانے کے سامنے ایک بڑا صحن تھا جہاں دن رات مہاراجہ کے سپاہی پہرہ دیتے رہتے تھے۔ اس صحن میں پچھلے ایک دن سے ایک بہت بڑی کڑاہی کو آگ پر رکھا گیا تھا جس میں تیل کو اُبالا جا رہا تھا۔ یہ کڑاہی اتنی بڑی تھی کہ اس میں ایک ساتھ تین تین آدمی زندہ جلائے جا سکتے تھے۔ تیل کڑاہی میں اس طرح سے اُبل رہا تھا جیسے کسی زمین سے چشمہ پھوٹ پھوٹ کر اُوپر اُچھل رہا ہو۔ تیل کے جلنے کی بدبو قلعے میں چاروں طرف پھیلی ہوئی تھی۔

اُبلتے تیل میں زندہ جلانے کی سزا ایک ایسی سزا تھی کہ اس کا تصوّر کرتے ہی رونگٹھے کھڑے ہو رہے تھے۔ مہاراجہ کے سپاہی بھی دل ہی دل میں اس سزا کی سختی کو محسوس کر رہے تھے لیکن کوئی اپنے دل کی بات زبان پر نہیں لا رہا تھا۔ ہر ایک سپاہی کڑاہی کے نیچے جلتی آگ میں لکڑی پھینک کر تیل کو زیادہ گرم کرنے کی کوشش کر رہا تھا چونکہ مہاراجہ نے حکم دیا تھا کہ عظیم کو اس کی آنکھوں کے سامنے جلایا جائے اس لئے سب کو مہاراجہ کی آمد کا انتظار تھا۔

مہاراجہ آج پہلی دفعہ اس قید خانے میں آنے والے تھے۔ اس طرح اُس کے خود آنے کے فیصلے نے

Dr. Khwaja Farooq Renzu Shah Collection, Srinagar

CC-0. In Public Domain. Digitization by eGangotri

عظیم کی سزا کی اہمیت میں زیادہ اضافہ کر دیا تھا۔ سپاہی بھی عظیم سے مرعوب ہو چکے تھے اور وہ ادب اور عزت کے ساتھ اُس سے مخاطب ہو رہے تھے۔ عظیم کی شخصیت کا رُعب اُن پر چھا چکا تھا۔

چند سپاہیوں نے زندان کا دروازہ کھولا اور عظیم کو عبادت میں مشغول دیکھ کر اُن کے قدم دروازے پر ہی رُک گئے۔ کسی نے بھی کوئی حرکت کرنے کی کوشش نہیں کی۔ جب اُس کی عبادت اختتام تک پہنچنے کا انتظار کرنے لگے۔ عظیم نے اپنی دُعا مکمل کرنے کے بعد مہاراجہ کے سپاہیوں کی طرف دیکھا۔ عظیم کے چہرے سے نور چھلک رہا تھا۔ اُس نور کی چکاچوند سے مہاراجہ کے سپاہیوں کی آنکھیں خیرہ ہونے لگیں۔

"کیا بات ہے ۔۔۔؟" عظیم نے اُن سے پوچھا۔

کسی بھی سپاہی نے جواب دینے کی ہمت نہیں کی۔ عظیم اُن کی بے بسی اور اُن کی احساس کمتری کو سمجھ گیا۔

"شائد مجھے جلتے تیل میں پھینکنے کا وقت قریب آ چکا ہے۔" عظیم نے اُن سے کہا۔

مہاراجہ کے سپاہیوں نے ندامت سے اپنی گردنیں جھکا دیں۔ عظیم کے چہرے پر ایک دلکش مُسکراہٹ بکھر گئی وہ اپنی جگہ سے کھڑا ہو گیا۔

"چلو۔ کہاں جانا ہے ۔۔۔؟" عظیم سپاہیوں کے قریب پہنچ کر اُن سے کہنے لگا۔

مہاراجہ کے سپاہی عظیم کے ساتھ ساتھ چل کر قید خانے کی عمارت سے باہر نکل کر صحن کی جانب بڑھنے لگی۔

عظیم نے صحن میں وہ کڑاہی دیکھ لی جس میں تیل اُبل اُبل کر غراٹے مار رہا تھا۔ تیل کے جلنے کی بدبو کے جھونکے اُس کے نتھنوں میں گھُس گئے لیکن اُس کے باوجود اُس کے قدم نہیں رُکے۔ وہ لگاتار ایک مردِ مومن اور مُجاہد کی طرح اُس جلتے ہوئے تیل کی کڑاہی کی جانب بڑھنے لگا۔

مہاراجہ کے سپاہیوں نے چاروں طرف اُس کے گرد گھیرا ڈال رکھا تھا۔

"میں خوش ہوں کہ میرے شہید ہونے کا وقت قریب آ گیا۔" عظیم فخریہ انداز میں کہنے لگا۔

مہاراجہ کے سپاہی اس سزا کا تصور کرتے ہی لرز جاتے تھے اور عظیم شہید ہونے کی باتیں کر رہا تھا۔ وہ سب عظیم کے ارد گرد اس طرح سہمے سہمے کھڑے تھے جیسے ایک بلند قد آور چنار کے درخت کے ارد گرد چھوٹے چھوٹے پودوں کا ایک سلسلہ کھڑا ہوتا ہے۔ ایک سپاہی نے ہمت کر کے عظیم سے کہا۔

"عظیم صاحب۔ انتظار کیجئے ابھی مہاراجہ بھی یہاں پہنچنے والے ہیں۔۔" مہاراجہ کا نام سُن کر عظیم کے چہرے کی مُسکراہٹ غائب ہو گئی اور اُس کے ماتھے پر نفرت و حقارت بھری

Dr. Khwaja Farooq Renzu Shah Collection, Srinagar

CC-0. In Public Domain. Digitization by eGangotri

بیتے ابھرنے لگی۔

"ایک ظالم آدمی کو مہاراجہ مت کہو۔ وہ ایک لٹیرے سے کم نہیں۔ اُسے خیال ہے کہ شاید عظیم کو مار کر یہاں کے لوگوں کی آواز دبائے گا لیکن یہ اُس کی بھول ہے۔ اب اُس کم بخت کے خلاف وادی کے لوگ متحد ہو چکے ہیں۔ میرا تصور مجھے کہہ رہا ہے کہ ایک ایسا وقت بھی آئے گا جب مہاراجہ ان کے سامنے جھک کر رحم کی بھیک مانگے گا۔" عظیم اپنی باوقار آواز میں کہنے لگا۔

ہاری پربت کی چوٹیوں پر اُس کی آواز کی بازگشت سُنائی دینے لگی۔

مہاراجہ کے سب سپاہی خاموش تھے۔ کسی نے بھی جواب دینے کی جرأت نہیں کی۔

سب مہاراجہ کے منتظر تھے جبکہ عظیم شہید ہونے کا انتظار کر رہا تھا۔ عظیم نے آخری بار اپنی آنکھیں بند کر لیں۔ ذہن پر ترانہ کی تصویر دوبارہ چھانے لگی۔ دربار میں ترانہ کی بے رخی اور اُس کی شادی کی خبر سُننے کے بعد عظیم اس تصویر کو ذہن سے مٹانے کی کوشش کر رہا تھا۔ ترانہ نے اُس کے سارے وجود کو چھلنی کر کے اُن میں زہر گھول دیا۔ ترانہ اُس کی زندگی میں اچانک آگئی تھی اور پھر اُس کے دل کے ہر خانے میں سموگئی۔ ترانہ کا دوسرا رُوپ دیکھ کر عظیم کو ایک بہت بڑا صدمہ پہنچا۔ اُس نے عظیم کے اعتماد کے شیشے کو چکنا چور کر دیا لیکن عظیم نے ترانہ کا جو پہلا رُوپ دیکھ لیا تھا وہ محبت اور خلوص کا ایک جیتا جاگتا پیکر تھا۔ عظیم نے اس پیکر میں پاکیزگی اور سچائی دیکھ لی تھی۔ عظیم نے آخری بار اپنی آنکھیں بند کر کے اس سچائی اور پاکیزگی کو سلام پیش کیا۔ اور آہستہ آہستہ اپنی آنکھیں کھولیں۔ اُس کے سامنے تیل کی کڑاہی غراٹے مار رہی تھی۔

قلعے کا وسیع صحن مہاراجہ کے سپاہیوں سے کھچا کھچ بھرا ہوا تھا۔ سب کی آنکھیں عظیم پر مرکوز تھیں خودی اور غیرت سے بھرپور اس بہادر نوجوان نے خود ہی تیل کی کڑاہی میں چھلانگ مارنی چاہی۔ عظیم کے چہرے پر نور بکھرا ہوا تھا اور دل و دماغ میں اللہ کا نام۔ اُس نے اللہ کا نام لے کر جلتے تیل میں کودنے کی تیاری کی کیوں کہ وہ اپنی قوتِ ارادی کی آزمائش کرنا چاہتا تھا وہ نہیں چاہتا تھا کہ بزدلوں کی طرح وہ موت کو سامنے دیکھ کر بھاگ جائے بلکہ وہ اللہ اور قوم کے نام پر خود جلتے تیل میں گر کر دُنیا والوں کو اپنی قوم کا غیرت مند خون دکھانا چاہتا تھا جو آزادی کے لئے کہیں بھی بہہ سکتا تھا جو خون گرم اُبلتے تیل میں بہہ کر ایک ایسی بھاپ میں اُڑ جانا چاہتا تھا جو بھاپ قہر کا بادل بن کر ان طاقتوں پر چھا جائے جو اُس کی قوم کو غلام بنانے پر تُلے ہوئے تھے اس خودداری کی ایک مثال تھی عظیم کو جلتے ہوئے تیل میں چھلانگ مارتے دیکھ کر قلعے کے داروغے، مہاراجہ کے سپاہی

Dr. Khwaja Farooq Renzu Shah Collection, Srinagar

CC-0. In Public Domain. Digitization by eGangotri

تھے۔

اور شہر کا کوتوال آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر اس منظر کو دیکھ رہے تھے۔

مہاراجہ کے چند سپاہی عظیم کے قریب آئے اور اُس کو پکڑ لیا۔

"عظیم صاحب! آپ واقعی عظیم ہیں۔ ہم سب آپ کی جرأت اور عظمت کے قائل ہو گئے۔ واقعی کوئی بہت بڑی طاقت آپ کے ساتھ ہے۔ ہم صرف آپ سے یہ عرض کرنا چاہتے ہیں کہ مہاراجہ کے آنے تک آپ انتظار کیجئے۔ مہاراجہ خود اپنی آنکھوں سے یہ سزا دیکھنا چاہتے ہیں اور ہم سب اُس کے حکم کے غلام ہیں۔" سپاہیوں کے سردار نے بڑے ادب احترام کے ساتھ عظیم سے کہا۔

عظیم کے چہرے پر نورانی مسکراہٹ بکھر گئی۔

"ٹھیک ہے ہم شہید ہونے کے لئے اور انتظار کریں گے لیکن یقین جانئیے کہ شہید ہونے کا انتظار بڑا کٹھن اور مشکل کام ہے۔ ہمارا ایمان ہمیشہ شہادت کو گلے لگانے کے لئے بیتاب رہتا ہے شہادت ہماری خوش نصیبی اور خوش قسمتی ہے۔" یہ عزم بیان کر کے عظیم نے اُسے سر سے پاؤں تک لرزا دیا۔

عظیم واقعی اب موت کے اتنے قریب پہنچ کر شہید ہونے کے لئے مچل رہا تھا۔ وہ دُنیا کی ہر ایک چیز بھول گیا اور اب اگر اس کے دل میں کسی کا نام باقی تھا وہ تھا اللہ کا نام۔ وہ اپنی قوم کی عزت کے لئے شہید ہونا چاہتا تھا۔ اس جذبے کا احساس اتنا شدید اور طاقتور تھا کہ وہ جلد سے جلد شہادت کا درجہ پانے کے لئے تڑپنے لگا۔

اچانک قلعے کے چاروں طرف شور ابھرا۔ شور کی آواز بڑھنے لگی۔ قلعے میں موجود مہاراجہ کے سپاہی سب اس شور کو سُن کر حواس باختہ ہو گئے۔ چند سپاہی قلعے کی دیواروں پر چڑھ کر شور کا سبب جاننے کے لئے باہر دیکھنے لگے۔ انہیں اُس وقت اپنی آنکھوں پر یقین بھی نہیں آیا جب انہوں نے لوگوں کے مشتعل ہجوم کو قلعہ کی طرف بڑھتے ہوئے دیکھا۔ لوگ اپنے ہاتھوں میں لاٹھیاں اور لوہے کی سلاخیں اُٹھائے شور مچاتے ہوئے قلعے کی جانب بڑھ رہے تھے۔ وہ عظیم کو رہا کرنے اور وادی کے لوگوں کے اتحاد اور غیرت کا نعرہ لگا رہے تھے۔ ایک ہی آواز میں ملک کی آزادی کا نعرہ بلند کر رہے تھے وہ سب اپنی عزت اور خودی کا مظاہرہ کر رہے تھے۔

قلعے میں موجود مہاراجہ کے سب سپاہی بوکھلا گئے۔ ان کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ وہ کیا کریں۔ انہوں نے دُور سے پہاڑی کے نیچے سڑک پر مہاراجہ کی شاہی سواری کو آتے دیکھ لیا۔ لوگوں نے سواری کا گھیراؤ کیا۔ اور مہاراجہ کی سواری پر پتھر برسائے گئے۔ مہاراجہ کے سپاہی ڈنڈے مار مار کر اُن کو دُور ہٹانے کی کوشش کر رہے تھے لیکن وہ مہاراجہ کو اُس کے ظلموں کا مزہ چکھانے کے لئے کمربستہ تھے۔ لوگوں کے اشتعال کو دیکھ کر مہاراجہ

Dr. Khwaja Farooq Renzu Shah Collection, Srinagar

CC-0. In Public Domain. Digitization by eGangotri

کے قریبی باڈی گارڈ نے اپنی بندوق تان کر نہتے لوگوں پر گولیاں برسانی شروع کیں۔

دھائیں۔ دھائیں۔ دھائیں۔ نہتے اور معصوم لوگ فرش پر ڈھیر ہو گئے۔

مہاراجہ کی سواری کے پیچھے مڑ کر واپس محل کی طرف بھاگنے لگی۔ قلعے کے سپاہی مہاراجہ کو بھاگتے ہوئے دیکھ کر سمجھ گئے کہ اب عظیم کی سزا دیکھنے کے لئے اندر نہیں آ سکتا تھا۔ کوتوال اور سپاہیوں کے سردار بہت پریشان ہو گئے۔ ان کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ وہ کیا کریں۔

قلعے کے باہر لوگوں کے شور میں برابر اضافہ ہو رہا تھا وہ قلعے کے نزدیک آ رہے تھے۔ داروغہ اور سپاہیوں کے سرداروں نے ایک ہنگامی میٹنگ بلائی اور یہ فیصلہ کیا کہ وہ اب عظیم کو فوراً سزا دیں کیوں کہ لوگوں کے گھراؤ کی وجہ سے کسی کا اندر آنا ناممکن تھا۔

عظیم تیل کی کڑاہی کے آگے بڑے اطمینان اور سکون کے ساتھ کھڑا تھا۔ لوگوں کے مظاہرے کا شور انقلاب کے نعرے، اسلام کی سربلندی کے نعرے اُس کی سماعت کے پردوں کو چھو رہے تھے۔ وہ دل ہی دل میں خدا کا شکر ادا کر رہا تھا کہ مرنے سے پہلے اُس نے وادی کے انقلاب کا خواب شرمندۂ تعبیر ہوتے دیکھ لیا۔ وہ اس انقلاب کی دہلیز پہ کھڑا اُس کو اپنے خون میں رنگ رہا تھا۔

قلعے میں موجود اہم عہدیداروں کی ہنگامی میٹنگ کے فوراً بعد عظیم کو فوراً رسیوں میں کس دیا گیا۔ قلعے کے باہر لوگوں کا شور اپنے عروج پہ پہنچ چکا تھا، وہ سب قلعے کے نزدیک پہنچ چکے تھے۔ قلعے کے اندر اب لوگوں نے پتھروں کی بارش کر دی جو سپاہی عظیم کو رسیوں سے کس رہے تھے وہ بھی ان پتھروں سے زخمی ہو گئے، لیکن عظیم کو ایک پتھر بھی نہیں چھو رہا تھا۔ سب اس معجزے کو حیرانی سے دیکھنے لگے۔

"اس کو فوراً اس جلتے تیل میں پھینک کر مہاراجہ کا حکم پورا کر دو۔" کوتوال نے حکم دیا۔

سپاہیوں نے عظیم کو اپنے ہاتھوں پہ اٹھایا۔

"انقلاب زندہ باد۔" عظیم نے آخری بار زوردار آواز میں نعرہ لگایا۔

قلعے کے باہر لوگوں نے قائد عظیم کا یہ نعرہ سن لیا۔ ہزاروں لوگوں نے اس کا ایک ساتھ جواب دیا۔

"انقلاب زندہ باد۔" ہاری پربت کی پہاڑی اس زوردار نعرے سے ہل گئی۔ قلعے کی دیواریں بھی چند لمحوں کے لئے ہلنے لگیں ان سپاہیوں کے ہاتھ رک گئے جو عظیم کو کڑاہی میں پھینکنے جا رہے تھے۔

اچانک ایک آواز قلعے میں گونجی۔ "ٹھہرو۔"

سب کی نظریں آواز کی جانب اُٹھ گئیں۔

مہاراجہ کا ایک سپاہی زخمی حالت میں قلعہ کی دیوار پھاند کر اندر داخل ہوا تھا۔ اس کے ماتھے

Dr. Khwaja Farooq Renzu Shah Collection, Srinagar

CC-0. In Public Domain. Digitization by eGangotri

سے خون بہہ رہا تھا اور وردی تار تار ہو چکی تھی، وہ ہانپ رہا تھا۔

"کیا بات ہے ۔۔۔؟" کوتوال نے اُس سے پوچھا۔

"عظیم کی سزا روک دو۔ یہ مہاراجہ کا حکم ہے ۔۔" اُس سپاہی نے کہا۔

جب سپاہیوں نے یہ بات سُنی انہوں نے عظیم کو واپس زمین پر رکھا۔ عظیم نے اپنی آنکھیں بند کر دی تھیں لیکن مہاراجہ کا حکم سن کر اس نے دوبارہ اپنی آنکھیں کھولیں۔

"اے خدا ۔ یہ کیا کیا ۔ مجھے شہادت کے درجہ سے محروم کر دیا ۔ میں نے شہادت کا جام ضرور لبوں سے لگایا لیکن ابھی میں اُسے پینے والا ہی تھا کہ آپ نے اسے چھین لیا ۔" عظیم اپنی نگاہیں آسمان کی طرف مرکوز کر کے کہنے لگا۔

"تم کون ہو اور تمہیں یہاں کس نے بھیج دیا ۔" کوتوال نے اُس سپاہی سے پوچھا۔

میں مہاراجہ کا باڈی گارڈ ہوں ۔ مہاراجہ اس قلعے کی جانب ہی تشریف لا رہے تھے کہ انہوں نے مشتعل لوگوں کو اس قلعے کا گھیراؤ کرتے ہوئے دیکھ لیا ۔ سپاہیوں نے مہاراجہ کو بچایا ۔ لوگوں کو پہلی دفعہ عظیم کی جان بچانے کی خاطر اتنا زیادہ مشتعل دیکھ کر مہاراجہ نے عظیم کی سزا منسوخ کرنے کا حکم دیا ۔ وہ نہیں چاہتا تھا کہ ایک معمولی آدمی کی خاطر اس وادی کے لوگ متحد ہو جائیں ۔ اس لئے مہاراجہ کا حکم ہے کہ عظیم کو فوراً رہا کر کے لوگوں کے حوالے کیا جائے ۔ مہاراجہ نے مجھے یہ حکم آپ تک پہنچانے کے لئے یہاں بھیجا ۔ میں اپنی جان پر کھیل کر مشتعل لوگوں کے بیچ میں سے گذر کر یہاں پہنچ چکا ہوں ۔ پہاڑی کے بیچ مجھے لوگوں نے پکڑ کر خوب مارا اور میری وردی پھاڑ دی ۔ میں اپنے آپ کو اُن کے چنگل سے چھڑا کر بھاگتا ہوا یہاں پہنچ گیا ۔ میرا سارا جسم لوگوں کی مار پیٹ اور پتھروں سے لہولہان ہو چکا ہے ۔" مہاراجہ کے باڈی گارڈ نے یہ سب کچھ ہانپتے ہوئے کہا۔

یہ سب کچھ کہنے کے بعد وہ نیچے زمین پر گر گیا ۔ چند سپاہی اُس کی مرہم پٹی کے لئے اُس کے قریب گئے ۔ لوگوں کا شور اب قلعے کے بہت نزدیک پہنچ چکا تھا ۔ لوگ اب بہت جلد قلعے کے اندر داخل ہونے والے تھے۔

"انقلاب زندہ باد ۔ عظیم کو رہا کر دو" کے فلک شگاف نعرے اب قلعے کے چاروں طرف سُنائی دے رہے تھے ۔ "عظیم کو فوراً رہا کر دو ۔۔" کوتوال نے فوراً حکم دیا۔

عظیم اپنی جگہ پُرسکون انداز میں کھڑا تھا ۔ مہاراجہ کے سپاہیوں نے اُسے آہنی زنجیروں سے

Dr. Khwaja Farooq Renzu Shah Collection, Srinagar

CC-0. In Public Domain. Digitization by eGangotri

آزاد کردیا۔ اُس کے اُوپر بندھی رسیاں بھی کھول دیں۔

"عظیم صاحب آپ آزاد ہیں۔" کوتوال نے اُس سے کہا۔

"میری آزادی بھی تمہارے مہاراجہ کی ایک مکروہ چال ہے۔" عظیم نے اُن سے کہا۔

"عظیم صاحب لوگوں کا اشتعال اپنے عروج پر ہے۔ اِس وقت ہم لاکھوں لوگوں کے گھیرے میں ہیں۔ یہ لوگ کسی بھی وقت قلعے کے اندر داخل ہو کر ہمیں جان سے مار دیں گے۔ آپ قلعے سے باہر نکل کر انہیں اپنا چہرہ دکھائیے تاکہ وہ مطمئن ہو جائیں۔" کوتوال داروغہ اور سپاہی عظیم سے التجا کرنے لگے۔

"یہ انقلاب کی پہلی آواز ہے۔ اِس آواز کو سُن کر آپ گھبرا گئے۔ جب یہ آواز آزادی کے گوشے گوشے میں اُبھرے گی اِس وقت تم لوگ کیا کرو گے۔" عظیم نے اُن سے کہا۔

"عظیم صاحب آپ کو معلوم ہے کہ ہم اپنی جانیں بچانے کے لئے اِس وقت مشتعل لوگوں پر گولیاں چلا سکتے ہیں۔ قلعے میں چند بندوقیں موجود ہیں۔ لیکن اِس طرح خون خرابہ ہوگا۔ اِس لئے بہتر ہے کہ آپ باہر جا کر انہیں اس حقیقت سے روشناس کرائیے کہ آپ کی سزا معاف ہو چکی ہے۔ وہ آپ کو زندہ دیکھ کر مطمئن ہو جائیں گے ورنہ غلط فہمی میں معصوم لوگوں کا خون خواہ مخواہ بہے گا۔" کوتوال نے عظیم کی کمزور رگ کو چھیڑا۔

"ٹھیک ہے میں لوگوں کو اپنا چہرہ دکھاتا ہوں۔" عظیم نے کچھ سوچ کر اُن سے کہا۔ عظیم کی یہ بات سُن کر اُن سب لوگوں کے چہروں پر خوشی کی لہریں کھیلنے لگیں۔ جیسے کسی نے انہیں نئی زندگیاں عطا کی ہوں۔

وہ سب سپاہی عظیم کے ساتھ ساتھ چلتے ہوئے قلعے کے گیٹ تک پہنچ گئے۔ گیٹ کا دروازہ کھولا گیا اور وہاں پر عظیم کو الوداع کہہ کر وہ سب واپس قلعے کے اندر داخل ہوئے۔

عظیم قلعے کے آہنی گیٹ سے باہر نکلا۔ اُس نے دیکھا کہ ہزاروں اور لاکھوں کی تعداد میں مشتعل لوگ قلعے کے چاروں طرف پھیلے ہوئے تھے۔ وہ سب آج اپنی غیرت اور اتحاد کا ندار مظاہرہ کر رہے تھے۔

عظیم کے چہرے پر کامیابی کی ایک دلکش مسکراہٹ چھا گئی۔

"انقلاب ــــ" عظیم نے جذبات سے بھرپور لہجے میں ایک زوردار نعرہ لگایا۔ سب کی نظریں اُس کی طرف اُٹھ گئیں۔

"زندہ باد ــــ" ماری پربت کی پہاڑی لاکھوں لوگوں کے جوابی نعرے کی زوردار آواز سے ہلنے لگی۔

"عظیم زندہ ہے۔ عظیم زندہ ہے" سب نے عظیم کو پہچانا۔

لوگ فرطِ مسرت سے جھومنے لگے۔ عظیم کو لوگوں نے اپنے سروں پر اُٹھایا اور وہ سب ناچتے ہوئے جھومتے ہوئے اتحاد کی کامیابی کا مظاہرہ کرتے ہوئے پہاڑی کے نیچے آنے لگے۔

Dr. Khwaja Farooq Renzu Shah Collection, Srinagar

CC-0. In Public Domain. Digitization by eGangotri

سولھواں باب

عظیم کی ماں عائشہ بستر مرگ پر پڑی زندگی کی آخری سانسیں گن رہی تھی۔ عائشہ کی بہن کی لڑکی زونی اُس کے تلوے زور زور سے رگڑ رہی تھی۔

"آہ۔ عظ۔ عظیم ۔۔" عائشہ اپنے بیٹے کو یاد کر رہی تھی۔ اُس کی آنکھوں سے آنسو ٹپ ٹپ گر رہے تھے۔

"موسی۔ اطمینان رکھو سب ٹھیک ہو جائے گا۔" زونی اپنی موسی کو سمجھانے کی ناکام کوشش کر رہی تھی۔

زونی کی آنکھیں بھی آنسوؤں سے لبریز تھیں عظیم کے گرفتار ہونے کے بعد دوسرے روز زونی کی ماں مر گئی۔ اُس کا باپ پہلے ہی مر چکا تھا وہ اس دنیا میں بالکل اکیلی رہ گئی۔ عائشہ کو پہلے ہی عظیم کی گرفتاری کا ایک صدمہ پہنچا تھا بہن کا مرنا دوسرا صدمہ ثابت ہوا۔ عائشہ زونی کو اپنے گھر لے آئی۔ اُسی دن انہیں یہ خبر پہنچی کہ مہاراجہ نے عظیم کو دس روز زندان میں رکھنے کے بعد کھولتے ہوئے تیل میں پھینکنے کا حکم دیا ہے۔ عائشہ اپنے بیٹے کی سزائے موت کی خبر برداشت نہ کر سکی، اُس کی صحت تیزی کے ساتھ بگڑنے لگی۔ زونی اپنی ماں کے مرنے کا غم بھول کر اپنی موسی کی تیمارداری میں لگ گئی۔

جس روز عظیم کو زندہ جلانا تھا سارا شہر اشکبار تھا۔ لوگ جگہ جگہ واویلا کر رہے تھے۔ لوگوں کا ایک مشتعل ہجوم قلعے کی جانب رَوانہ ہو چکا تھا اور عظیم کے گھر میں اُس کی ماں عائشہ اور زونی دونوں جی بھر کر رو رہے تھے۔

Dr. Khwaja Farooq Renzu Shah Collection, Srinagar

CC-0. In Public Domain. Digitization by eGangotri

عائشہ بار بار خدائے تعالیٰ سے عظیم کی زندگی واپس مانگ رہی تھی۔

"اے پروردگار۔ عظیم کے بدلے میری زندگی چھین لے۔" عظیم نے ابھی کچھ نہیں دیکھا ہے۔ اس معصوم کو ایسی خطرناک سزا سے محفوظ رکھ۔ میں بوڑھی ہو چکی ہوں اور میں نے اپنی زندگی پوری کرلی ہے عظیم کی زندگی کی خاطر اپنی زندگی قربان کرنا چاہتی ہوں۔ اے میرے اللہ۔ اپنی طاقت سے میرے عظیم کے لئے آگ کو گلزار بنا دے۔" عائشہ یہ دعا مانگ کر رو رہی تھی۔ جوں جوں عظیم کو سزا دینے کا وقت قریب آرہا تھا۔ عائشہ کی حالت ابتر ہوتی جارہی تھی۔ اُس کا دل زور زور سے دھڑک رہا تھا اور اُس کی نبض تیزی کے ساتھ اُٹھ رہی تھی زونی کی سمجھ میں نہیں آرہا تھا کہ وہ کیا کرے۔ وہ کبھی زور زور سے اُس کے تلوے رگڑ رہی تھی اور کبھی اُس کا سر دبا رہی تھی۔

"عظ۔ عظیم ۔۔۔!" ماں نے گھبرائی ہوئی آواز میں ایک زوردار چیخ ماری۔

"ماں ۔۔۔!" دروازے کے پیچھے سے عظیم کی آواز اُبھری۔

فرطِ مسرت سے عائشہ کا چہرہ کھل اُٹھا۔ زونی بھی خوشی کے مارے پھولے نہ سمائی۔

ماں نے بستر سے باہر نکل کر اُوپر اُٹھنے کی کوشش کی لیکن وہ اپنے آپ کو ہلا بھی نہ سکی۔ زونی نے اُسے سہارا دے کر اُس کی بیٹھک کے پیچھے تکیہ رکھ کر اُسے بٹھایا۔

"ماں ۔ میری ماں ۔ تمہیں کیا ہو گیا ہے۔" عظیم نے ماں کو گلے سے لگایا۔ ماں کی آنکھوں سے بہتے ہوئے غم کے آنسو اب خوشیوں کے آنسو میں تبدیل ہو گئے۔ مکان کے باہر جو صبح سے واویلا کا شور تھا اب کامیابی اور فتح کے شور میں تبدیل ہو چکا تھا۔ زونی کی آنکھوں سے بھی خوشی کے آنسو چھلک پڑے۔

"ماں تم نے اپنی یہ کیا حالت بنا رکھی ہے۔" عظیم نے ماں سے پوچھا۔

"عظ۔ عظیم میں خوش ہوں کہ تم وقت پر آگئے ورنہ تمہیں دوبارہ دیکھنے کی حسرت لے کر ہی مر جاتی ۔۔۔" عائشہ نے نحیف آواز میں کہا۔

"ماں کیسی باتیں کر رہی ہو۔ تم ٹھیک ہو اور ہمیشہ ٹھیک رہو گی۔ یہ دیکھو آج ہماری قوم کی پہلی جیت ہوئی ہے۔ آج تمہارے بیٹے نے اس قوم کی آواز میں ایک ایسی گونج پیدا کی جس نے مہاراجہ کی حکومت کی بنیادیں ہلا دیں۔ آج لوگوں کے عتاب سے ڈر کر مہاراجہ میرے تیل میں جلنے کا نظارہ نہیں دیکھ سکا۔ ڈر کے مارے اُس نے مجھے فوراً رہا کیا۔ ماں میرے باپ نے جو خواب دیکھا تھا۔ وہ پورا ہو گیا۔ کیا تمہیں یاد ہے وہ دن جب میں چھوٹا بچہ تھا اور مہاراجہ کے سپاہیوں کا ایک چھوٹا گروہ محلے والوں کے ڈر سے بھاگ گیا آج بالکل اُسی طرح یہاں کے لوگوں نے اپنی بہادری کا مظاہرہ کر کے بزدل

Dr. Khwaja Farooq Renzu Shah Collection, Srinagar

CC-0. In Public Domain. Digitization by eGangotri

مہاراجہ کو ڈرا دیا۔ آج وہ بھی اُن کو دیکھ کر بھاگ نکلا لیکن بھاگتے بھاگتے اُس نے لوگوں پر بے دردی سے گولیوں کی بوچھاڑ کی۔ وادی کے لوگوں نے اپنا خون دے کر مجھے رہا کروا دیا۔ اب میری زندگی اس خون کی امانت ہے میں کبھی اس خون کا سودا نہیں کروں گا۔ اب ہماری وادی زیادہ دیر غلامی کی زنجیروں میں بندھی نہیں رہ سکتی۔ اب انقلاب کا وقت آچکا ہے کشمیری گہری نیند سے جاگ اُٹھے ہیں ۔“ عظیم کہنے لگا۔

”بیٹے میں بہت خوش ہوں کہ مرنے سے پہلے میں تم کو اور ملک کی آزادی کی پہلی چنگاری دیکھ رہی ہوں۔ بیٹے میری دُعائیں تمہارے ساتھ ہیں لیکن تم کو میرے ساتھ ایک وعدہ بھی کرنا ہوگا تاکہ میری رُوح کو سکون ملے ۔“ ماں نے ہانپتی اور لرزتی زبان میں کہا۔

”ماں تمہیں کچھ نہیں ہوگا ۔“ عظیم نے کہا۔

”بیٹے میں جانتی ہوں کہ میرا آخری وقت آچکا ہے۔ اس لئے میں تم سے وعدہ لے رہی ہوں ۔“ ماں نے اپنی بات دوہرائی۔

”کون سا وعدہ ۔؟“ عظیم نے حیرانی سے کہا۔

”عائشہ نے اپنے نحیف اور کانپتے ہاتھوں سے عظیم اور زُونی کے ہاتھوں کو پکڑ کر انہیں ایک دوسرے میں تھمایا۔

”ماں ۔“ عظیم نے حیرانگی سے بھرپور لہجے میں کہا۔

زُونی کے چہرے پر سرخی چھا گئی اور ماتھے پر پسینے کی بوندیں اُبھرنے لگیں۔

”ہاں۔ بیٹا اب میں زُونی کو تمہارے حوالے کرتی ہوں۔ میں نے اس کو اپنے دل سے بہو مان لیا ہے اور مجھے یقین ہے کہ یہ تمہارے لئے ایک قابلِ فخر بیوی ثابت ہوگی ۔“

”لیکن ماں ۔ میں ۔ عظیم کچھ کہنا چاہتا تھا لیکن اس کی زبان سے کوئی بات بھی نکل نہ رہی تھی۔ ترانہ کی بے وفائی کے بعد عظیم کا دل اُچاٹ ہو چکا تھا۔ مہاراجہ سے ٹکر لینے کے بعد اسے اپنی ازدواجی زندگی بسانی ناممکن دکھائی دے رہی تھی۔ وہ اب آزادی کی جنگ لڑنے کے ارادے باندھ رہا تھا۔ اپنی ماں کا اچانک فیصلہ سُن کر وہ عجیب کشمکش میں پھنس گیا۔

”بیٹا۔ میں جانتی ہوں کہ تم اس لئے ہچکچا رہے ہو کیوں کہ تم ملک کی آزادی کے لئے لڑنا چاہتا ہو لیکن بیٹا زُونی ہمیشہ تمہارا ساتھ دے گی۔ یہ کبھی تمہارے راستے کی رُکاوٹ نہیں بنے گی۔ بیٹا مجھے یقین ہے کہ تم میری یہ آخری خواہش پوری کرو گے۔ شاید تمہیں معلوم نہیں کہ زُونی کی ماں تمہارے

Dr. Khwaja Farooq Renzu Shah Collection, Srinagar

CC-0. In Public Domain. Digitization by eGangotri

گرفتار ہونے کے فوراً بعد مر گئی اور اب میں بھی اِس دُنیا سے جا رہی ہوں۔ اب زُونی کو تمہارے بغیر کہیں سہارا نہیں مِل سکتا۔" ماں نے نحیف آواز میں کہا۔

"کیا موسی مر گئی اور مجھے معلوم بھی نہیں۔" عظیم کی آنکھیں بھیگنے لگیں۔

"ہاں بیٹے۔ وہ اب اِس دنیا میں نہیں۔ لیکن اُس کی رُوح ہماری طرف دیکھ رہی ہوگی۔ میں نے اُس کی بیٹی زُونی کو اپنی بہو بنانے کا وعدہ کیا تھا۔ بیٹا۔ مجھے یقین ہے کہ تم ہمارے وعدے کو پُورا کر لوگے۔" عائشہ عظیم سے کہنے لگی۔

"ماں۔" عظیم اپنی ماں سے بہت کچھ کہنا چاہتا تھا لیکن وہ کچھ کہہ نہ پایا۔

"بیٹا مجھے جواب دو۔ زُونی کا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لے کر مجھ سے اقرار کر لو کہ تم اُس کے ساتھ نکاح کر لوگے۔ اُس کا سہارا بنوگے۔ اُس کو میری بہو کا مقام دوگے۔ مجھ سے وعدہ کر لو عظیم تاکہ میں آرام اور سکون سے مر سکوں۔" عائشہ کی حالت ابتر ہونے لگی۔

"ماں۔ جیسا تم کہہ رہی ہو ویسا ہی ہوگا۔" عظیم نے وعدہ کیا عائشہ کے چہرے پر اطمینان کی مُسکراہٹ پھیل گئی۔

"بیٹا مجھے یقین تھا کہ تم میرے وعدے کا احترام رکھوگے اب مجھے کسی بات کی پرواہ نہیں۔ اللہ تعالیٰ واقعی رحیم و کریم ہے اگر تم وقت پر نہیں آتے تو میں اپنی رُوح پر ایک بھاری بوجھ لے کر مر جاتی۔ اللہ نے تم کو موت کے مُنہ سے بچایا اور میری برسوں کی مُراد پُوری کر لی۔" بوڑھی عائشہ کا چہرہ خوشی سے چمکنے لگا۔

"ماں۔ تمہارا سایہ ہم پر موجود رہنا چاہیئے۔" زُونی نے بھرآئی آواز میں کہا۔

"نہیں بیٹی۔ مجھے معلوم ہے کہ میرے مرنے کا وقت قریب آگیا ہے۔ اب تم کو ہی یہ گھر سنبھالنا ہوگا میرے بیٹے کا خیال رکھنا۔" عائشہ یہ کہہ کر خاموش ہو گئی۔

"ماں۔" عظیم اور زُونی نے ایک ساتھ کہا۔

لیکن عائشہ نے کوئی جواب نہیں دیا۔ وہ ٹکٹکی باندھے اپنے بیٹے عظیم کو دیکھ رہی تھی۔

"ماں۔" عظیم نے اپنی ماں کا سر ہلانا چاہا لیکن اُس کا سر ایک طرف لڑھک گیا۔

وہ مر چکی تھی۔

"ماں۔" عظیم کی دِل خراش چیخ کمرے میں گونجی۔

Dr. Khwaja Farooq Renzu Shah Collection, Srinagar

CC-0. In Public Domain. Digitization by eGangotri

سترھواں باب

عالی شاہ مہاراجہ کے محل میں اُس کے کمرے کے باہر بڑی بے چینی کے ساتھ بُلاوے کا انتظار کر رہا تھا۔ مہاراجہ نے اُسے اپنے محل میں بُلایا تھا۔ عالی شاہ کا دِل خوف اور ڈر سے دھڑک رہا تھا۔ اُس کے دِل میں عجیب عجیب خیالات آ رہے تھے۔ کبھی وہ سوچتا تھا کہ مہاراجہ نے اُسے کسی خاص کام کے لئے بُلایا ہوگا۔ کبھی وہ سوچتا تھا کہ مہاراجہ کو دوبارہ ترانہ کی یاد آئی ہوگی۔

عالی شاہ کو یاد آ رہا تھا کہ اُس دن جب ترانہ پہلی دفعہ محل میں آئی اور جب اُس نے اُسے مہاراجہ کے پاس چھوڑنے سے پہلے شادی کے بارے میں کہا تو وہ اپنا ذہنی توازن کھو بیٹھی۔ صبح جب وہ اُسے لینے آیا تھا تو وہ اپنی یادداشت کھو چکی تھی اور اُس کا ذہن مفلوج ہو چکا تھا۔ عالی شاہ نے اُس کی حالت کا فائدہ اُٹھا کر اُسے اپنی بیوی بنا لیا اور اُس کے جسم کے ساتھ کھیلتا رہا۔ عظیم کو جس دن دربار میں سزا دینے کے لئے بُلایا گیا تھا۔ عالی شاہ ترانہ کو بھی اپنے ساتھ دربار میں لے آیا۔ ترانہ کو معلوم ہی نہ تھا کہ اُسے کہاں لایا گیا۔ وہ سب کو پھٹی پھٹی آنکھوں سے دیکھ رہی تھی۔ اُس نے عظیم کو بھی نہیں پہچانا۔ چونکہ عظیم کو اُس کے سکتے کے عالم کے بارے میں کچھ نہیں معلوم تھا اِس لئے دربار میں وہ اُس کے سوال کے جواب پر ترانہ کی خاموشی کو بے وفائی سمجھ بیٹھا۔ سزائے موت عظیم کے لئے اتنی تکلیف دہ نہ تھی جتنی تکلیف دہ بات ترانہ اور عالی شاہ کی شادی کی خبر تھی۔ عظیم ترانہ کو ہر بات کے لئے قصوروار سمجھنے لگا۔ عالی شاہ بھی عظیم کی سزا کے بارے میں سُن کر بہت خوش ہوا کیونکہ وہ بھی عظیم سے ڈرنے لگا تھا۔ وہ سمجھ چکا تھا کہ ترانہ عظیم کو چاہتی تھی اور عظیم کا زندہ رہنا اُس کے لئے ٹھیک بات نہ تھی جب لوگوں نے پہلی دفعہ عظیم الشان مظاہرے کر کے عظیم کی سزا کا حکم منسوخ کروایا۔ عالی شاہ

Dr. Khwaja Farooq Renzu Shah Collection, Srinagar

CC-0. In Public Domain. Digitization by eGangotri

پریشان ہوگیا۔

عظیم کی سزا معاف ہونے کے چند دنوں بعد اچانک مہاراجہ نے عالی شاہ کو اپنے محل میں بلایا۔ عالی شاہ فوراً محل میں پہنچ کر مہاراجہ کے کمرے کے باہر انتظار کرنے لگا۔ اُس کے ذہن میں مختلف خیالات آرہے تھے کبھی اُس کا دل ڈر سے ڈوبنے لگتا تھا اور کبھی وہ کسی انجانے خوف سے لرزنے لگتا تھا۔ کافی دیر انتظار کرنے کے بعد مہاراجہ نے اُسے اندر بلوایا۔

"شاہ صاحب مہاراجہ نے آپ کو اندر بلایا ہے" چپراسی نے اُس سے کہا۔

عالی شاہ کے دل کے دھڑکنے کی رفتار تیز ہوگئی۔ وہ مہاراجہ کے کمرے میں داخل ہوا۔

"حضور آپ پر غلام اور غلام کا سارا خاندان قربان ہو۔ غلام آپ کا حکم سننے کے لئے حاضر ہے" عالی شاہ نے سر جھکا کر کہا۔

مہاراجہ کے چہرے پر پریشانی اور مایوسی کے آثار نمایاں تھے۔

"عالی شاہ تم جانتے ہو کہ میں نے تمہیں ایک ضروری کام کے لئے بلایا" مہاراجہ نے اُس سے کہا۔

مہاراجہ کی بات سن کر عالی شاہ کو اطمینان ہوگیا اُس کے دل کے دھڑکنے کی رفتار معمول پر آگئی اور جسم کا لرزنا بھی کم ہوگیا۔

"عالی شاہ تم جانتے ہو کہ چند دنوں پہلے ہماری حکومت کے خلاف شہر میں مظاہرے ہوئے۔ یہاں کے غلام جن پر ہمارے باپ دادوں نے صدیوں سے حکومت کی چونٹیوں کی طرح سڑکوں پر اُمنڈ آئے اور ہم پر حملہ کرنے کی جرأت کی۔" مہاراجہ یہ کہہ کر خاموش ہوگیا۔

"حضور۔ اس سب فساد کی جڑ عظیم ہے۔ اُس نے لوگوں کو بھڑکایا اور اب وہ لوگوں کا لیڈر بن چکا ہے۔ حضور اگر گستاخی نہ ہوگی تو ایک بات عرض کردوں۔ عظیم کی سزائے موت ایک بہترین حکم تھا" عالی شاہ نے کہا۔

"ہاں۔ عالی شاہ میں سمجھتا ہوں عظیم کی وجہ سے ہی ہمارے غلام اپنی حدوں سے باہر نکلے۔ میں نے اُس کی سزا جان بوجھ کر منسوخ کروائی۔ کیونکہ میں لوگوں کو اُس وقت خاموش کرنا چاہتا تھا" مہاراجہ نے کہا

"حضور میں یہاں کے لوگوں کے خون سے واقف ہوں جب یہ لوگ متحد ہوکر کوئی کام کرنے نکلیں تو کوئی بھی طاقت انہیں دبا نہیں سکتی۔ لوگ پھر مرنے سے نہیں ڈرتے۔ آپ نے عظیم کو رہا کر کے ایک بہت بڑے طوفان کو ٹال دیا" عالی شاہ بھی اب مہاراجہ کی ہاں میں ہاں ملانے لگا۔

"عالی شاہ خاموش ہوجاؤ۔ ہمارے غلاموں کی تعریف ہمارے سامنے مت کرو" مہاراجہ دھاڑا۔

Dr. Khwaja Farooq Renzu Shah Collection, Srinagar

CC-0. In Public Domain. Digitization by eGangotri

" حضور میں تو بس آپ کو ان لوگوں کی اصلیت بتا رہا ہوں۔ مجھے معلوم ہے کہ غلاموں کی فطرت کا یہ رُخ اچھا نہیں لیکن اس فطرت کو پاؤں تلے دبانے سے ہی اس وادی پر حضور کی حکومت مستحکم رہ سکتی ہے۔" عالی شاہ نے سنبھل کر کہا۔

" اسی لئے ہم نے تمہیں اس وقت بلایا ہے۔ ہم اپنی حکومت کی بنیادوں کو ہلنے نہیں دے سکتے نہ ہم کسی ایسے شخص کی موجودگی کو پسند کر سکتے ہیں جو لوگوں کو ہمارے خلاف بھڑکاتا ہو۔ ہم نے اس روز مصلحت سے کام لے کر عظیم کو رہا کیا کیونکہ ہم نہیں چاہتے تھے کہ غلاموں کو اپنا غصہ دکھانے کا موقعہ ملے۔ ہم نہیں چاہتے کہ بغاوت کی آگ سارے شہر میں پھیل جائے۔ لیکن ہم نے دل سے عظیم کو معاف نہیں کیا۔ اس نے مجھے اور میری حکومت کو للکارا ہے اور میں تب تک چین سے نہیں بیٹھ سکتا جب تک اپنی آنکھوں کے سامنے اسے زندگی کی بھیک مانگتے نہ دیکھوں۔" مہاراجہ نے کہا۔

" حضور تاریخ شاہد ہے کہ اس قوم کو چالاکی اور عیاری سے ہی محکوم بنایا جا سکتا ہے۔ آپ کا عظیم کو رہا کرنے کا فیصلہ بروقت اور صحیح تھا۔ اب اگر گستاخی نہ ہو تو میں یہ عرض کروں کہ ہم کو سازش کے تحت ہی عظیم کو اس طرح تباہ کرنا ہوگا کہ لوگ ہماری چال کو سمجھ بھی نہ پائیں۔" عالی شاہ نے اس سے کہا۔

" یہی تو ہم چاہتے ہیں اور ہم نے اسی لئے تمہیں یہاں لایا ہے۔ ہم تم کو ایک بہت بڑی ذمہ داری کا کام دینا چاہتے ہیں۔" مہاراجہ نے کہا۔

" حضور یہ تو میری خوش قسمتی ہے کہ آپ نے مجھے کسی کام کے لئے منتخب کیا۔ آپ حکم کیجئے میں اسے پورا کرنا اپنا ایمان سمجھوں گا۔" عالی شاہ نے کہا۔

" تم جانتے ہو کہ عظیم میری حکومت کے لئے ایک مصیبت بن چکا ہے۔ وہ یہاں کے لوگوں کو متحد کر کے ہمارے خلاف بھڑکا رہا ہے جو کہ ٹھیک بات نہیں ہے۔ اس سے پہلے کہ وہ ہمارے لئے ایک بہت بڑا طوفان بن جائے، ہم اس کو ختم کرنا چاہتے ہیں۔ میں چاہتا ہوں کہ تم کوئی ایسی سازش بناؤ کہ عظیم اس طرح مر جائے کہ اس کے مرنے کا الزام کوئی ہماری حکومت پر عائد نہ کر سکے۔" مہاراجہ نے نہایت ہی رازدارانہ انداز میں عالی شاہ سے کہا۔

" حضور میں بالکل اچھی طرح سمجھ گیا کہ مجھے کیا کرنا چاہیئے۔" عالی شاہ نے ایک ارادے کے ساتھ کہا۔

ابھی مہاراجہ عالی شاہ کے ساتھ باتوں میں مصروف تھا کہ کسی نے دروازہ کھٹکھٹایا۔

" کون ہے۔؟" مہاراجہ نے کہا۔

دروازہ کھلا اور مہاراجہ کا چپراسی اندر داخل ہوا۔

Dr. Khwaja Farooq Renzu Shah Collection, Srinagar

CC-0. In Public Domain. Digitization by eGangotri

"کیا بات ہے —؟" مہاراجہ نے اُس سے پوچھا۔
"حضور۔ آپ کا مخبر عظیم کے بارے میں کوئی خبر لے آیا ہے۔ اگر اجازت ہو تو اُسے اندر بھیجوں۔"
"ہاں اُسے جلدی بھیج دو۔"

مخبر اندر آیا۔ وہ مہاراجہ کے آگے جھک کر اُس کے حکم کا انتظار کرنے لگا۔
"اُس منحوس آدمی کے بارے میں کون سی خبر لے کر آئے ہو۔" مہاراجہ نے اُس سے کہا۔
"حضور، عظیم بہت جلد شادی کر رہا ہے۔" مخبر نے کہا۔
"شادی کر رہا ہے۔ کس سے؟" مہاراجہ نے پوچھا۔
"حضور۔ اپنی موسیری بہن زُونی سے۔" مخبر نے کہا۔
یہ خبر سُن کر عالی شاہ کے چہرے پر ایک معنی خیز مُسکراہٹ ابھری۔
"حضور، میں عظیم کو خود ہی سنبھالوں گا لیکن لوگوں کو اب بڑی چالاکی سے دوبارہ اپنے قابو میں کرنا ہوگا۔" عالی شاہ نے مہاراجہ سے کہا۔
"کوئی مہرہ ہے تمہارے ہاتھ میں —" مہاراجہ نے کہا۔
"میری ماں سردار شبنم کی بہن فیری کا بیٹا سیرو —" عالی شاہ نے کہا۔
"سیرو —! وہ کون سا جانور ہے —؟" مہاراجہ نے پوچھا۔
"جناب پڑھا لکھا نوجوان ہے۔ نوکری کی تلاش میں ہے۔ اگر اُسے خفیہ تنخواہ جاری رکھی جائے تو وہ لوگوں کے ذہن سے عظیم کا نام مٹا کر خود اپنا مقام بنائے گا۔" عالی شاہ نے کہا۔
"لیکن اگر اُس نے کوئی غداری کی —" مہاراجہ نے کہا۔
"جس کی رگوں میں میری ماں کا خون دوڑ رہا ہو وہ ہمیشہ مہاراجہ کا وفادار رہے گا لیکن اُس کی وفاداری ہمیشہ خفیہ رہے گی —" عالی شاہ نے کہا۔
"ٹھیک ہے عالی شاہ۔ ہم سیرو کو اپنا آشیرواد دیتے ہیں۔" مہاراجہ نے کہا۔

Dr. Khwaja Farooq Renzu Shah Collection, Srinagar

CC-0. In Public Domain. Digitization by eGangotri

اٹھارھواں باب

سُہاگ کے سُرخ جوڑے میں مُلبوس زُونی حُسن کی ایک جیتی جاگتی تصویر لگ رہی تھی۔ اُس کی غلافی پلکیں شرم و حیا کے بوجھ سے جھکی ہوئی تھیں۔ اُس کا دل بے ہنگم طور پر دھڑک رہا تھا۔ وہ کمرے میں بالکل اکیلی تھی۔ آج زُونی اور عظیم کی سُہاگ رات تھی۔

عائشہ کے مرنے کے بالکل ایک مہینے کے بعد زُونی اور عظیم کی شادی ہوگئی۔ اس طرح عظیم نے اپنی ماں کو دیا وعدہ پورا کیا۔

زُونی کے دل میں عظیم کے لئے بچپن سے عقیدت و احترام کا جذبہ موجود تھا۔ اُس نے ہمیشہ عظیم کی جرأت اور بہادری کو دل ہی دل میں سراہا۔ اگرچہ عظیم کافی دیر تعلیم کے سلسلے میں علی گڑھ میں رہا لیکن زُونی ہمیشہ اُسے یاد کرتی رہتی تھی۔ اُس کے بارے میں سوچتی رہتی تھی۔ جب عظیم باپ کے مرنے کے بعد واپس آیا تو اعلیٰ تعلیم نے اُسے زیادہ حلیم اور با اخلاق بنایا۔ زُونی نے بچپن میں ہی اپنی ماں سے سُن رکھا تھا کہ اُس کی شادی عظیم کے ساتھ ہونے والی ہے۔ وہ دل ہی دل میں عظیم کی پرستش کر رہی تھی۔ عظیم کے سامنے ہمیشہ اُس کی زبان گنگ ہو جاتی تھی اور حیا کے بوجھ سے گردن جھک جاتی تھی۔ عظیم کی تعلیم اور اُس کا وقار دیکھ کر اُس کی ماں بہت دیر تک عائشہ کے سامنے عظیم اور زُونی کی شادی کے بارے میں بات نہ کر سکی۔ عظیم کی گرفتاری اور سزائے موت کے بارے میں سُن کر زُونی کی ماں پر رنج و غم کا پہاڑ ٹوٹ پڑا۔ بھابھی ہونے کے ناطے اُسے عظیم کے ساتھ پہلے سے ہی محبت تھی۔ چونکہ عظیم کے ساتھ اُس کی بیٹی کا رشتہ جُڑا ہوا تھا۔ عظیم کی گرفتاری کی خبر سُن کر اُس پر دل کا دَورہ پڑا۔ اور وہ اچانک چل بسی۔

Dr. Khwaja Farooq Renzu Shah Collection, Srinagar

CC-0. In Public Domain. Digitization by eGangotri

زونی اپنی موسی کے گھر آگئی۔ وہ دن رات ماں کے مرنے اور عظیم کی سزا پر آنسو بہاتی رہتی تھی۔ اسی حالت میں وہ عائشہ کو بھی تسلی دیتی رہتی تھی۔ پھر اچانک حالات تیزی کے ساتھ بدلے۔ عظیم کی سزا معاف ہوگئی۔ عائشہ نے مرتے وقت اُس کا ہاتھ عظیم کے ہاتھ میں تھما دیا۔ آج عظیم نے وعدہ پورا کیا۔

زونی حجرہ عروسی میں سمٹی سمٹائی بیٹھی عظیم کے آنے کا انتظار کر رہی تھی انتظار کی گھڑیاں لمبی ہوتی جا رہی تھیں کافی انتظار کے بعد دروازے پر ہلکی دستک ہوئی۔ زُونی نے اپنی آنکھیں اُوپر اُٹھائیں۔ دل میں ایک طوفان موجزن تھا۔

دروازہ آہستہ سے کھُلا اور عظیم مردانہ وجاہت کے ساتھ کمرے میں داخل ہوا۔ شرم وحیا کے بوجھ سے زُونی سمٹنے لگی۔

عظیم نے دروازہ اندر سے بند کیا اور زونی کے قریب آنے لگا۔ جوں جوں عظیم کے چلنے کی آہٹ نزدیک آ رہی تھی۔ زونی کے ماتھے پر پسینے کی بوندیں اُبھرتی جا رہی تھیں۔ گال سُرخ انگاروں کی طرح دھکنے لگے۔

عظیم اُس کے نزدیک پہنچ گیا۔

دھک ۔ دھک۔ دھک ۔ زُونی کو ایسا لگ رہا تھا۔ جیسے اُس کے دل کی دھڑکنوں کا شور سارے کمرے میں گونج رہا ہو۔

عظیم پلنگ پر زُونی کے نزدیک بیٹھ گیا۔

زونی کی آنکھیں بالکل بند تھیں اور وہ اپنے آپ کو سمیٹ رہی تھی۔

عظیم نے اپنا فولادی ہاتھ زُونی کی مرمریں ہاتھ پر رکھا۔

زونی کا سارا بدن پسینے سے شرابُور ہوگیا وہ کسمسانے لگی۔

"زونی ۔ !" عظیم نے اُسے پکارا۔

زُونی کا وجود عظیم کی آواز سُن کر خوشیوں میں جھُومنے لگا۔ اُسے ایسا لگا جیسے وہ کسی لاہوتی دُنیا میں پہنچ چکی ہو جہاں محبت کے مدھر گیت چاروں طرف لہرا رہے ہوں مسرت اور خوشیوں کی تال پر ساری کائنات رقصاں ہو۔ محبت کے خوبصورت پھُول نشیلی خوشبو بکھیر رہے ہوں۔

وہ عظیم کی آواز کا جواب دُنیا چاہتی تھی لیکن اُس کی زبان اُس کا ساتھ نہیں دے رہی تھی۔

"زُونی ۔ میں نے تمہیں پکارا ۔" عظیم کی آواز دوبارہ اُس کی سماعت کے پردوں کو چھُونے لگی۔ عظیم نے یہ کہہ کر زُونی کا ہاتھ دبا دیا۔

"آہ ۔" زُونی کی مدہوش سسکی اُبھری۔

Dr. Khwaja Farooq Renzu Shah Collection, Srinagar

CC-0. In Public Domain. Digitization by eGangotri

"میں تم سے چند باتیں کرنا چاہتا ہوں ۔" عظیم نے اُس سے کہا۔
زُونی خاموش رہی اُس نے کوئی جواب نہیں دیا۔
"کیا تم سُن رہی ہو ۔" عظیم نے اُس سے پوچھا۔
زونی نے سر کے اشارے سے ہاں کہا۔ اُس کی زبان تو عظیم کے آگے گنگ تھی۔
"دیکھو زُونی ۔ اب تم میری بیوی ہو۔ میری شریک حیات۔ ہمارے ایک دوسرے کے ساتھ جو بھی رشتے تھے وہ سب اس مُقدس رشتے میں مدغم ہو گئے ہیں۔ آج سہاگ رات کے وقت تمہیں یہ کہنا اپنا فرض سمجھتا ہوں کہ میری جان میری قوم کی امانت ہے قوم کی غیرت بہادری اور جانبازی نے مجھے موت کے مُنہ سے بچایا اور میری رُوح اس وقت فخر محسوس کرے گی جب قوم کی اس مُقدس زمین پر میرا لہو بہہ جائے لوگوں نے میرے لئے خون بہایا۔ اس لئے میرے خون پر اُن کا حق ہے ۔" عظیم کہہ رہا تھا۔
"زُونی ! ماں نے تمہیں میرے حوالے کیا میں اپنی ذمہ داریوں کو محسوس کر رہا ہوں اور میں یہ بھی سمجھتا ہوں کہ تمہارا اور میرا رشتہ ہماری زندگی کی ایک بنیاد ہے۔ آج ہم صرف دو ہیں اور کل ہمارے بچے ہوں گے لیکن میں نہیں سمجھ سکتا کہ میں تمہاری اور اپنے بچوں کی ذمہ داری کو کیسے نبھا سکتا ہوں۔ میں نے ماں کی وصیت کی تکمیل کی ہے لیکن میں نے شہیدوں کے خون کے ساتھ بھی کوئی وعدہ کیا ہے زُونی جب اس وعدے کو نبھانے کا وقت آ پہنچے تو تم مجھے معاف کر دینا۔ مجھے معلوم ہے کہ میری شریک حیات بن کر تمہیں بہت دُکھ ملیں گے کبھی چین کا سانس نہیں ملے گا لیکن میں مجبور ہوں مجھے ڈر ہے کہ کہیں تم اکیلی معصوم جان ذمہ داریوں کے بھاری بوجھ تلے دب نہ جاؤ۔" عظیم نے اُس سے کہا۔
"عظیم ۔" زُونی کے ہونٹ پہلی دفعہ کھلے۔
"ہاں میں سُن رہا ہوں۔ بولو کیا کہنا ہے ۔" عظیم نے اُس سے کہا۔
" آپ کو شاید نہیں معلوم کہ میں نے بچپن سے اگر کسی کے بارے میں سوچا ہے تو وہ صرف آپ ہیں میرے دل کی گہرائیوں میں صرف آپ کی تصویر بنی ہوتی ہے اور میں آپ کے بغیر کبھی کسی کی بن نہیں سکتی تھی میں اس وقت بھی اپنے آپ کو قابل فخر محسوس کر رہی تھی جب آپ قوم کی خاطر ابلتے تیل میں جلنے کے لئے جا رہے تھے اور آئندہ بھی میں آپ کے اور قوم کے رشتے کا احترام کروں گی میں شہید کی بیوی بننا زیادہ پسند کروں گی۔ بہ نسبت اس کے کہ آپ کو قوم سے دُور کر دوں آپ اگر قوم کی آزادی کے راستے پر جا رہے ہیں تو کبھی پیچھے سے میری آواز نہیں سُنیں گے۔ میں گھر کی ذمہ داریوں کو کبھی راستے کی رکاوٹ نہیں بننے دوں گی ۔" زونی نے ایک ارادے کے ساتھ کہا۔

Dr. Khwaja Farooq Renzu Shah Collection, Srinagar

CC-0. In Public Domain. Digitization by eGangotri

"زونی میں تمہارے جذبات کی قدر کرتا ہوں میں ہمیشہ تمہارا مشکور رہوں گا۔" عظیم نے کہا۔

"آپ کی خوشیاں ہی اب زونی کی زندگی ہوگی۔" زونی نے اُس سے کہا۔

"زونی۔!" عظیم نے جذبات بھرے لہجے میں اُسے پکارا۔

"عظیم۔" زونی کی رُوح کی گہرائیوں نے جواب دیا۔

عظیم نے اپنے مضبوط ہاتھ سے زونی کا پھول جیسا نازک ہاتھ دبایا۔

"آہ۔" زونی کے جسم کا خون ہر رگ میں لمس کی میٹھی تپش سے اُبلنے لگا۔ عظیم نے زونی کے قریب پہنچ کر اُسے اپنی باہوں میں کس لیا جوش و جذبات کا نشہ اپنے عروج پر پہنچا۔

سہاگ رات ایک میٹھی اور پاکیزہ نشے میں مہکنے لگی۔

Dr. Khwaja Farooq Renzu Shah Collection, Srinagar

CC-0. In Public Domain. Digitization by eGangotri

انیسواں باب

گھنگور بادلوں میں وہ سب زمین پر سانپوں کی طرح رینگ رہے تھے اُن کی تعداد سو سے زیادہ تھی۔ سب نے کالے کپڑے پہنے تھے اور اُن کے چہرے کالے نقابوں سے بندھے ہوئے تھے اُن کی رہنمائی ایک بوڑھا آدمی کر رہا تھا جس نے خود بھی اپنا چہرہ کالے نقاب میں چھپا رکھا تھا، اُن کے ساتھ ایک عورت بھی تھی جس نے خود بھی اپنا چہرہ کالے نقاب میں چھپا رکھا تھا۔

وہ سب عظیم کے مکان کے گرد گھیرا ڈال کر رینگتے ہوئے آگے بڑھ رہے تھے۔ محلے والے سب گہری نیند میں سوئے ہوئے تھے عظیم کے گھر سے روشنی چھن چھن کر باہر آ رہی تھی آج وہ زونی کے ساتھ سہاگ رات منا رہا تھا۔

بوڑھے نقاب پوش کے اشارے پر وہ سب سانپوں کی مانند رینگتے ہوئے عظیم کے مکان کے گرد محاصرہ تنگ کر رہے تھے۔

عظیم کے کمرے میں منائی جانے والی سہاگ رات اپنے عروج پر پہنچی اور پھر کمرے کی روشنی بجھائی گئی۔

سردار نقاب پوش کے چہرے پر ایک مسکراہٹ چھا گئی اس کے پاس کھڑی عورت کا چہرہ پتھر کی طرح ساکت تھا۔

"تم ویسا ہی کرو گی جیسا میں نے تمہیں کہا۔" نقاب پوش اس عورت کو سمجھانے لگا۔

عورت نے سر ہلا کر ہاں کا اشارہ کیا۔

Dr. Khwaja Farooq Renzu Shah Collection, Srinagar

CC-0. In Public Domain. Digitization by eGangotri

سردار نقاب پوش نے دوسرے نقاب پوشوں کو عظیم کے مکان کے بالکل نزدیک پہنچنے کا حکم دیا۔ سب نے تعمیل کی۔

"تیار رہو۔ اب تمہاری باری ہے کوئی غلطی نہ کرنا۔" سردار نقاب پوش اس عورت سے کہنے لگا۔

"اٹھو اور مکان کے اندر جاؤ۔" اس نے اس عورت کو عظیم کے مکان کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا۔

وہ برقعہ پوش عورت اپنی جگہ سے اٹھی اور عظیم کے مکان کی جانب بڑھنے لگی۔ مکان کے قریب پہنچکر وہ زور زور سے دروازہ کھٹکھٹانے لگی۔ کسی آدمی نے دروازہ کھولا۔ اس کے ہاتھ میں چراغ بھی تھا وہ غور سے آدھی رات کے وقت دروازہ کھٹکھٹانے والے کو دیکھنے کی کوشش کرنے لگا کہیں کوئی نظر نہیں آیا۔

"کون ہے۔؟" دروازہ کھولنے والے مرد نے پوچھا۔

"عظیم سے ملنا ہے۔" اس عورت نے جواب دیا۔

"اتنی رات گئے تم اکیلی عورت یہاں پہ آئی ہو۔ کیا خیریت ہے؟" اس آدمی نے حیران ہو کر کہا۔

"عظیم سے ملنا ہے۔" عورت نے طوطے کی طرح رٹی ہوئی بات دہرائی۔

"کیا تم نہیں جانتی کہ آج عظیم کی شادی ہے اور وہ اس وقت حجرہ عروسی میں ہے۔" اس آدمی نے اسے سمجھانا چاہا۔

"مجھے عظیم سے ملنا ہے۔" عورت نے طوطے کی طرح رٹی ہوئی بات دہرائی۔

اس آدمی نے اس عورت پہ اوپر سے نیچے تک نگاہ ڈالی۔ اس کی سمجھ میں نہیں آرہا تھا کہ وہ کیا کرے۔ آدھی رات کے وقت ایک اکیلی عورت کا اس طرح عظیم سے ملنے کے لئے آنا بالکل پر اسرار معاملہ تھا۔ "دیکھئے محترمہ میں عظیم کا رشتہ دار ہوں، آپ کو اگر کچھ کہنا ہے تو مجھ سے کہیئے۔ عظیم سے آپ کل مل سکتی ہیں اس طرح آدھی رات کے وقت یوں اکیلی آنا کیا مطلب رکھتا ہے۔" اس آدمی نے اس کو دوبارہ سمجھانا چاہا۔

"عظیم سے ملنا ہے۔" عورت کی زبان سے پھر وہی بات نکلی۔

وہ عورت بالکل پر اسرار اور عجیب لگ رہی تھی۔ عظیم کے رشتہ دار کو اب ایک انجانا سا خوف محسوس ہونے لگا۔ عورت کا چہرہ پتھر کی طرح ساکت تھا اور آنکھیں کھلی ہوئی تھیں وہ جب بول رہی تھی تو ایسا لگ رہا تھا جیسے کوئی دوسرا بول رہا ہو۔

بولتے وقت اس کا چہرہ جذبات سے عاری تھا بہت دیر تک اس عورت کو یونہی دیکھنے کے

Dr. Khwaja Farooq Renzu Shah Collection, Srinagar

CC-0. In Public Domain. Digitization by eGangotri

بعد اُس نے فیصلہ کیا کہ وہ عظیم کو بُلائے۔ عظیم ہی اِس عورت کے متعلق کوئی رائے قائم کر سکتا ہے۔
وہ آدمی اُوپر دوسری منزل میں عظیم کو بُلانے کے لئے گیا عظیم کے کمرے کے باہر رُک کر وہ
دوبارہ اس کش مکش میں مُبتلا ہوا عظیم کو جگانا مناسب رہے گا کہ نہیں۔ عظیم اپنی سہاگ رات منا رہا
تھا اور اس رات کے وقت کسی کا مخل ہونا ٹھیک بات نہیں۔ عظیم نے اس آدمی کو جو دُور دراز کا رشتہ دار
بھی تھا اسی مقصد کے لئے بُلایا تھا تا کہ وہ مہمانوں کی خاطر تواضع کرے۔ اُس پُر اسرار عورت کا خیال آتے ہی
غیر ارادی طور پر اُس کے ہاتھ عظیم کے کمرے کے دروازے پر دستک دینے لگے۔
عظیم اور زُونی دونوں مدہوش پڑے تھے۔ دستک کی آواز سُن کر دونوں ہڑ بڑا کر جاگ
اُٹھے اور دونوں نے کپڑے پہنے۔ عظیم نے کمرے میں دوبارہ چراغ روشن کیا۔
دروازے پر ہلکی دستک دوبارہ ہوئی۔ چراغ لے کر عظیم نے دروازہ کھولا۔

"کون — ؟" عظیم نے پوچھا۔

"میں رحیم ماما ہوں —" عظیم کے رشتہ دار نے کہا۔

"اوہ، ماما، آپ۔ کیا بات ہے۔ سب خیریت ہے نا — ؟" عظیم نے اُس سے پوچھا۔

"نیچے تم سے کوئی عورت ملنے آئی ہے —" رحیم ماما نے کہا۔

"عورت اور آدھی رات کے وقت۔ کیا بات ہے" عظیم نے حیرانی سے کہا اور اُس کے ساتھ نیچے آیا۔

"بیٹا مجھے یہ عورت پُر اسرار لگ رہی ہے۔ میں نے اُسے ٹالنا چاہا لیکن وہ بار بار ایک ہی بات
دُہراتی ہے۔ اسی لئے میں نے آپ کو اُٹھایا۔" رحیم ماما عظیم سے کہہ رہا تھا۔

عظیم کی سمجھ نہیں آرہا تھا کہ یہ عورت کون ہو سکتی ہے وہ سیڑھیوں سے اُتر کر نیچے برآمدے
کی طرف جانے لگا اُس کی نئی نویلی دُلہن زُونی بھی اُس کے پیچھے پیچھے چلنے لگی۔

دونوں دروازے کے قریب پہنچے۔ دروازے پر وہ عورت پتھر کی مورت کی طرح کھڑی عظیم
کا انتظار کر رہی تھی۔

عظیم اس عورت کو دیکھ کر ٹھٹھک گیا۔ اُس کے پاؤں کے نیچے سے جیسے زمین سرک گئی اور
ساری دُنیا ہلنے لگی۔

"تم —" عظیم حیرانی اور جذبات کے مِلے جُلے عالم میں چلّایا۔

"لیکن اس عورت کے چہرے پر عظیم کو دیکھ کر کوئی تبدیلی نہ آئی اُس کا چہرہ پتھر کی طرح ساکت تھا۔

"کیا آپ اس عورت کو جانتے ہیں —" زُونی نے اپنے شوہر عظیم سے پوچھا۔

Dr. Khwaja Farooq Renzu Shah Collection, Srinagar

CC-0. In Public Domain. Digitization by eGangotri

"ہاں یہ ترانہ ہے۔" عظیم نے کہا۔

"ترانہ کون ترانہ ___ ؟" زونی نے پوچھا۔

"یہ وہ لڑکی ہے جو میری زندگی میں پہلی بار آئی۔ میں اُس کے بارے میں سب کچھ بتاؤں گا۔" عظیم نے زونی سے کہا۔

پھر وہ ترانہ سے مخاطب ہو کر کہنے لگا۔

"ترانہ۔ تم اس وقت اِس حالت میں کیا بات ہے؟" عظیم کے لہجے میں اپنا پن ابھی تک موجود تھا۔
ترانہ نے کوئی جواب نہیں دیا وہ عظیم کے چہرے کو تک رہی تھی۔ جیسے وہ اِس چہرے کو پہچاننے کی کوشش کر رہی ہو۔

ترانہ تمہیں کیا ہو گیا ہے۔ آؤ اندر آجاؤ اس سے ملو یہ میری بیوی زونی ہے۔" عظیم نے ترانہ سے کہا۔
لیکن عظیم کی بات سُن کر ترانہ پر کوئی اثر نہ ہوا وہ عظیم کو اسی طرح خالی خالی نگاہوں سے دیکھ رہی تھی جیسے اُس کی سمجھ میں کوئی بات ہی نہ آرہی ہو۔

"ترانہ اندر کمرے میں آجاؤ۔ آرام سے بتاؤ کیا بات ہے۔" عظیم نے ترانہ کو بڑی حلیمی کے ساتھ کہا۔
ترانہ عظیم کے چہرے کو دیکھ کر کچھ یاد کرنے کی کوشش کر رہی تھی اُس کے ذہن میں ایک طوفان اُٹھ رہا تھا۔ اُسے ایسا لگ رہا تھا جیسے بھاری لوہے کے ہزاروں ہتھوڑوں سے اُس کا ذہن توڑا جا رہا ہو۔
ترانہ کا ذہن جب سے مفلوج ہو چکا تھا وہ ساری دُنیا سے لاعلم تھی۔ اُسے اپنے آس پاس کے بارے میں کچھ معلوم ہی نہیں تھا وہ دوسروں کے اشارے پر کٹھ پتلی کی طرح ناچتی تھی جب اُسے بتایا جاتا تھا وہ ویسا ہی کر رہی تھی اُسے یہ بھی معلوم نہیں تھا کہ عالی شاہ نے اُسے کس طرح بیوی بنایا اُس کا دماغ پوری طرح مفلوج ہو چکا تھا اور وہ ایک زندہ لاش کی طرح چل پھر رہی تھی۔
عظیم کو غور سے اور قریب سے دیکھ کر اُس کا مفلوج دماغ جاگنے لگا۔ اُسے یوں لگ رہا تھا جیسے کسی نے اُس کے دماغ میں تیزاب بھر دیا ہو۔ اُس کا دماغ جلنے لگا۔ بے ہنگم اور ناقابلِ برداشت شور اُس کے ذہن میں گونجنے لگا۔ عظیم کا تصور ایک سائے کی طرح اُس کے ذہن میں اُبھرنے کی کوشش کر رہا تھا۔ وہ عظیم کو ٹکٹکی باندھے دیکھ رہی تھی۔

"ترانہ ___" اُس کے ذہن میں مچے طوفان کے گرجدار شور کے بیچ میں سے عظیم کی مدھم آوازیں سُنائی دینے لگیں۔
اسی حالت میں ترانہ کمرے کے اندر داخل ہوئی۔ وہ ہانپنے لگی اور اُس کے ماتھے اور چہرے سے

Dr. Khwaja Farooq Renzu Shah Collection, Srinagar

CC-0. In Public Domain. Digitization by eGangotri

پسینہ بہنے لگا وہ اوپر سے نیچے تک تھر تھر کانپنے لگی۔ اُس کی حالت غیر ہوتی جا رہی تھی۔

"کیا ہو گیا تمہیں۔ ترانہ۔؟ تم کچھ بول کیوں نہیں رہی ہو۔؟ بولو کیا کہنا چاہتی ہو۔؟"
عظیم اُس کے شانے پکڑ کر اُسے جھنجوڑنے لگا۔

"کون ہے یہ۔ کیا مجھے اس کے بارے میں کچھ نہیں بتاؤ گے۔؟" عظیم کی دلہن عظیم کی باتوں میں ترانہ کے لئے اتنی زیادہ اپنائیت دیکھ کر اپنے جذبات کو قابو میں نہ رکھ سکی۔

"زونی میں تمہیں ترانہ کے بارے میں بعد میں سب کچھ بتاؤں گا۔ اس وقت یہ لڑکی کسی مصیبت میں ہے۔ مجھے اس کی مدد کرنی چاہیئے۔" عظیم نے زونی سے کہا۔

زونی خاموش رہی اُس نے جواب میں کچھ نہیں کہا۔

"زونی اس کے لئے پانی لے آؤ۔" عظیم نے زونی سے کہا۔

وفادار بیوی شوہر کا حکم سن کر فوراً کھڑی ہوئی اور پانی لانے کے لئے گئی۔ ترانہ کمرے میں بیٹھی پلکیں جھپکائے بغیر عظیم کو تک رہی تھی۔ اُس کے جسم کے کانپنے کی رفتار برابر تیز ہوتی جا رہی تھی۔

باہر غالی شاہ نقاب پہنے اندھیرے میں کھڑا ترانہ اور عظیم کے باہر نکلنے کا انتظار کر رہا تھا۔ اس نے یہ جال عظیم کو پھانسنے کے لئے بچھا رکھا تھا۔ غالی شاہ نے ترانہ کے سکتے کے عالم کا فائدہ اُٹھا کر اُسے عظیم کے پاس بھیجا چونکہ اُس نے مہاراجہ سے عظیم کو اس طرح ختم کرنے کا وعدہ کیا تھا کہ لوگوں کا شک بھی مہاراجہ کی حکومت کے خلاف پیدا نہ ہو۔ غالی شاہ نے اس مقصد کے لئے یہ جال بنا تھا کہ عظیم کی شادی کی رات ترانہ کو اُس کے گھر پُر اسرار ماحول میں بھیج کر اُسے باہر بلوایا جائے۔ اُس نے ترانہ کے مفلوج ذہن میں یہ بات بمو دی تھی کہ عظیم کو باہر نکلوانا ہے۔ باہر نقاب پوش سپاہی کالا لباس پہنے اندھیرے میں کھڑے تھے۔ اُن کو ہدایت کی گئی تھی کہ جونہی عظیم باہر نکلے اُسے دبوچ کر گرفتار کیا جائے۔ غالی شاہ عظیم کے گھر والوں، اُس کی بیوی، محلے والوں اور لوگوں کو یہ تاثر دینا چاہتا ہے کہ عظیم شادی کی رات ایک انجان عورت کے ساتھ غائب ہو گیا۔ لوگ عظیم کی بیوی کو شادی کی پہلی رات کو ہی چھوڑ کر کسی غیر عورت کے ساتھ بھاگ جانے کو پسند نہیں کریں گے۔ نہ ہی عظیم کے لئے ہمدردی کا جذبہ پیدا ہوگا لوگ اس صورت میں مہاراجہ کی حکومت پر شک بھی نہیں کر سکتے کہ انہوں نے عظیم کو گرفتار کیا۔ اس طرح عظیم ایک گمنام موت مر جائے گا۔

غالی شاہ نے جان بوجھ کر اپنی بیوی ترانہ کو اس مقصد کے لئے استعمال کیا وہ جانتا تھا کہ عظیم ترانہ کے کہنے پر ضرور باہر آئے گا۔ ترانہ کو اسی لئے ہدایت کی گئی تھی کہ وہ دروازے پر ہی کھڑی ہو کر عظیم کو

Dr. Khwaja Farooq Renzu Shah Collection, Srinagar

CC-0. In Public Domain. Digitization by eGangotri

باہر بلو لئے اور اُس کو اپنے ساتھ آنے کے لئے کہدے لیکن جب ترانہ عظیم کے کہنے پر اندر چلی گئی تو عالی شاہ پریشان ہو گیا۔ مکان کا دروازہ انہوں نے کھلا چھوڑا۔ اور باہر سے کمرہ صاف دکھائی دے رہا تھا۔ عالی شاہ اندھیرے میں سانپ کی طرح سرکتا ہوا دروازے کے قریب پہنچا۔ وہ اندھیرے میں کھڑا اندر کا منظر دیکھنے لگا۔

کمرے میں ترانہ تھر تھر کانپ رہی تھی۔ عظیم کی بیوی نے اُسے پانی پلایا۔ وہ پانی بھی پی رہی تھی اور عظیم کے چہرے کو ٹکٹکی باندھے دیکھ رہی تھی۔ اُسے عظیم کا چہرہ جانا پہچانا لگ رہا تھا۔ اُس کے ذہن میں ماضی کے دُھندلے سائے اُبھر رہے تھے۔

عالی شاہ باہر اندھیرے میں کھڑا غصے میں جل رہا تھا۔ ترانہ نے اُس کی تمام اُمیدوں پر پانی پھیر دیا۔ اُس کی آنکھیں شعلوں کی طرح جل رہی تھیں۔

"کیا بات ہے ترانہ۔ مجھے بتاؤ سب ٹھیک ہو جائے گا۔" عظیم ترانہ سے کہہ رہا تھا۔

اچانک ترانہ کی نظر دروازے کے پرے گھنگھور اندھیرے پر پڑی۔ اُس نے اندھیرے میں عالی شاہ کی جلتی ہوئی آنکھیں دیکھ لیں۔ وہ کٹھ پتلی کی طرح اچانک کھڑی ہو گئی۔ ذہن میں اُبھرا طوفان تھم گیا ـــ ترانہ کا ذہن پھر مفلوج ہو گیا اور وہ سکتے کے عالم میں آگئی۔

وہ اس طرح دروازے کی طرف بڑھنے لگی جیسے اُسے کوئی دھاگے سے کھینچ رہا ہو۔ اُسے وہ الفاظ یاد آگئے جو اُسے کہنے تھے۔

"عظیم میرے ساتھ آجاؤ۔" اُس نے مشینی انداز میں کہا۔

"آدھی رات کے وقت کہاں ـــ؟" عظیم نے حیرانی سے پوچھا۔

"عظیم میرے ساتھ آجاؤ۔" وہ اپنے الفاظ طوطے کی طرح دُہرانے لگی۔

"ترانہ۔ مجھے لگ رہا ہے کہ تم کسی بڑی مصیبت میں ہو۔ آج رات میرے گھر میں آرام کر لو۔ میں کل سب کچھ سنبھال لوں گا۔" عظیم نے اُسے سمجھانا چاہا۔

"عظیم میرے ساتھ آجاؤ۔" ترانہ کی زبان ایک ہی بات دُہرا رہی تھی۔

"اچھا چلو۔ میں تمہارے ساتھ چل کر دیکھتا ہوں کہ تم کس مصیبت میں ہو۔" عظیم نے فوراً فیصلہ کیا۔

عظیم کو ترانہ کے ساتھ باہر آتے دیکھ کر عالی شاہ کے چہرے پر فتح کی مسکراہٹ پھیل گئی۔

"عظیم۔ اتنی آدھی رات کے وقت تم اس عورت کے ساتھ جا رہے ہو۔ نہ جانے کیا بات ہے میرا دل گھبرا رہا ہے۔" زونی نے عظیم کو روکنے کی کوشش کی۔

Dr. Khwaja Farooq Renzu Shah Collection, Srinagar

CC-0. In Public Domain. Digitization by eGangotri

عظیم نے محبت کے ساتھ زُونی کے سر پہ ہاتھ رکھا۔
"زُونی گھبرانے کی کوئی ضرورت نہیں۔ میں ترانہ کے ساتھ جاکر دیکھنا چاہتا ہوں کہ اُس کی مشکل کیا ہے۔ تم اُوپر کمرے میں آرام کرو۔ میں واپس آجاؤں گا۔" عظیم نے بیوی سے کہا۔

عظیم کو سُہاگ رات پر اِس طرح بیوی کو اکیلا چھوڑ کر کسی دوسرے کے ساتھ جانا خود اچھا نہیں لگ رہا تھا لیکن یہاں سوال ترانہ کا تھا۔ ترانہ اُسے بار بار باہر بُلا رہی تھی اور عظیم انکار نہیں کر سکا۔

اُس کی وفادار بیوی نے جواب میں کچھ نہیں کہا لیکن اندر ہی اندر اُس کا دل ڈوبنے لگا۔ سہاگ رات کو اس طرح رات کے اندھیرے میں کسی عورت کا یُوں عجیب طریقہ سے آنا اور کوئی بات کہے بغیر اُس کے شوہر کو اپنے ساتھ لے جانا ایک ناقابل برداشت معاملہ تھا۔ وہ ایک بیوی کے حق سے عظیم کو روکنا چاہتی تھی لیکن اُس کی زبان ہل نہ سکی۔

عظیم ترانہ کے ساتھ باہر نکل کر اندھیرے میں غائب ہوگیا۔

زُونی اپنی جگہ کھڑی اُس اندھیرے کی کالی چادر کو دیکھتی رہی جس کے پیچھے اُس کا شوہر غائب ہوگیا۔ اُس کا دل ایک انجانے خوف سے ڈوب رہا تھا وہ اندھیرے میں چھپے ان نقاب پوشوں کو دیکھ نہ سکی جنہوں نے عظیم کو اِس طرح جھپٹ کر دبوچ لیا کہ وہ سسکی بھی نہ لے سکا۔

Dr. Khwaja Farooq Renzu Shah Collection, Srinagar

CC-0. In Public Domain. Digitization by eGangotri

بیسواں باب

عظیم نے آہستہ آہستہ اپنی آنکھیں کھولیں۔ درد کی ٹیسیں اُس کے سر سے اُٹھنے لگیں۔ وہ دائیں بائیں دیکھنے لگا۔ چاروں طرف اندھیرے کا جال بچھا ہوا تھا۔ اُسے کچھ دکھائی نہ دے رہا تھا۔ نہ اُس کی سمجھ میں آ رہا تھا کہ وہ کہاں ہے۔ اُس نے سر کی اُس جگہ کو اندھیرے میں اپنے ہاتھ سے ٹٹولا جہاں سے درد اُٹھ رہا تھا۔ اُسے لگا کہ سر کا وہ حصہ پھٹ چکا تھا اور خون چاروں طرف جم چکا تھا۔ آہستہ آہستہ اُسے کل کا واقعہ یاد آنے لگا۔ کل اس نے حسین اور پاکیزہ ماحول میں اپنی سہاگ رات منائی۔ کل وہ اور زونی ایک دوسرے میں سمو کر ایک ہو گئے۔ پھر اُس کے بعد ترانہ آگئی۔

ترانہ — اُس کے بارے میں ہی سوچ کر عظیم کا خون غصّے کی تپش سے اُبلنے لگا۔

کتنا بڑا ڈرامہ رچایا ترانہ نے۔ مجھے گھر سے نکال کر گرفتار کروایا۔ میں نے اُسے کیا سمجھا تھا اور وہ کیا نکلی — عظیم اب ترانہ سے بالکل نفرت کرنے لگا۔ چونکہ عظیم کو ترانہ کے ذہن کی اس حالت کا علم نہیں تھا۔ اس لئے وہ ترانہ کی محبت، اُس کے عشق، اُس کے خیالات، اُس کی پاکیزگی کو دھوکہ سمجھنے لگا۔

عظیم کی نگاہیں اب اندھیرے سے مانوس ہونے لگیں۔ اُس نے اپنے آپ کو ایک چھوٹی سی کوٹھری میں پایا جہاں کوئی کھڑکی بھی نہ تھی۔ صرف ایک طرف لوہے کا مضبوط دروازہ تھا جہاں سے روشنی کی ایک کرن بھی اندر نہ آ رہی تھی۔ کوٹھری میں بالکل گھپ اندھیرا چھایا ہوا تھا۔ عظیم کو یہ اندازہ ہی نہ ہو رہا تھا کہ رات کا وقت تھا کہ دن کا وقت۔ نہ وہ یہ اندازہ کر سکا کہ وہ کتنی دیر سے اس کوٹھری میں پڑا تھا۔ اُسے اب کافی بھوک محسوس ہو رہی تھی۔

Dr. Khwaja Farooq Renzu Shah Collection, Srinagar

CC-0. In Public Domain. Digitization by eGangotri

وہ اپنی جگہ سے اُٹھ کر لوہے کے دروازے کے پاس پہنچا اور اُسے زور زور سے کھٹکھٹانے لگا۔ وہ بہت دیر تک اُسے کھٹکھٹاتا رہا لیکن کسی نے بھی دروازہ نہیں کھولا۔ بھوک کی شدت میں اضافہ ہو رہا تھا۔ اُسے ایسا لگا جیسے وہ کئی دنوں سے اس کوٹھری میں بھوکا پیاسا پڑا ہو۔

عظیم اچھی طرح سمجھ گیا کہ مہاراجہ نے ہی اُسے گرفتار کرنے کے لئے یہ چال چلی۔ چونکہ مہاراجہ اُسے زندہ جلانے کی سزا پوری نہ کر سکا۔ اس لئے اُس نے اُسے گھر سے بالکل سہاگ رات کے وقت ایک عورت سے باہر نکلوایا۔ اس مقصد کے لئے ترانہ کو استعمال کیا گیا کیوں کہ وہی ایک عورت تھی جس کے کہنے پر عظیم کو باہر نکالا جا سکتا تھا۔ ترانہ کی حالت، اُس کا تھر تھرانا، بدن کا پسینے سے شرابور ہونا اس بات کی گواہی دے رہا تھا کہ وہ کسی مصیبت میں ہے اور عظیم نے اُس کی مدد کرنے کا فیصلہ کیا تھا۔ اب عظیم کو احساس ہو رہا تھا کہ وہ سب ایک ڈرامہ تھا اور اُس کے ساتھ نکلنے سے سارے شہر میں یہ افواہ پھیل چکی ہو گی کہ عظیم اپنی بیوی کو چھوڑ کر کسی انجان عورت کے ساتھ بھاگ گیا۔ چونکہ اُس کی بیوی زُونی اور اُس کا رشتہ دار ترانہ کو نہیں جانتے تھے اس لئے کسی کو اصل حقیقت معلوم نہیں ہو سکی۔

عظیم کو بار بار اپنی بیوی زُونی یاد آ رہی تھی۔ زُونی نے اُسے جانے سے روکنے کی کوشش کی تھی لیکن اُس نے اُس کی بات نہیں مانی۔ زُونی کے بارے میں سوچ کر عظیم اپنے آپ کو گنہگار سمجھنے لگا۔ وہ سوچنے لگا کہ اُس نے زُونی کے جذبات اور احساسات کو نہ صرف دھکا پہنچایا بلکہ اُس کی زندگی تباہ کر دی۔ زُونی ایک بے سہارا عورت ہے جس کا اُس کے بغیر کوئی نہیں۔ اب شادی کی پہلی رات ہی اُس کا سہارا چھن گیا۔

عظیم کی چھٹی حس اُسے کہہ رہی تھی کہ اس وقت جس سازش کے تحت اُسے گرفتار کیا گیا تھا اُس سے بچ کر نکلنا ممکن نہیں۔ عظیم مرنے سے نہیں ڈرتا تھا بلکہ قوم کی خاطر شہید ہونا اُس کی تمنا تھی لیکن اس دفعہ اُسے زُونی کی بے کسی اور بے چارگی کا احساس بار بار ہو رہا تھا۔

عظیم سر کے درد سے اور انتہائی بھوک و پیاس سے نڈھال ہونے لگا۔ اُس کی زبان خشک ہو گئی اور جسم اکڑنے لگا۔ وہ اندھیرے میں ٹٹول ٹٹول کر رینگتا ہوا دوبارہ آہنی دروازے کے قریب پہنچا۔

"کوئی ہے۔۔؟" وہ دوبارہ دروازہ کھٹکھٹا کر پکارنے لگا۔

اس دفعہ بھی کسی نے دروازہ نہیں کھولا۔ بھوک اور پیاس سے اُس پر دوبارہ بے ہوشی طاری ہونے لگی۔ وہ لڑکھڑاتا ہوا دروازے کے پاس ہی گر کر ڈھیر ہو گیا۔ عظیم کافی دیر یونہی بے ہوشی کی حالت میں وہاں پڑا رہا۔

وقت تیزی کے ساتھ گزر رہا تھا اور ایک دن اندھیری کوٹھری میں گونجی لیکن عظیم نے یہ آواز نہیں

Dr. Khwaja Farooq Renzu Shah Collection, Srinagar

CC-0. In Public Domain. Digitization by eGangotri

سنی۔ اُس کی زبان باہر لٹکی ہوئی تھی اور وہ کراہ رہا تھا۔

"پا ـــ پانی ـــ"

آہنی دروازہ باضابطہ کھل گیا اور دو آدمی دروازے پر کھڑے اندھیری کوٹھری کی طرف دیکھنے لگے۔ اُن میں سے ایک مہاراجہ تھا اور دوسرا عالی شاہ۔ عالی شاہ نے ہاتھ میں مشعل جلا رکھی تھی جس کی روشنی کوٹھری میں پھیلنے لگی۔

"کہاں ہے وہ کمینہ ـ حرام خور ـــ" مہاراجہ کی آواز گونجی۔

مشعل کی مدھم روشنی بے ہوش عظیم پر پڑی۔

"حضور یہ نیچے فرش پر پڑا ہے۔ شائد مر گیا ہے۔" عالی شاہ نے جواب دیا۔

"ذرا غور سے دیکھو عالی شاہ ـ" مہاراجہ نے اُسے حکم دیا۔

"حضور میں ابھی اس کو دیکھتا ہوں ـ" عالی شاہ نے کہا وہ فرش پر گھٹنوں کے بل بیٹھ گیا اس کے ایک ہاتھ میں مشعل روشن تھی اور دوسرے ہاتھ سے وہ عظیم کو ہلانے لگا۔ جب عظیم نے کوئی حرکت نہیں کی تو عالی شاہ نے اُس کے سر کے بالوں کو کھینچ کر اُوپر اٹھایا۔

"آہ ـــ پا ـــ نی ـــ پانی ـــ" عظیم کراہا۔

"اوہ ـــ یہ سخت جان ابھی زندہ ہے۔ پچھلے تین روز سے یہ آدمی اسی طرح بھوکا پیاسا اس کوٹھری میں بند ہے لیکن ابھی تک مرا نہیں گیا ـ" مہاراجہ نے عظیم کو دیکھ کر تعجب کا اظہار کیا۔

"حضور آپ کے اس غلام نے آپ کی اور آپ کے خاندان کی عزت کی خاطر ایسے ہزاروں سخت جان غداروں کو نیست و نابود کیا ہے ـ" عالی شاہ نے کہا۔

"عالی شاہ میں خوش ہوں کہ تم نے اس کمینے کو بالکل اسی طرح گرفتار کروایا۔ جیسا میں چاہتا تھا۔ اب اس کے انجام کے بارے میں کوئی کچھ نہیں سُنے گا ـ" مہاراجہ نے اُس سے کہا۔

عظیم کراہ رہا تھا ـ پا ـ نی ـــ پانی ـ ـ

"اس باغی کو اپنا ہی خون پلا دو۔ آزادی کے متوالوں کے لئے یہ سلوک اچھا ہے ـ" مہاراجہ نے عالی شاہ سے کہا۔

عالی شاہ نے عظیم کے بالوں کو چھوڑ کر اُس کے سر کو زور سے فرش پر پٹک دیا۔ اپنے اندرونی جیب سے ایک چھوٹا سا خنجر نکال کر اُس نے ایک وحشی کی طرح اسے عظیم کے دائیں بازو میں گھونپ دیا۔

"آہ ـ" بے ہوشی کے عالم میں عظیم کے مُنہ سے درد کی ایک چیخ نکلی۔ اُس کے بازو سے

Dr. Khwaja Farooq Renzu Shah Collection, Srinagar

CC-0. In Public Domain. Digitization by eGangotri

خون کا ایک فوارہ اُچھلا۔ عالی شاہ نے یہی خون سے ٹپکتا بازو اُس کے مُنہ پر رکھ دیا۔ اُس کا اپنا سُرخ لہو اُس کی سوکھی زبان کو بھگونے لگا۔

زبان پر اپنے ہی خون کی تری سے عظیم کو کچھ ہوش آنے لگا۔ اُس نے آہستہ آہستہ اپنی آنکھیں کھولیں — اُس نے مشعل کی روشنی میں مہاراجہ اور عالی شاہ کو دیکھا۔

"کون ہو تم لوگ۔ میں کہاں ہوں —؟" عظیم انہیں دیکھ کر ان کو پہچاننے کی کوشش کرنے لگا۔

"ہا۔ ہا۔ ہا۔" کوٹھری میں مہاراجہ اور عالی شاہ کے قہقہے ایک ساتھ گونجے۔

"کیا ہمیں نہیں پہچانتے۔ اس وادی کے حاکم اور لوگوں کی تقدیروں کے مالک مہاراجہ کو نہیں پہچانتے —" عالی شاہ نے طنزیہ لفظوں میں کہا۔

"اوہ تم لوگ آئے ہو۔ لٹیرا مہاراجہ اور اُس کے باپ کی رکھیل کا بیٹا شاہی خادم۔" ان دونوں کا منحوس چہرہ دیکھ کر عظیم نے غصے سے بھرے نحیف آواز میں کہا۔

"عالی شاہ۔ اس گستاخ کو میری آنکھوں کے سامنے اس طرح تڑپا تڑپا کر مار دو کہ یہ میرے پاؤں پر پڑ کر رحم کی بھیک مانگے۔ اُس نے مجھے میری حکومت اور میرے خاندان کو للکارا ہے اُس کے بدلے اُسے اتنی بھیانک موت ملے گی کہ اس کالی کوٹھری کی پتھریلی دیواریں بھی ڈر سے سمٹ جائیں —" مہاراجہ نے عالی شاہ کو حکم دیا۔

"جیسا آپ کا حکم حضور —" عالی شاہ نے کہا۔

عالی شاہ کے ایک ہاتھ میں مشعل تھی اور دوسرے ہاتھ میں خنجر۔ اُس نے اچانک ہوا میں خنجر لہرایا اور عظیم کا ایک ہاتھ کاٹ دیا۔

"آہ —" درد سے بھری چیخ کوٹھری میں گونجی ابھی یہ چیخ دیواروں سے ٹکرا کر صدائے بازگشت میں تبدیل ہو رہی تھی کہ عالی شاہ کے ہاتھ میں چمکتا خنجر دوبارہ ہوا میں لہرایا اور اُس نے عظیم کا دوسرا ہاتھ کاٹ دیا۔

کمرے میں عظیم کے دونوں ہاتھ پڑے تھے اور خون فوارے کی طرح بہہ رہا تھا۔

"جھک جاؤ۔ مہاراجہ کے پاؤں پر گر کر آسان موت کی بھیک مانگو۔" عالی شاہ نے اُس سے کہا۔

"آزادی ہمارا حق ہے۔" عظیم چلایا۔

"بہت سخت جان ہے یہ۔ عالی شاہ اسے زیادہ تڑپاؤ۔ اسے آسانی سے مرنے مت دو۔" مہاراجہ نے عالی شاہ سے کہا۔

Dr. Khwaja Farooq Renzu Shah Collection, Srinagar

CC-0. In Public Domain. Digitization by eGangotri

عالی شاہ کے ماتھے سے پسینہ بہہ رہا تھا اور وہ ہانپنے لگا۔

"حضور میں تھوڑی دیر دم سنبھالتا ہوں۔" اُس نے ہانپتے ہوئے مہاراجہ سے کہا۔

"یہ مشعل میرے ہاتھ میں تھما دو۔" مہاراجہ نے اُسے کہا۔

"نہیں حضور۔ غلام ایسی گستاخی نہیں کر سکتا۔" عالی شاہ نے جواب دیا۔

"میں کہتا ہوں۔ میرے ہاتھ مشعل دو۔" یہ کہہ کر مہاراجہ نے عالی شاہ کے ہاتھ سے مشعل چھین لی۔

وہ اُس جلتی ہوئی مشعل کو عظیم کے چہرے کے قریب لے جانے لگا۔

کمزور اور ناتوان عظیم نے اُس جلتی ہوئی مشعل سے دُور ہٹنا چاہا لیکن وہ اپنے سر کو ہلا بھی نہ سکا۔

"آہ۔ آہ۔" وہ دوبارہ درد سے چلانے لگا۔ عظیم کا چہرہ، منہ، آنکھیں بال سب جلنے لگے۔

"انقلا۔ اِن۔ ق۔ لا۔ ب۔" اُس کے بعد عظیم غیر مبہم الفاظ میں چلانے لگا۔ اُس کا سارا چہرہ جل رہا تھا اور مہاراجہ کے چہرے پر مسکراہٹ بکھر رہی تھی۔

"عالی شاہ۔ فوراً پانی لے آؤ۔" مہاراجہ نے عالی شاہ سے کہا۔

"حضور۔" عالی شاہ یہ حکم سنتے ہی پانی لانے گیا۔

عظیم کا چہرہ جل رہا تھا اور مہاراجہ مشعل ہاتھ میں اُٹھائے اُسے کہہ رہا تھا۔

"دیکھا آزادی مانگنے کا انجام۔ دیکھا انقلاب کا نتیجہ۔ مانگ مجھ سے آسان موت کی بھیک۔ جھک جاؤ میرے پیروں پر۔" مہاراجہ غرور سے کہہ رہا تھا۔

عظیم نے نفی میں سر ہلایا۔

عالی شاہ پانی لے کر آیا اور مہاراجہ نے اُسے وہ پانی عظیم کے سر پر پھینکنے کا حکم دیا۔

عظیم کا چہرہ جل چکا تھا اور اُس کی سانس بھی اب مشکل سے باہر آرہی تھی۔

"عالی شاہ جانتے ہو تمہارے جانے کے بعد کیا ہوا۔" مہاراجہ نے عالی شاہ سے کہا۔

"کیا ہوا حضور۔" عالی شاہ نے پوچھا۔

عظیم میرے پاؤں پر گر کر معافی مانگنے لگا۔" مہاراجہ نے اپنی عزت کے لئے عالی شاہ سے جھوٹ بولا۔

عالی شاہ سمجھ گیا کہ مہاراجہ جھوٹ بول رہا ہے لیکن اُس کے باوجود کہنے لگا ——
"میں جانتا تھا حضور کہ یہ کمینہ اپنی غلطیوں کے لئے معافی مانگے گا۔ لیکن اب اُس کی معافی مانگنے کا کیا

Dr. Khwaja Farooq Renzu Shah Collection, Srinagar

CC-0. In Public Domain. Digitization by eGangotri

فائدہ۔ حضور میں خود دروازے پر کھڑا اُسے آپ کے پاؤں پر پڑا معافی کی بھیک مانگتے دیکھ رہا تھا"

عالی شاہ نے مہاراجہ کو خوش کرنے کے لئے جھوٹ بولا۔

مہاراجہ اور عالی شاہ دونوں باتوں میں مصروف تھے کہ عظیم کے جسم میں اچانک بجلی کی پھرتی آئی وہ اپنی جگہ سے اُٹھ کر مہاراجہ کی جانب بڑھنے لگا۔ اُس کا سارا چہرہ جلا ہوا تھا۔ مشعل کی روشنی میں وہ مہیب بھوت لگ رہا تھا۔

"نہیں — مجھے بچالو — یہ مجھے مار دے گا —" عظیم کو اپنی جانب آتے دیکھ کر مہاراجہ ڈر اور خوف سے تھر تھر کانپنے لگا۔ اُس نے دیکھا کہ عالی شاہ پہلے ہی وہاں سے بھاگ کر دُور ہٹ گیا۔

عظیم چند قدم مہاراجہ کی جانب بڑھ کر اچانک دھڑام سے فرش پہ گر گیا۔ مہاراجہ اس طرح خوف اور ڈر کے عالم میں اپنی جگہ کھڑا پھٹی پھٹی آنکھوں سے فرش پر پڑے ہوئے عظیم کی طرف دیکھ رہا تھا۔

عالی شاہ جو دُور بھاگ گیا تھا وہ نزدیک آگیا عظیم کو فرش پر گرا دیکھ کر اُسے تھوڑا اطمینان ہوا۔ وہ عظیم کے پاس پہنچا اُس کے سینے پر کان رکھ کر دل کی دھڑکن سننے کی کوشش کی۔

دل کی دھڑکن بند ہو چکی تھی۔

عظیم مر چکا تھا۔ ایک مجاہد انقلاب کا شہید ہو گیا۔ گمنام شہید جس کے بارے میں کوئی جان نہ سکا۔

عالی شاہ رازدارانہ انداز میں مہاراجہ سے کہنے لگا۔

"حضور یہ باغی مر چکا ہے —"

یہ بات سن کر مہاراجہ کو ہوش آیا — وہ سنبھل گیا۔

"کیا — کیا ہو گیا — ؟" مہاراجہ نے عالی شاہ سے پوچھا۔

"حضور یہ دیکھ لیجئے۔ رحم کی بھیک مانگتے مانگتے۔ آپ کے پاؤں کے نیچے مر گیا" عالی شاہ نے مہاراجہ سے کہا۔

"مر گیا۔ چلو اچھا ہوا —" مہاراجہ نے عجیب انداز میں کہا۔ اُس کا دل ابھی تک گھبرایا ہوا تھا۔ اُسے عظیم کا خوفناک انداز میں اپنی جانب بڑھتے ہوئے آنا بار بار یاد آرہا تھا۔

عالی شاہ نے مہاراجہ اور اپنے اطمینان کی خاطر اپنا تیز خنجر عظیم کے سینے میں دوبارہ گھونپ دیا۔ انہیں ڈر تھا کہ کہیں یہ شخص دوبارہ زندہ نہ ہو جائے۔

"عالی شاہ۔ عظیم کی لاش کو اسی کوٹھری میں دفن کرنا تاکہ کسی دوسرے شخص کی نظر اس لاش پر نہ پڑے —" مہاراجہ نے عالی شاہ سے مایوس انداز میں کہا۔

Dr. Khwaja Farooq Renzu Shah Collection, Srinagar

CC-0. In Public Domain. Digitization by eGangotri

"حضور! آپ اطمینان رکھئیے۔ کوئی اس بارے میں نہیں سُنے گا۔" عالی شاہ نے جواب دیا۔
"اب تم جلدی سے سیرد کو منظرِ عام پر لاؤ۔ ورنہ لوگ عظیم کو ڈھونڈیں گے۔" مہاراجہ نے کہا
"حضور۔ سیرد مجھے مل گیا۔ میں نے اُسے منظرِ عام پر لانے کا نسخہ بھی بتایا۔ بہت جلد لوگ اُس کی عبادت کرنے لگیں گے۔" عالی شاہ نے کہا۔
"لیکن وہ ہمارے اشارے پر چلے گا۔" مہاراجہ نے کہا۔
"حضور۔ یہ ایک ایسا خفیہ راز ہوگا جس کا ذکر بھی کہیں نہیں کیا جا سکتا۔" عالی شاہ نے کہا۔
"ہمیں سمجھانے کی کوشش نہیں کرو۔ ہمیں سب پتہ ہے۔" مہاراجہ نے کہا۔

Dr. Khwaja Farooq Renzu Shah Collection, Srinagar

CC-0. In Public Domain. Digitization by eGangotri

۲۱ اکیسواں باب

دستگیر صاحبؒ کی مقدس زیارت گاہ میں ہزاروں لوگ اپنی مرادیں لے کر آئے تھے۔ ایک طرف درود خوانی، دوسری جانب نعت خوانی ہو رہی تھی۔ سب لوگ مل کر ایک ہی آواز میں قرآنِ مجید کی آیات پڑھ کر اللہ کی برتری کا اقرار کر رہے تھے۔ فضا میں ایک روحانی کیفیت چھائی تھی۔

زونی بھی اپنی درد بھری آواز میں درود خوانی کر رہی تھی۔ اُس کی آنکھوں سے اُمڈتے ہوئے آنسو اُس کے زرد رخساروں سے بہتے ہوئے دل میں دبے ہوئے درد کی کہانی سنا رہے تھے۔ آنکھیں اندر کو دھنسی ہوئی تھیں اور چہرے کی ہڈیاں اُبھر کر باہر آگئی تھیں۔ وہ سر سے پاؤں تک ہڈیوں کا ڈھانچہ بن کر رہ گئی تھی۔ اس کے قریب ایک چار سال کا ننھا بچہ بیٹھا اپنی معصوم آنکھوں سے اُسے دیکھ رہا تھا۔

زونی دونوں ہاتھ اوپر اٹھا کر عظیم کی سلامتی کے لئے دعا مانگ رہی تھی جو سہاگ رات پر اسے چھوڑ کر کسی انجان عورت کے ساتھ نکل کر غائب ہوا تھا اور تقریباً پانچ سال بیت جانے کے باوجود عظیم ابھی تک واپس نہ آیا۔ زونی چاروں طرف پاگلوں کی طرح عظیم کو ڈھونڈ رہی تھی لیکن وہ اُسے کہیں نہ ملا۔ زونی کی آنکھیں اُس عورت کو بھی ڈھونڈتی رہتی تھیں جس کے ساتھ عظیم گیا تھا لیکن اسے کوئی نظر نہ آیا۔ عظیم کے غائب ہو جانے کے بارے میں چاروں طرف چہ میگوئیاں ہونے لگیں۔ کوئی کہتا تھا کہ عظیم کو اپنی بیوی پسند نہیں آئی اس لئے اسے چھوڑ کر کہیں باہر چلا گیا۔ کوئی کہتا تھا کہ کوئی عورت اُسے ورغلا کر لے گئی۔ کوئی زونی پر الزام لگاتا تھا کہ اُس نے عظیم پر جادو کیا۔ غرض جتنے مُنہ اتنی باتیں۔ زونی سب کچھ برداشت کرتی رہی۔ وہ بے سہارا عورت صبح اپنے گھر سے نکلتی تھی اور وادی

Dr. Khwaja Farooq Renzu Shah Collection, Srinagar

CC-0. In Public Domain. Digitization by eGangotri

کے تمام آستانوں پر حاضری دے کر عظیم کی سلامتی کے لئے دُعا مانگتی تھی۔ ہر جگہ اُس کی آنکھیں عظیم کو تلاش کرتی رہتی تھیں عظیم کے غائب ہونے کے کچھ عرصہ بعد زُونی نے محسوس کیا کہ وہ عظیم کے بچے کی ماں بننے والی ہے۔ وہ یہ خوش خبری عظیم کو سنانا چاہتی تھی لیکن عظیم کہیں نہ تھا۔ پہلے پہل لوگ عظیم کے بارے میں پوچھنے کے لئے آتے تھے لیکن جب اُس کا کہیں پتہ نہ چلا تو رفتہ رفتہ مایوس ہو کر انہوں نے آنا بند کیا۔ زُونی پریشان آنکھوں میں آنسوؤں کا طوفان لئے گھر میں اکیلی عظیم کا انتظار کرتی رہتی تھی۔ پھر بھوک مٹانے کے لئے وہ کھیتوں میں مزدوری کرنے لگی اُسے شام کے لئے کچھ سبزی چاول مل جاتا تھا۔ اسی مجبوری اور لاچاری کی حالت میں اُس نے عظیم کے بیٹے کو جنم دیا سہاگ رات کی خوشی کے بعد اُس دن چند لمحوں کے لئے زُونی کو دوبارہ خوشی محسوس ہوئی لیکن پھر عظیم کی غیر موجودگی کے احساس سے اُس کی خوشی فوراً ختم ہو جاتی تھی۔ اُس نے اپنے بیٹے کا نام ستار رکھا۔

وقت تیزی سے گذرنے لگا۔ دن مہینوں اور مہینے برسوں میں تبدیل ہونے لگے ستار چار سال کا ہو گیا لیکن عظیم واپس نہیں آیا۔ زُونی چھوٹے ستار کا ہاتھ پکڑ کر وادی کے ہر آستان پر حاضری دے کر عظیم کے واپس آنے کی دُعا مانگتی تھی اس بے سہارا کا بس یہی ایک آسرا تھا جس کی آس لگائے وہ جی رہی تھی۔ ہزاروں عقیدت مندوں کے ہجوم میں دستگیر صاحبؒ کے عرس کے موقعہ پر زُونی بھی اس پاک اور مقدس ہستی کی زیارت گاہ پر حاضری دینے کے لئے آئی تھی۔ ستار اُس کے ساتھ تھا۔ زُونی عظیم کو یاد کر کے زار و قطار رو رہی تھی اور ستار معصوم نگاہوں سے ان بہتے ہوئے آنسوؤں کو دیکھ رہا تھا۔ جب سے ستار نے آنکھیں کھولیں اُس نے اپنی ماں کو روتے ہوئے ہی دیکھا۔ بہت دیر اسی طرح اس مقدس ماحول میں رُوحانی فیض حاصل کرنے کے بعد لوگ آہستہ آہستہ جانے لگے۔ وہ راستے پر چل رہی تھی کہ اُس کی نظر ایک خوبصورت ٹانگے پر پڑی۔ اُس نے ٹانگے پر بیٹھی اُس عورت کو دیکھا۔

"اُف !" اُس عورت کو دیکھ کر وہ چکرا گئی۔ یہ وہی عورت تھی جس نے آج سے تقریباً پانچ سال پہلے اُس کے شوہر کو شادی کی پہلی ہی رات اپنے ساتھ لے لیا تھا اور تب سے اُس کا شوہر واپس نہ آیا۔ پچھلے پانچ برس سے زُونی کی آنکھیں اِس عورت کو تلاش کر رہی تھی۔

"رُک جاؤ !" زُونی اپنی پوری قوت کے ساتھ چلائی۔

لیکن وہ ٹانگہ نہیں رُکا۔ زُونی نے ستار کو گود میں اُٹھایا اور وہ بے تحاشا ٹانگے کے پیچھے دوڑنے لگی۔

"رُک جاؤ !" وہ بھاگتے ہوئے ٹانگے کو رکوانے کے لئے چلائی جا رہی تھی۔ تھوڑی دُور جا کر

Dr. Khwaja Farooq Renzu Shah Collection, Srinagar

CC-0. In Public Domain. Digitization by eGangotri

ٹانگہ رُک گیا۔

"کیا بات ہے۔؟" ٹانگے والے نے ترش لہجے میں پیچھے سے دوڑتی ہوئی زُونی سے پوچھا۔

زُونی ٹانگے کے قریب رُکی۔ وہ ہانپ رہی تھی لیکن اُس کی آنکھیں اُس عورت پر مرکوز تھیں جو ٹانگے کی پچھلی طرف بیٹھی تھی۔ اُس عورت کے ساتھ ستارہ ہی کی عمر کا ایک بچہ تھا۔

"بولتی کیوں نہیں۔ کیوں رُکوایا ہمارا ٹانگہ۔" ٹانگے والے نے پوچھا۔

"اس۔ اس۔ عو۔ رت سے بات کرنی ہے۔" زُونی نے ہانپتے ہوئے کہا۔

وہ عورت خالی خالی آنکھوں سے زُونی کی طرف دیکھ رہی تھی۔

"کیا مجھے پہچانتی ہو۔؟" زونی نے اُس عورت سے پوچھا۔

"نہیں۔!" عورت نے جواب دیا۔

میں عظیم کی بیوی ہوں۔ اُس عظیم کی جو آپ کے کہنے پر شادی کی پہلی رات مجھے چھوڑ کر آپ کی مدد کے لئے نکلا۔ تب سے میرا شوہر گھر واپس نہیں آیا۔ بولئے کہاں ہے میرا شوہر۔ کدھر رکھا آپ نے اُسے۔؟" زُونی غصّے میں بھی تھی اور پھوٹ پھوٹ کر رو بھی رہی تھی۔

"اے۔ عورت۔ کون ہو تم اور کیا چاہتی ہو مالکن سے۔؟" ٹانگے والے نے زُونی سے پوچھا۔

"بھائی صاحب۔ میں اس سے بہت کچھ پوچھنا چاہتی ہوں۔ اس عورت نے میری زندگی اجاڑ دی میرے شوہر کو غائب کروایا اور اب مجھے پہچانتی بھی نہیں ہے۔" زونی نے روتے روتے ٹانگے والے سے کہا۔

"یہ عورت میری مالکن ہے اور شہر کے معزز آدمی عالی شاہ کی بیوی ہے۔" ٹانگے والے نے زُونی کی غلط فہمی دُور کرنا چاہی۔

"عالی شاہ کی بیوی۔ وہی عالی شاہ جو مہاراجہ کا وزیر ہے۔؟" زونی نے ٹانگے والے سے پوچھا۔

"ہاں۔ مہاراجہ کے خاص وزیر عالی شاہ کی بیوی اور اس کے ساتھ عالی شاہ کا بیٹا سُلہ شاہ ہے۔ یہ بہت بڑے خاندان کے لوگ ان کے ساتھ بھلا تمہارا کیا تعلق ہو سکتا ہے۔" ٹانگے والے نے زُونی کی حالت دیکھ کر کہا۔

"بھائی صاحب۔ اب میری سمجھ میں سب کچھ آگیا۔ میرے مجاہد قوم پرست شوہر کو مہاراجہ کے کہنے پر ہی اس عورت نے غائب کرایا تاکہ لوگ مہاراجہ پر شک نہ کریں۔ واقعی ایسا ہی ہوا۔ لوگ عظیم کو عورت پرست قرار دے کر اُسے بھول گئے اور کسی نے اُسے ڈھونڈنے کی کوشش نہ کی۔" زونی نے ٹانگے والے سے کہا۔ پھر وہ عالی شاہ کی بیوی ترانہ سے مخاطب ہو کر کہنے لگی۔

Dr. Khwaja Farooq Renzu Shah Collection, Srinagar.

CC-0. In Public Domain. Digitization by eGangotri

"بولو۔ کہاں رکھا تم نے میرے شوہر کو ۔ ؟" اُس کی آواز بھرائی ہوئی تھی۔

"بیٹی یہ عورت بیمار ہے ۔ یہ تمہاری کوئی بات نہیں سمجھ سکی۔" ٹانگے والے کو زونی پر رحم آیا۔

"بیمار ہے۔ اسے کون سی بیماری ہے ؟" زونی نے معصوم انداز میں پوچھا۔

"اس کا دماغ مفلوج ہو چکا ہے' اسے سکتے کی بیماری ہے ۔" ٹانگے والے نے جواب دیا۔

"سکتے کی بیماری ۔" زونی نے حیرانگی سے پوچھا۔

"ہاں جب سے اس کی شادی عالی شاہ کے ساتھ ہوئی ہے اس کو سکتہ ہو گیا' اسے کچھ یاد نہیں ۔ نہ اسے اپنا بچپن یاد ہے نہ کوئی پرانی بات ۔ اس کو جو کچھ کہا جاتا ہے وہی کرتی ہے ۔ اس کا اپنا دماغ کام نہیں کرتا. ہمیشہ گم سم رہتی ہے ۔ اسی حالت میں اس نے عالی شاہ کے بیٹے سلطان شاہ کو جنم دیا اور اب اس کا بیٹا ابھی چار سال کا ہو گیا لیکن ابھی تک اس کی حالت وہی رہی ۔ اس مریض عورت کے خلاف کسی کو شکایت نہیں ہونی چاہیئے' اسے معلوم نہیں کہ یہ کہاں سے آ رہی ہے اور کہاں جا رہی ہے ۔ اس کے سوچنے سمجھنے جاننے پہچاننے کی قوتیں سلب ہو چکی ہیں ۔" ٹانگے والے نے ترانہ کی اصلی حالت کے بارے میں زونی کو روشناس کرایا۔

ٹانگے والے کی باتیں سن کر زونی حیران و ششدر رہ گئی' اُسے شادی کی وہ رات یاد آنے لگی جب یہ عورت اُس کے گھر آ گئی تھی۔ اُسے یاد آیا کہ یہ عورت ایک زندہ لاش کی طرح اُس وقت بھی اسی طرح گم سم دروازے پر کھڑی عجیب انداز میں عظیم کو بار بار بلاتی تھی ۔ اب اس کی اصلی حالت کے بارے میں جان کر زونی سمجھ گئی کہ اس عورت کو کسی نے اُس رات کو کٹھ پتلی کی طرح استعمال کر کے عظیم کو بلانے کی خاطر بھیجا تھا۔

ترانہ نے سوچا کہ ممکن ہے کہ اس کو اپنے گھر لے جا کر اُس رات کے بارے میں کچھ یاد آئے اور وہ عظیم کے بارے میں کچھ بتا سکے۔

"بھائی صاحب میں اس عورت کو تھوڑی دیر کے لئے اپنے گھر لے جانا چاہتی ہوں ۔" زونی نے اب ٹانگے والے سے درخواست کی۔

"تمہارے گھر ۔ نہیں ۔ ایسا نہیں ہو سکتا ۔ عالی شاہ مجھے جان سے مار دیں گے ۔ تمہیں نہیں معلوم وہ کتنا سخت آدمی ہے ۔" ٹانگے والے نے کہا۔

"بھائی جان یہ میری زندگی کا سوال ہے ۔ میں پچھلے کئی سال سے اس عورت کو ڈھونڈ رہی ہوں۔ آج خدا نے میرے ٹوٹے ہوئے دل کی صدا سن لی اور ممکن ہے کہ میرے گھر آ کر اسے کچھ یاد آئے اور مجھے میرے شوہر کا پتہ معلوم ہو جائے ۔" زونی نے دوبارہ ٹانگے والے سے التجا کی۔

کچھ دیر سوچنے کے بعد ٹانگے والا زونی کے گھر چلنے کے لئے راضی ہو گیا۔

Dr. Khwaja Farooq Renzu Shah Collection, Srinagar

CC-0. In Public Domain. Digitization by eGangotri

"آجاؤ بیٹی بیٹھو تانگے پر" ۔ اُس نے زونی سے کہا۔
زونی اپنے بیٹے ستار کو لے کر تانگے پر بیٹھ گئی اور تانگہ ان سب کو لے کر سرپٹ زونی کے گھر کی جانب دوڑنے لگا۔ چند لمحوں کے بعد تانگہ زونی کے گھر کے قریب پہنچا اور زونی نے تانگے والے کو رُکنے کا اشارہ کیا۔ تانگے والے نے تانگہ روکا اور زونی ستار کو گود میں لے کر نیچے اُتری۔ ترانہ تانگے پر اسی طرح بیٹھی رہی۔ "آجاؤ بہن۔ نیچے اُترو اور میرے گھر کے اندر چلو" زونی نے ترانہ سے کہا۔
ترانہ زونی کی بات سُن کر ایک زندہ لاش کی طرح تانگے سے اُتری۔ تانگے والے نے اُس کے چھوٹے چار لڑکے سلطان شاہ کو گود میں اُٹھا کر نیچے اُتارا۔ وہ سب زونی کے گھر کے اندر چلے گئے۔
ترانہ مکان کے دروازے کی دہلیز پر قدم رکھ کر تھوڑی دیر کے لئے ٹھٹھکی۔ آنکھوں پر عجیب سی دھند چھانے لگی۔ دروازے کے اندر ہی دائیں طرف وہ کمرہ تھا جہاں وہ اُس رات بیٹھی تھی۔ اُس کمرے میں داخل ہو کر ترانہ کا ذہن بالکل اُسی طرح بھاری ہونے لگا جس طرح پانچ برس پہلے عظیم کو دیکھ کر ہوا تھا۔ اُس رات عظیم بار بار اُسے مخاطب کر کے اُس کے مفلوج ذہن کو جھنجھوڑ رہا تھا۔ ماضی کی چند مدہم یادیں ایک گہرا غبار بن کر اُس کے ذہن پر چھا رہی تھیں لیکن عالی شاہ کی آنکھوں کی شیطانی طاقت نے اُس کے ذہن کو پھر مفلوج کیا اور اُس نے وہی کیا جو اُس سے کہا گیا تھا۔ آج اُس کمرے میں دوبارہ داخل ہو کر اُسے عظیم کی آواز گونجتی ہوئی سنائی دی۔
"ترانہ۔ ترانہ۔" ایک جانی پہچانی مدہم آواز اُس کے ذہن کے کسی خانے سے اُبھرنے لگی۔ ترانہ کا سر بھاری ہونے لگا۔ آوازوں کا ایک طوفان اُس کے مفلوج ذہن کو جھنجھوڑنے لگا۔ زونی اُس کی بگڑی ہوئی حالت کو دیکھ رہی تھی۔ پانچ برس پہلے اس منحوس رات کے وقت بھی اس کی حالت ایسی ہی غیر ہوئی تھی۔ زونی جلدی سے ٹھنڈے پانی کا ایک گلاس بھر لائی اور ترانہ کو پلایا۔ لیکن ترانہ کی حالت برابر غیر ہوتی جا رہی تھی۔ اُس کا چہرہ تمتما رہا تھا اور سارے بدن سے پسینہ چھوٹ رہا تھا۔ "بہن تم نے میرے عظیم کو کہاں رکھا ہے۔؟" زونی آنکھوں میں آنسوؤں کا طوفان لئے اُس سے کہتی رہی۔
"ترانہ۔ ترانہ۔ عظیم۔ عظیم۔ عظیم"
ترانہ کا ذہن ان آوازوں سے پھٹنے لگا۔
اُس نے دونوں ہاتھوں سے اپنے ماتھے کو پکڑ رکھا تھا وہ ایک عجیب اضطراری حالت میں تڑپنے لگی۔
"کیا بات ہے بہن۔؟" زونی نے اُسے سنبھالنے کی کوشش کی۔ ترانہ کی آنکھوں کے آگے اندھیرا چھانے لگا اور وہ پریشان ہو کر فرش پر گر پڑی۔ وہ تڑپنے اور کراہنے لگی۔

Dr. Khwaja Farooq Renzu Shah Collection, Srinagar

CC-0. In Public Domain. Digitization by eGangotri

"آہ ـ آہ ـــ" اُس کا ذہن پھٹ رہا تھا۔

"بہن کیا ہو گیا آپ کو ـ؟" زُونی اُسے سہارا دینے لگی۔

"مالکن کو کیا ہوا ـ ؟" بوڑھا تانگہ بھان بھی پریشان ہوا۔

"ماں ـ ماں ـ" اُس کا چھوٹا بچہ سلہ رُونے لگا۔

عظیم کا بیٹا ستار بھی معصوم آنکھوں سے اُسے دیکھ رہا تھا۔

ترانہ کی حالت ناقابل برداشت ہوتی جارہی تھی۔ اُس کے مفلوج ذہن میں ترانہ عظیم کی آوازیں گونج کر قیامت کا شور برپا کر رہی تھیں۔ اُس کے ذہن پر جیسے کوئی ہتھوڑے مار رہا ہو۔ مفلوج ذہن آہستہ آہستہ حرکت میں آنے لگا۔

"عظیم ـ" ترانہ کے مُنہ سے ایک چیخ نکلی۔

ایک دل خراش چیخ ـ مکان کے در و دیوار اُس چیخ سے لرزنے لگے۔

سب حیرت بھری نگاہوں سے اُس طرف دیکھنے لگے۔

تانگہ بھان اپنی مالکن کو پہلی بار اِس طرح جذباتی کیفیت میں چیختے ہوئے سُن رہا تھا۔ وہ سمجھ گیا کہ اُس کی مالکن کی یادداشت واپس آگئی۔

زُونی ترانہ کو جھنجھوڑنے لگی۔

"ہاں ـ عظیم ـــ میرا عظیم ـ کہاں ہے وہ ـــ کدھر رکھا آپ نے اُسے ـ وہ آپ کے ساتھ ہی چلا گیا تھا۔"

"عظیم ـــ" ترانہ پھوٹ پھوٹ کر رونے لگی۔

"کیوں رو رہی ہو ـ؟ بولو کہاں ہے میرا شوہر ـ کدھر ہے وہ ـ کدھر ہے میرا عظیم ـ؟" زُونی اُس کی بدلتی حالت دیکھ کر اپنے شوہر کے بارے میں دریافت کرنے لگی۔

"کون ہو تم ـــ ؟" ترانہ نے زُونی کی طرف دیکھ کر پوچھا۔

"میں ـ میں ـــ" زُونی یہ غیر متوقع سوال سُن کر بوکھلا گئی۔

"میں کہاں ہوں ـ کہاں ہوں میں ـــ" ترانہ اپنی جگہ سے اُٹھ کر چاروں طرف حیرت بھری نظروں سے دیکھنے لگی۔

طوفان تھم چکا تھا۔ مفلوج ذہن دوبارہ کام کرنے لگا ـ ترانہ پھر ماضی کی دُنیا میں پہنچ گئی۔

"میں عظیم کی بیوی ہوں ـ میں آپ سے اُنہی کے بارے میں پوچھنا چاہتی ہوں۔" زُونی نے اُسے کہا۔

Dr. Khwaja Farooq Renzu Shah Collection, Srinagar

CC-0. In Public Domain. Digitization by eGangotri

"عظیم کی شادی ہوگئی۔ کیا کہہ رہی ہو تم۔ عظیم مجھے کبھی دھوکہ نہیں دے سکتا۔" ترانہ واپس ماضی کی دُنیا میں آکر لوٹنے لگی۔

"مالکن۔ کیسی باتیں کر رہی ہیں آپ تو عالی شاہ کی بیگم ہیں اور یہ آپ کے ساتھ آپ کا بیٹا سلمہ شاہ بھی ہے۔" تانگہ بھان اُس سے کہنے لگا۔

"عالی شاہ کے ساتھ میری شادی۔ یہ لڑکا میرا بیٹا۔ کیا کہہ رہے ہو تم۔ تمہارا دماغ خراب ہو گیا ہے۔" ترانہ تانگہ بھان کو ڈانٹنے لگی۔

"مالکن کی یادداشت واپس آنے لگی ہے۔" تانگہ بھان نے ترانہ کی باتیں سُن کر زونی سے کہا۔

"بہن اگر آپ کی یادداشت واپس آئی ہے تو مجھے بتاؤ اُس رات آپ عظیم کو لے کر کہاں گئی تھیں اور وہ اِس وقت کہاں ہے۔؟" زونی دوبارہ اپنا سوال دُہرانے لگی۔

"عظیم۔ ہاں۔ میں بھی کہتی ہوں کہ عظیم کہاں ہے۔ مجھے اُس کے پاس لے جاؤ ورنہ میرا مکار باپ میری عزت کو نیلام کر دے گا۔ صرف عظیم مجھے اُن وحشیوں سے بچا سکتا ہے۔" ترانہ پھوٹ پھوٹ کر رونے لگی۔

"مالکن۔ عالی شاہ آپ کا باپ نہیں آپ کا شوہر ہے۔ آپ کی شادی اُس کے ساتھ ہو چکی ہے۔" تانگہ بھان نے ترانہ کو احترام اور ہمدردی سے سمجھاتے ہوئے کہا۔

نہیں۔ یہ غلط ہے۔ جھوٹ ہے یہ سب کچھ۔ میں یہ کبھی مان نہیں سکتی۔" ترانہ دوبارہ غصے میں آگئی۔

"مالکن آپ اپنی یادداشت کھو چکی تھی اور اسی دوران یہ سب کچھ ہو گیا۔" تانگہ بھان ترانہ کو ساری کہانی سُنانے لگا۔

Dr. Khwaja Farooq Renzu Shah Collection, Srinagar

CC-0. In Public Domain. Digitization by eGangotri

۲۲ بائیسواں باب

سورج کی شعاعیں زبرون کی چوٹی سے ٹکرا کر چاروں طرف بکھر رہی تھیں نشاط، شالیمار اور چشمہ شاہی کے باغات پھولوں سے لہلہا رہے تھے۔ جھیل ڈل کی لہریں بہار کی آمد پر انگڑائیاں لے رہی تھیں۔ پرندے چاروں طرف خوشیوں اور مستیوں کا ساز بکھیر رہے تھے۔ بہار کا موسم وادی کے چپے چپے کو دلہن کی طرح سجاتا اور سنوارتا تھا۔ ندیاں اور آبشار مستی میں جھوم کر اس وادی گلپوش کی عظمت کے ترانے الاپ رہے تھے اور دُور دُور تک پھیلے ہوئے سبزہ زاروں کی خاموشی میں ہزاروں راز چھپے ہوئے تھے یہ وادی قدرت کے حسن کا ایک جیتا جاگتا نمونہ ہونے کے باوجود غیروں کی ملکیت بن چکی تھی۔ یہاں کی خوبصورتی پر یہاں کے لوگوں کا کوئی حق نہ تھا بلکہ یہ صرف اُن بے غیرت چاپلوس اور مکار حاکموں کے لئے وقف تھی جنہوں نے شریف سیدھے سادھے لوگوں کو اپنی شاطرانہ چالوں سے محکوم بنایا تھا۔ یہاں کے لوگ اُن کے غلام تھے۔ اُن کی خونخوار نگاہیں سب کو تکتی رہتی تھیں جب اس حسین وادی کا کوئی غلام نظریں اُٹھا کر اپنی سرزمین کے حسن کو دیکھنے کی کوشش کرتا تو وہ اُس کی آنکھیں پھوڑ دیتے تھے۔ کسی غلام کی زبان اگر اپنی وادی کی تعریف کرنے لگتی تھی تو اُس کی زبان کاٹ دی جاتی تھی۔ بربریت اور ظلم کا طوق انہوں نے ہر فرد کی گردن میں ڈالا تھا۔ خوف اور ڈر کی زنجیروں میں یہاں کے لوگ بندھے تھے۔ کوئی مہاراجہ کے خلاف آواز اُٹھانے کی جرأت کبھی نہیں کرتا تھا۔ کوئی آزادی کی بات نہیں کرتا تھا۔ شہید اپنے خون سے اس وادی کے چہرے کو لال کرتے تھے۔ چند لمحوں کے لئے جھیل کی سطح پر پانی کے بلبلے اُبھرتے لیکن پھر وہی خاموشی چھا جاتی تھی اس طرح صدیوں سے آزادی کے پھولوں کو کھلنے سے پہلے مسلا گیا۔ آزادی کے احساس کو کچلا گیا۔ وادی کی

Dr. Khwaja Farooq Renzu Shah Collection, Srinagar

CC-0. In Public Domain. Digitization by eGangotri

خوبصورتی کا اندازہ لگانے والی آنکھیں اندھی ہو چکی تھیں اور اس خوبصورتی کو غیروں سے محفوظ رکھنے والے ہاتھ ڈر اور خوف کی زنجیروں میں بندھے ہوئے تھے۔

یہاں عزت کا مقام صرف غداروں کے لئے تھا معصوم اور بے گناہ لوگوں کو شہید کروا کر یہ غدار رہنما بن جاتے تھے۔ یہاں کی خوبصورتی سے دل بہلانے کی اجازت بھی صرف انہی غداروں کو تھی۔ حاکموں کو خوش کرنے کے لئے یہ بے غیرتی کی حدیں پار کرتے تھے۔ بے گناہ لوگوں کے سروں کو کاٹ کر ان کی قیمت چکاتے تھے۔ صدیوں سے وادی میں ایسا ہی ہوا مجاہد اور جانباز گمنامی کی موت مرے انہوں نے اپنی خوشی سے اپنا خون اپنی مقدس وادی کی زمین کی آزادی کے لئے نچھاور کیا اور غداروں نے اس خون سے لت پت مٹی کو حاکموں کے ہاتھوں بیچ دیا۔ بے غیرت ذلیل غدار اس طرح عزت والے لوگوں میں شامل ہوئے۔ یہی مثال عالی شاہ کی تھی۔ ایک رکھیل کا بیٹا یہاں کے عوام کا رہنما بن کر مہاراجہ کا مشیر بن گیا شاہی خادم کا نام تبدیل کروا کر اپنا نام عالی شاہ رکھوایا۔ اس عزت کے مقام کو حاصل کرنے کے لئے اس نے ہزاروں لوگوں کا خون بہایا اور پھر ایک سازش کے تحت ایک مجاہد جانباز اور وادی کے لوگوں کے ہمدرد عظیم کو گمنامی کی حالت میں بے دردی سے اپنے ہاتھوں قتل کر دیا یہ راز صرف مہاراجہ اور عالی شاہ تک محدود رہا۔ عالی شاہ کی چال کامیاب رہی اس کے خاندان سے وابستہ ایک گمنام شخص سیرو ستارے کی طرح چمکنے لگا۔

جب عالی شاہ کے گھر میں بیٹا پیدا ہوا تو عالی شاہ نے اس کا نام سلہ شاہ رکھا۔ عالی شاہ کو بار بار اپنے نام سے منسوب خادم ہونے کا لفظ اندر ہی اندر ستا رہا تھا اگرچہ اسے اب خادم کہنے کی جرات کوئی نہیں کرتا تھا لیکن اس کے باوجود عالی شاہ کو اپنے ماضی کا نام بالکل اچھی طرح یاد تھا۔ اس احساس کے تحت اس نے اپنے بیٹے کا نام سلہ شاہ رکھا۔ اسے یقین تھا کہ مہاراجہ کی عطا کی ہوئی جاگیر کے سہارے اس کا بیٹا ایک دن واقعی سلطان بن جائے گا۔ عالی شاہ اب بوڑھا ہو چکا تھا لیکن اب وہ اپنے بیٹے سلہ شاہ کے نام سے زندہ رہ کر اس وادی کے معصوم لوگوں پر اپنی حکومت جاری رکھنا چاہتا تھا سلہ شاہ ابھی صرف چار سال کا تھا کہ اس نے سیرو کی بیٹی سے اس کا رشتہ جوڑ دیا۔

عالی شاہ نے زبرون کی چوٹی پر سیرو کے لئے ایک محل بنایا۔ اسے یقین تھا کہ ایک دن ضرور آئے گا جب اس کا بیٹا سلہ شاہ بھی اس محل پر حکومت کرے گا۔

آج بہار کی آمد کے ساتھ ساتھ عالی شاہ اپنے خوابوں کے مرکز کو دیکھنے گیا تھا۔ زبرون کی چوٹی سے سورج کی شعاعیں ٹکرا کر ساری فضا کو سنہری تاروں سے پرو رہی تھی۔ پرندوں نے اپنی رسیلی آواز

Dr. Khwaja Farooq Renzu Shah Collection, Srinagar

CC-0. In Public Domain. Digitization by eGangotri

میں پُرسوز گیت چھیڑ دئیے تھے اور پھول چاروں طرف لہرا رہے تھے۔ عالی شاہ بڑھاپے کی وجہ سے ہانپ رہا تھا۔ وہ شاہ محل کی سنگ بنیاد پر بیٹھ کر زور زور سے سانس لے کر اپنا دم سنبھالنے لگا۔ وہ بہت دیر اسی طرح بیٹھا اپنے بیٹے سلہ شاہ کی زندگی کے خوبصورت خواب دیکھنے لگا۔ آج اُس نے سلہ شاہ کو اپنی ماں ترانہ کے ساتھ گھومنے کے لئے بھیج دیا تھا ورنہ وہ جب بھی اس جگہ کو دیکھنے آتا تھا سلہ شاہ اُس کے ساتھ ہوتا تھا۔

عالی شاہ اپنی سوچ اور خوابوں میں کھویا ہوا تھا کہ اچانک گھوڑے کے ٹاپوں کی آواز سن کر وہ چونک پڑا۔ اُس نے نیچے جھیل ڈل کے کنارے پر بنی سڑک پر نظر ڈالی ایک ٹانگہ سرپٹ دوڑتا ہوا اُس کی جاگیر کی جانب آرہا تھا۔ اُس نے ٹانگہ کو غور سے دیکھا یہ اُس کا اپنا ٹانگہ تھا اور ٹانگہ پر اُس کی بیوی ترانہ اُس کا بیٹا سلہ شاہ اور کوئی دوسری عورت اور ایک چھوٹا بچہ بیٹھے ہوئے تھے۔

ٹانگہ اُس کی جاگیر کے قریب رکا۔ ترانہ فوراً ٹانگے سے اُتری اور عالی شاہ کی طرف بڑھنے لگی۔ اُس کے ساتھ دوسری عورت نوتی دونوں بچوں کو سنبھالے ہوئے ٹانگے سے نیچے اُتری اور ترانہ کے ساتھ ساتھ چلنے لگی۔ ٹانگہ بھان نے فوراً آگے بڑھ کر سلہ شاہ کو سنبھال کر اپنی گود میں اُٹھایا اور وہ بھی عالی شاہ کی طرف آنے لگا۔

عالی شاہ نے خطرے کو سونگھ لیا۔ اُس نے شادی کے بعد پہلی دفعہ ترانہ کو اس طرح پھرتی سے چلتے ہوئے دیکھا ورنہ وہ ایک زندہ لاش کی مانند قدم اُٹھایا کرتی تھی اُس کے ساتھ جو دوسری عورت تھی اُس کو عالی شاہ پہچان نہ سکا۔ ابھی وہ سب دور ہی تھے کہ عالی شاہ نے چند سپاہیوں اور ملازموں کو اپنے پاس بلا لیا۔

"تم سب لوگ ان جھاڑیوں میں چھپ جاؤ۔ جب میں تمہیں مدد کے لئے بلاؤں گا۔ تم فوراً ان جھاڑیوں سے نکل کر میری مدد کرنا۔" عالی شاہ نے انہیں حکم دیا۔

وہ سب جھاڑیوں میں چھپ گئے اور عالی شاہ اپنی حفاظت سے مطمئن ہو کر ترانہ وغیرہ کا انتظار کرنے لگا۔ چند لمحوں میں وہ سب عالی شاہ کے قریب پہنچے۔ شاہی خادم — ترانہ اُس کے قریب پہنچ کر غصے سے چلائی۔

عالی شاہ کی آنکھیں حیرانی اور غصے سے باہر نکل آئیں۔ وہ سمجھ گیا کہ ترانہ کا مفلوج دماغ دوبارہ کام کرنے لگا ہے اور اس کی ساری یادداشت واپس آگئی ہے۔

"ترانہ عزت سے میرا نام لو میں تمہارا شوہر ہوں۔" بوڑھے عالی شاہ نے ترانہ سے کہا۔

"ذلیل کتے۔ تم ایک وحشی درندے ہو۔ ایک بے غیرت آدمی۔ میں تو تمہاری بیٹی تھی۔ تمہیں پتا باپ سمجھتی

Dr. Khwaja Farooq Renzu Shah Collection, Srinagar

CC-0. In Public Domain. Digitization by eGangotri

تھی اور تم نے اپنی بیٹی کے ساتھ وہ سلوک کیا کہ شرم کو بھی تم سے شرم آئی ہوگی۔ تم نے مجھے زندہ درگور کردیا۔ اپنی مکاری اور بے غیرتی کے دلدل میں گِر کر تم نے مجھے ایک عیارانہ اور مکارانہ سازش کے تحت میری عزت کو تار تار کروایا۔ تمہاری مکاری اور بے غیرتی کی انتہا دیکھ کر اور اپنے آپ کو مجبور سمجھ کر میرا دماغ مفلوج ہوگیا۔ تم نے شرم سے اپنا منہ نوچنے کے بدلے میرے مفلوج دماغ کا فائدہ اٹھایا۔ تم نے نہ صرف میرے ساتھ شادی کر کے اپنا منہ کالا کیا بلکہ میرے ہاتھوں گندے اور نیچ کام کرائے۔ میں اب جان چکی ہوں کہ تم نے کس طرح میری حالت کا ناجائز فائدہ اٹھایا۔ تم نے اس قوم کے جانباز مجاہد عظیم کو گرفتار کرنے کے لئے مجھے استعمال کیا۔ اب لو۔ کہاں رکھا ہے تم نے عظیم کو۔۔؟" ترانہ غصّے اور جذبات سے بھرے لہجے میں عالی شاہ سے کہنے لگی۔

"اوہ۔۔ تو تمہارے ہوش واپس آئے ہیں۔۔" عالی شاہ نے طنزیہ انداز میں مسکراتے ہوئے پوچھا۔

"ہاں میرے ہوش واپس آئے ہیں لیکن اب تمہاری باری ہے۔ اگر اب بھی تمہارے اندر ضمیر نام کی کوئی شے جاگ جاتی ہے تو تم زمین میں فوراً زندہ دفن ہونا پسند کرلوگے۔" ترانہ نے جواب دیا۔

"تم مجھ سے کیا کہنے آئی ہو۔۔؟" عالی شاہ نے اطمینان سے پوچھا۔

تمہارے منہ پر تھوکنے آئی ہوں کہ تم نے میری حالت کا ناجائز فائدہ اٹھاکر جو رشتہ میرے ساتھ جوڑ دیا ہے۔ میں اُسے منظور نہیں کرتی، میں نے اس حالت میں ایک حرام کی اولاد کو جنم دیا اس کا گناہ بھی تمہارے سر چڑھاتی ہوں اور میں تم سے عظیم کے بارے میں پوچھنے آئی ہوں۔۔" ترانہ نے عالی شاہ سے کہا۔

"یہ عورت کون ہے تمہارے ساتھ۔۔؟" عالی شاہ نے پوچھا۔

"یہ عورت بھی تمہاری مکاری اور تمہارے ظلم کی شکار ہے۔ تم نے میرے ذریعہ اُس کے شوہر عظیم کو سہاگ رات کے دن گھر سے غائب کرایا۔ کہاں رکھا ہے تم نے عظیم کو۔" ترانہ نے عالی شاہ سے پوچھا۔

"اوہ۔ تو یہ عظیم کی بیوی ہے اور اس کی گود میں شاید عظیم کا بیٹا ہے۔" عالی شاہ نے ترانہ سے کہا۔

"ہاں میں اُس مجاہد کی بیوی ہوں جس کو تم جیسے منحوس اور بے غیرت آدمی نے ایک سازش کے تحت میری شادی کی رات گھر سے نکلوایا۔ بولو کہاں رکھا تم نے میرے شوہر کو۔ مجھے اُس کا پتہ بتاؤ۔" زونی بھی غصّہ سے چلّانے لگی۔

وہ دونوں عورتیں عالی شاہ کے سامنے غصّہ سے چلّا رہی تھیں اور عالی شاہ اطمینان سے اُن کی باتیں سن رہا تھا۔ اُسے اپنی حفاظت کا پورا اطمینان تھا۔

"کمینے تم جواب کیوں نہیں دیتے۔ بولو کیا رشتہ ہے تمہارا اور میرا۔ بتاؤ تم نے عظیم کو کہاں رکھا ہے۔"

Dr. Khwaja Farooq Renzu Shah Collection, Srinagar

CC-0. In Public Domain. Digitization by eGangotri

— ترانہ نے اپنے ہاتھ میں ایک بڑا پتھر اُٹھا کر غصّے سے عالی شاہ کے ماتھے پر مارا۔

"آہ — !" عالی شاہ درد سے کراہ اُٹھا۔ اُس نے ہاتھ سے اپنے ماتھے کو ٹٹولا وہاں سے خون بہہ رہا تھا۔

"خون — خون — خون — بچاؤ — مجھے بچاؤ —" عالی شاہ خوف اور ڈر سے چلانے لگا جھاڑیوں سے فوراً اُس کے سپاہی اور نوکر باہر آئے۔

"پکڑ دو — ان دونوں عورتوں کو اور سامنے درخت سے باندھ دو۔" عالی شاہ نے حکم دیا۔

سپاہی رسیاں ہاتھ میں لے کر اُن کی طرف بڑھے ان دونوں نے اپنے آپ کو سپاہیوں کے چنگل سے چھڑانے کی کوششیں کیں لیکن بہت سارے سپاہیوں کے آگے اُن کی نسوانی مزاحمت کسی کام نہ آسکی۔ دونوں کو موٹے چنار کے درخت کے ساتھ باندھ دیا گیا۔

بوڑھا تانگہ بھان سلہ شاہ کو گود میں لئے خاموشی سے کھڑا تھا۔ اُس کی ہمدردیاں اُن دونوں عورتوں کے ساتھ تھیں لیکن وہ کچھ کرنے سے قاصر تھا۔ عالی شاہ نے اپنا زخم خود صاف کیا۔ جب خون بہنا رُک گیا اور اُسے کچھ اطمینان ہوا تو اُس کی نظر بوڑھے تانگے بھان پر پڑی۔

"تم یہاں کھڑے کیا کر رہے ہو —؟ ان عورتوں اور بچوں کو تم یہاں میری اجازت کے بغیر کیوں لے آئے —؟" عالی شاہ اُس پر دھاڑا۔

"مالک — یہ عورت دستگیر صاحبؒ کے آستانہ کے قریب ملی اور دوڑتی ہوئی تانگے کے پیچھے چلی آئی۔ دیوانی ہو کر اپنے شوہر کو ڈھونڈ رہی تھی حضور اُس کے کہنے پر ہم اس کے گھر چلے گئے اور وہاں مالکن کی حالت اچانک بدل گئی۔ اُس کی یادداشت واپس آئی۔" تانگہ بھان نے عالی شاہ سے کہا۔

"چپ بوڑھے۔ پاگل۔ تم اب اپنی حد سے زیادہ بڑھ گئے۔ تم کو کس نے کہا کہ ہمارے گھریلو معاملوں میں دخل دو۔ پاگل ہونے کو یادداشت واپس آنا کہتے ہو۔" عالی شاہ نے تانگے بھان سے کہا۔

"حضور۔ اس نے مجھے فوراً آپ کے پاس پہنچانے کا حکم دیا۔ حضور میں حکم کا غلام ہوں۔ میں انہیں یہاں لے آیا —" تانگہ بھان نے کہا۔

"چپ۔ زیادہ بکواس مت کرو۔ اس بچے کو اُٹھا کر سیرو کے گھر لے جاؤ۔ عظیم کا بیٹا ساری عمر سیرو کی غلامی کرے گا —" عالی شاہ نے عظیم کے بیٹے ستار کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا۔

"نہیں۔ میرے بیٹے کو ہاتھ نہ لگانا۔" زونی زور سے چلائی۔

بوڑھا تانگہ بھان زونی کی آواز سن کر کچھ دیر کے لئے رُک گیا۔

Dr. Khwaja Farooq Renzu Shah Collection, Srinagar

CC-0. In Public Domain. Digitization by eGangotri

"جاؤ۔ ورنہ میں ان سپاہیوں کے ذریعہ تمہاری کھال کھنچوالوں گا۔" عالی شاہ غرایا۔

بوڑھے تانگہ بھان نے ستار کو گود میں اٹھایا اور تانگہ کی جانب جانے لگا۔

"رک جاؤ بابا۔ میرے بچے کو مت لے جاؤ۔" زونی بھرائی آواز میں کہنے لگی۔

بوڑھے تانگے بھان کی ٹانگیں پھر رک گئیں۔

"سپاہی۔" عالی شاہ نے ایک سپاہی کو بلایا۔

"حضور۔" سپاہی نے ادب سے کہا۔

"یہ بوڑھا تانگہ بھان اب سٹھیا گیا ہے۔ تم اس بچے کو سیرو کے گھر لے جاؤ۔ اس کو کہدو کہ عالی شاہ نے تحفے میں گھر کے لئے غلام بھیجا ہے۔ خود ہی پل کر خدمت کرے گا۔" عالی شاہ نے کہا۔

"ٹھیک ہے جناب۔" سپاہی نے کہا۔

"اس بوڑھے تانگہ بھان کو تانگے کے پیچھے باندھ کر گھسیٹتے ہوئے لے جاؤ تاکہ یہ راستے میں ہی مر جائے۔" عالی شاہ نے حکم دیا۔

دو سپاہی آگے بڑھے اور بوڑھے تانگے بھان کو گریبان سے پکڑ کر تانگے کی جانب کھینچتے ہوئے لے گئے۔ ستار کو عالی شاہ کی ہدایت کے مطابق تانگے میں بٹھایا گیا اور تانگہ سرپٹ دوڑنے لگا۔ تانگے کے پیچھے سے تانگہ بھان بندھا ہوا تھا۔

درخت سے بندھی دونوں عورتیں دیکھ رہی تھیں کہ تانگہ اپنے ساتھ بوڑھے تانگے بھان کو گھسیٹے لے جا رہا تھا۔ یہ ایک دل ہلا دینے والا منظر تھا۔ دونوں عورتیں اس منظر کو دیکھ کر پھوٹ پھوٹ کر رونے لگیں۔

جب تانگہ نظروں سے اوجھل ہو گیا تو عالی شاہ ان عورتوں کے قریب آکر کہنے لگا۔

"تو تم مجھ سے عظیم کے بارے میں پوچھنے آئی ہو؟" عالی شاہ نے سوال کیا۔

"ہاں تم نے کہاں رکھا ہے اس کو۔؟" دونوں نے یک زبان ہو کر پوچھا۔

"تو سنو۔ میں نے اپنے ہاتھوں سے اس باغی کو قتل کیا۔ اس کے جسم کے ٹکڑے ٹکڑے کر دیئے بڑا سخت جان تھا۔ بڑی کشمکش کے بعد اس نے جان دی۔" عالی شاہ نے کہا۔

"نہیں۔" دونوں عورتیں چیخ اٹھیں۔

عالی شاہ کی زبان سے پانچ سال کے بعد اپنے شوہر کے شہید کئے جانے کی خبر سن کر زونی پر جیسی ساری کائنات ٹوٹ کر گر پڑی۔ وہ اتنی زور سے چلائی کہ کچھ لمحوں کے لئے عالی شاہ بھی ڈر گیا۔ اور یہ دلخراش چیخ مار کر اس کے دل کی دھڑکنیں غیر معمولی رفتار سے بڑھ گئیں چونکہ اس کا جسم رسیوں سے

Dr. Khwaja Farooq Renzu Shah Collection, Srinagar

CC-0. In Public Domain. Digitization by eGangotri

بندھا ہوا تھا اس لئے بے ہوشی کے عالم میں صرف اُس کی گردن ایک طرف لڑھک گئی۔

عظیم کی موت کی خبر سن کر ترانہ کے وجود سے بھی ایک دلخراش چیخ اُبھری۔

شاہی خادم میں حیران ہوں کہ یہ زمین تمہارے گناہوں کا بوجھ کیسے سنبھال رہی ہے۔ مجھے یقین ہے کہ جہنم کی آگ بھی تم سے لپٹنا اپنے لئے باعث شرم محسوس کرے گی۔ تم نے ہزاروں لوگوں کا خون کیا۔ اپنی بیوی کے ساتھ ناانصافی کی۔ ایک ایسی لڑکی کو جو تمہیں اپنا باپ سمجھتی تھی کو اپنی ہوس کا شکار بنایا۔ عظیم جیسے مجاہد کو شہید کردیا۔ ہر طرف معصوم اور بے گناہ لوگوں پر ظلم کرتے پھر رہے۔ آخر تمہیں یہ سب کرنے سے کیا مل رہا ہے۔ تمہاری عمر گذر چکی ہے۔ قبر مُنہ کھولے تمہارا انتظار کر رہی ہے اور جہنم کے سائے تمہارے گرد رقصاں ہیں۔ پھر یہ سب کچھ تم کیوں کر رہے ہو کس لئے کر رہے ہو۔ کیا تمہیں اپنے گناہوں کا احساس نہیں ہو رہا ہے۔" ترانہ نے عالی شاہ سے کہا۔

"ترانہ۔ تمہیں تو میری تہمت میرے مقام اور میری جاگیر دیکھ کر اپنے آپ پر فخر کرنا چاہیئے تھا کہ میں نے تمہیں اپنی بیوی کا درجہ دیا اور میری ساری دولت پر تمہارا بھی حصّہ ہے۔ میرے بعد تم اور تمہارا بیٹا سلہ شاہ میری جائیداد کے مالک بن کر ساری عمر عیش کروگے۔ صرف اس دولت کی خاطر مجھے مہاراجہ کو خوش رکھنا پڑا اور اُس کی خوشی حاصل کرنے کے لئے میرے لئے ہر کام جائز ہے۔ ترانہ پہلے تمہارا دماغ مفلوج تھا تم کوئی بات سمجھ نہیں سکتی تھی۔ اب وقت ہے کہ تم سب کچھ سمجھ لو۔ مجھے اپنا شوہر تسلیم کر کے ساری زندگی آرام سے گذارو۔" عالی شاہ نے ترانہ کو سمجھانے کی کوشش کی۔

"میں تم جیسے ذلیل، مکّار اور شیطان سیرت آدمی کی بیوی بننا کبھی قبول نہیں کرسکتی۔ یہ کیسے ممکن ہے کہ میں جس بوڑھے شخص کو اپنا باپ سمجھتی تھی آج اس کو کسی دوسرے رشتے سے دیکھوں۔ تمہارے کارنامے تمہارے گناہوں کی دلیل ہیں اور میں اب ہمیشہ تم سے نفرت کرتی رہوں گی۔" ترانہ نے حقارت بھرے لہجے میں کہا۔

"ترانہ سنبھل جاؤ۔ ورنہ تمہارا وہی انجام ہوگا جو تمہارے اصلی ماں باپ کا ہوا تھا۔" عالی شاہ نے اُسے دھمکی دی۔

"کون تھے میرے ماں باپ انہوں نے مجھے تم جیسے ذلیل آدمی کے حوالے کیسے کیا؟" ترانہ نے عالی شاہ سے پوچھا۔

تم ایک بدقسمت لوہار کی بیٹی ہو جو انتہائی غریب آدمی تھا وہ نہ خود کا اور نہ اپنے بیوی بچّوں کا پیٹ بھرنے کے قابل تھا۔ مہاراجہ کے جنم دن کے موقعہ پر جب سارے شہر کے باشندوں کو چراغاں کرنے کا حکم دیا گیا، تمہارا مفلس باپ اپنی جھونپڑی میں ایک چراغ بھی جلا نہ سکا۔ میں نے چراغ نہ جلانے اور

Dr. Khwaja Farooq Renzu Shah Collection, Srinagar

CC-0. In Public Domain. Digitization by eGangotri

مہاراجہ کے جنم کی خوشیاں نہ منانے کے جرم میں اُسے اور تمہاری اصل ماں کو اتنا مارا کہ وہ دونوں موقعہ پر ہی دم توڑ گئے۔ تم اس وقت تین سال کی چھوٹی بچی تھی اور میں نے تم پر رحم کھا کر تمہیں اپنے گھر لایا۔ غربت کی دُنیا سے نکال کر عیش و آسائش کی جنت میں رکھا۔ پہلے تمہیں پور اپیٹ دُودھ بھی نہیں ملتا تھا لیکن میرے گھر میں تمہیں زندگی کی ہر سہولت اور راحت میسر ہوئی۔ اِس طرح تم ناز و نعم میں پل کر جوان ہو گئی۔ تمہاری جوانی، تمہاری خوبصورتی صرف میری وجہ سے تھی اور اس پر صرف میرا حق تھا۔ جب میں نے دیکھا کہ تمہارے قدم بھٹکنے لگے اور تمہارا اصلی خون رنگ لانے لگا۔ میں نے فوراً تم سے شادی کرنے کا فیصلہ کیا۔ مہاراجہ نے جو کچھ تمہارے ساتھ کیا میں اُس کے لئے ذمہ دار نہیں ہوں کیونکہ تم نے خود غلطی کی تھی۔ میں نے تمہارے ساتھ شادی کر کے اپنی تمنا پوری کی۔ اب جب کہ تمہیں ہوش آیا ہے۔ تمہارے لئے مناسب وقت ہے کہ اچھی طرح سوچ سمجھ کر کوئی فیصلہ کر لو۔ اگر زندگی کا آرام چاہتی تو میری خدمت کرنا سیکھ لو ورنہ اپنے والدین کا انجام یاد رکھو۔" عالی شاہ نے اُسے ساری کہانی سُنائی۔

"اُوہ۔ تو تم میرے غریب ماں باپ کے بھی قاتل ہو۔ میں تمہیں کبھی معاف نہیں کر سکتی۔ شاہی خادم کبھی نہیں۔ یہ قوم تمہیں کبھی معاف نہیں کرے گی۔ خدا تمہیں کبھی معاف نہیں کرے گی۔ خدا تمہیں کبھی معاف نہیں کرے گا۔ تمہارا انجام عبرتناک ہوگا۔" ترانہ نے نفرت سے بھرپور لہجے میں کہا۔

"یہ قوم۔ ہا۔ ہا۔ ہا۔ یہ بھی کوئی قوم ہے۔ یاد رکھنا یہی قوم میری آنے والی نسلوں کی محکوم رہے گی۔ میرا بھائی سیرو اور میرا بیٹا سُلہ شاہ اس قوم کے رہنما بنیں گے۔" عالی شاہ نے ایک ارادے کے ساتھ کہا۔

"سُلہ شاہ ایک حرام کی اولاد ہے۔ اس کی رگوں میں مہاراجہ کا گندہ خون موجود ہے۔ تم نے مجھے ایک ایسا صدمہ پہنچایا کہ میرا دماغ مفلوج ہو گیا لیکن اب میری سمجھ میں آرہا ہے کہ میرے ساتھ کیا ہوا۔" ـــــ ترانہ نے نفرت سے کہا۔

چھوٹا سُلہ شاہ عالی شاہ کے پاس کھڑا سب کچھ خاموشی سے دیکھ رہا تھا۔

"خاموش۔" عالی شاہ غصے سے سراپا لرزنے لگا۔ ترانہ نے اُس کے کمزور حصّے پر چوٹ ماری۔ وہ سُلہ شاہ کو اپنا بیٹا تصور کر کے اپنے دل کو تسلّی دیتا تھا لیکن ماں نے اُسے دوسرے کا خون قرار دے کر اُسے غصے میں پاگل کر دیا۔ عالی شاہ نے سامنے پڑا ایک موٹا ڈنڈا ہاتھ میں اُٹھا کر ترانہ کو مارنا شروع کیا۔ وہ یہ ڈنڈا ترانہ کے سر اور جسم کے نازک حصّوں پر بے تحاشا برسانے لگا۔ ترانہ درد سے چلّانے لگی۔ اُس کا سر لہو لہان ہو گیا۔ وہ چیخ رہی تھی۔

"شاہی خادم خدا تمہیں کبھی معاف نہیں کرے گا۔ تمہیں عبرتناک سزا ملے گی۔" ترانہ کہہ رہی تھی۔

Dr. Khwaja Farooq Renzu Shah Collection, Srinagar

CC-0. In Public Domain. Digitization by eGangotri

عالی شاہ اُسے مار تا رہا۔ "بولو۔ سلہ شاہ میرا بیٹا ہے۔ بولو۔" عالی شاہ اُسے کہنے لگا۔

"نہیں وہ تمہارا بیٹا نہیں ہے۔" خون میں لت پت ترانہ نے کہا۔

عالی شاہ نے اپنی ساری قوت سمیٹ کر ڈنڈا ہوا میں اچھال کر زور سے ترانہ کے سر پر مارا۔

"آہ۔!" ترانہ کی آخری چیخ فضا میں لہرائی۔ اُس کا سر دو حصّوں میں پھٹ گیا اور وہ ہمیشہ کے لئے خاموش ہو گئی۔

ترانہ کے سر سے خون فوارے کی طرح اُوپر اُچھلنے لگا اُس کے پاس ہی بندھی زُونی کے چہرے پر اُس خون کی چھینٹیں پڑنے لگیں۔ ترانہ کی چیخ سُن کر اور خون کی چھینٹوں سے وہ ہوش میں آنے لگی اُس نے آہستہ آہستہ اپنی آنکھیں کھولیں۔

"اوہ۔ آہ۔" وہ کراہنے لگی۔

اُس نے پوری طرح اپنی آنکھیں کھولیں۔ اُس نے دیکھا کہ اُس کے سامنے عالی شاہ ڈنڈے سے ترانہ کو مار رہا تھا۔ ترانہ کا سر بالکل دو حصّوں میں پھٹ چکا تھا اور ترانہ مر چکی تھی۔

زُونی ایک بار پھر یہ خوفناک اور لرزہ خیز منظر دیکھ کر دہل اُٹھی۔

"خونی درندے۔" زونی نے عالی شاہ سے مخاطب ہو کر نفرت سے بھرپور آواز میں کہا۔

عالی شاہ ترانہ کو مارنے کے بعد بالکل تھک چکا تھا۔ وہ ہانپ رہا تھا۔ اب اُس میں دوبارہ ہاتھ اُٹھانے کی قوت بھی نہ تھی نہ وہ اچھی طرح بات کر سکتا تھا۔

زُونی کہہ رہی تھی۔

"وحشی قاتل۔ تم نے اس معصوم عورت کو قتل کر کے اچھا نہیں کیا۔ اس کی سزا تمہیں ضرور ملے گی۔" زُونی نے کہا۔

عالی شاہ کی آنکھوں میں خون چڑھا ہوا تھا۔ اُس نے اشارے سے دُور کھڑے ایک سپاہی کو بلایا۔

"حضور۔!" سپاہی نے کہا۔

"اِس عورت کو مار ڈالو۔ میں خود تھک چکا ہوں۔" عالی شاہ نے ایک تھکے ہوئے قصائی کی طرح کہا جو انسانوں کو بھی بھیڑ بکریاں سمجھتا ہو۔

"جو حکم حضور۔" سپاہی زُونی کو مارنے کے لئے آگے بڑھا۔

"اس سے پہلے کہ تم میرے خون سے بھی اپنا دامن آلودہ کر لو مجھے بتاؤ کہ میرے بیٹے ستار کو کہاں بھیجا ہے، اُس کے ساتھ کیا سلوک کرو گے۔" زُونی نے عالی شاہ سے مخاطب ہو کر نفرت

Dr. Khwaja Farooq Renzu Shah Collection, Srinagar

CC-0. In Public Domain. Digitization by eGangotri

بھری آواز میں پوچھا۔
وہ ـــ وہ ـــ سار ـــ ساری عمر ـــ سیرو کا خادم بن کر کام کرے گا، عظیم کا بیٹا سیرو کا خادم بن کر ـــ" عالی شاہ نے ہانپتے ہوئے رُک رُک کر کہا۔ وہ اتنا تھک چکا تھا کہ اُس کی زبان ہلنے کا نام بھی نہ لے رہی تھی۔

عالی شاہ کے سپاہی نے فوراً حکم کی تعمیل کی۔ سنگدل سپاہی نے ایک لمبا نوکیلا نیزہ زونی کے معصوم سینے میں گھونپ دیا۔

ایک دردناک چیخ فضا میں لہرائی اور وہ ہمیشہ کے لئے خاموش ہو گئی۔

"کر ـــ دو ـــ اِن ـــ کو ـــ دفن ـ" عالی شاہ کی زبان آہستہ آہستہ ہل رہی تھی۔ سپاہیوں نے ایک گہرا گڑھا کھود کر دونوں عورتوں کی لاشوں کو مٹی کے نیچے دفن کر دیا۔ اپنا کام مکمل کرنے کے بعد وہ عالی شاہ کے پاس آئے۔

عالی شاہ انہیں اشاروں میں کچھ سمجھا رہا تھا، وہ زبان سے کچھ کہنا چاہتا تھا لیکن کوئی بات باہر نہیں آ رہی تھی۔

"کیا بات ہے حضور ـــ" سپاہی اُن کے سامنے مؤدبانہ انداز میں کھڑے ہو کر پوچھنے لگے۔

عالی شاہ حرکت کرنا چاہتا تھا لیکن وہ حرکت نہیں کر سکتا تھا وہ کچھ بولنا چاہتا تھا لیکن بول نہیں سکتا تھا۔ اُس کے جسم کا ایک حصّہ بالکل بے کار ہو چکا تھا۔ اُس کی آنکھوں سے لگاتار آنسو بہہ رہے تھے۔

سپاہی سمجھ گئے کہ عالی شاہ کے جسم کا ایک حصّہ بے کار ہو چکا ہے۔ انہوں نے عالی شاہ کو سہارا دے کر اُٹھایا اور اُسے اُس کی گھوڑا گاڑی تک پہنچایا۔

عالی شاہ اشاروں سے بہت کچھ کہہ رہا تھا۔ اُس کے آنسوؤں اُس کی بے بسی کی داستان سنا رہے تھے لیکن سپاہیوں کی سمجھ میں کچھ نہیں آ رہا تھا۔ انہوں نے اِس اَدھ موئے بوڑھے کو بڑی مشکل کے بعد گاڑی میں بٹھایا اور گاڑی اُس کی کوٹھی کی طرف جانے لگی۔

Dr. Khwaja Farooq Renzu Shah Collection, Srinagar

CC-0. In Public Domain. Digitization by eGangotri

۲۳ تئیسواں باب

وقت تیز رفتار پنچھی کی طرح اُڑ رہا تھا۔ ساری دُنیا میں ایک عجیب ہلچل مچی ہوئی تھی۔ دن گزرنے کے ساتھ ساتھ یہ ہلچل بڑھتی جا رہی تھی۔ انقلاب کا لاوا چاروں طرف گرم تھا۔ ہٹلر مسولینی فرنگی راج اور مختلف مہاراجوں کے خلاف جنگ تیز ہونے لگی۔ انسانیت ہیروشیما اور ناگاساکی میں لاشوں کے ڈھیر کے نیچے سسکنے لگی۔

کہیں قوم پرست اپنے مُلک کی آزادی کے لئے اپنی جانیں قربان کرنے لگے اور کہیں پر غدار رہبر بن کر اپنے ہی قوم کو غلامی کے ایک دَور سے نکال کر دوسرے دَور میں لانے لگے۔

شاہی خادم سُلہ شاہ اب کافی بڑا ہو چکا تھا۔ مہاراجہ کی عطا کی ہوئی جاگیریں اور بیشمار دولت اُس کی ملکیت بن گئی چونکہ عالی شاہ عرف شاہی خادم کا جسم مفلوج ہو چکا تھا۔ اس لئے سُلہ شاہ ہی خاندان کا سربراہ بن گیا تھا۔ جسم بیکار ہونے کے باوجود شاہی خادم کی عمر لمبی ہوتی جا رہی تھی۔ شاید خدا نے دُنیاوی عذاب جھیلنے کے لئے اُس کے جسم میں جان باقی رکھی تھی۔ وہ ایک کمرے میں پڑا اپنی پھٹی پھٹی وحشت بھری آنکھوں سے سب کی طرف دیکھتا رہتا۔ ایک ہی جگہ بیٹھ کر اُس کے جسم میں کیڑے نمودار ہو گئے اور وہ کیڑے اُس کے جسم کو نوچ نوچ کر کھانے لگے۔ اُس کے کمرے میں چاروں طرف اُس کے جسم کو ناپاک بُو پھیلی ہوئی تھی۔

پہلے پہل اُس کے ملازم اور مہاراجہ کے سپاہی اُسے باہر تازہ ہوا میں گھمانے لے جایا کرتے تھے لیکن جوں جوں وقت گزرتا گیا اُس کی جانب دوسروں کا دھیان کم ہونے لگا۔ بہت دفعہ ملازموں

Dr. Khwaja Farooq Renzu Shah Collection, Srinagar

CC-0. In Public Domain. Digitization by eGangotri

نے عالی شاہ کو مردہ سمجھ کر دفن کرنا چاہا لیکن وہ آخری وقت اپنی آنکھیں کھول کر زندہ ہونے کا اعلان کر رہا تھا۔

"کب مر جائے گا یہ بوڑھا" سُلہ شاہ کبھی کبھی غصے میں ملازموں سے کہتا تھا۔

عالی شاہ اسی طرح کمرے میں پڑا آنسو بہایا کرتا تھا جب اُس کے جسم کے کیڑے اُسے نوچنے لگتے تھے تو وہ درد سے کراہنا چاہتا تھا لیکن اُس کے مُنہ کی آواز باہر نہیں آ رہی تھی۔ اُس کی چیخیں آہیں اور کراہیں خاموشی سے آنسوؤں میں ڈھل کر اُس کی آنکھوں سے بہہ رہی تھیں۔ کبھی کبھی عالی شاہ کا بیٹا سُلہ شاہ اُس کے کمرے میں داخل ہو کر اُس کی طرف نفرت بھری نگاہوں سے دیکھتا تھا اور عالی شاہ آنسو بہا کر رحم کی بھیک مانگتا تھا۔ اُس کے آنسو بیٹے کی ہمدردیاں حاصل کرنا چاہتے تھے لیکن سُلہ شاہ نے کبھی ان آنسوؤں کو سمجھنے کی کوشش نہ کی۔

ایک دن اچانک عالی شاہ کی سانس بھی بند ہو گئی۔ سُلہ شاہ نے موقع کی نزاکت دیکھ کر اور اپنے باپ کے مرنے کا صحیح ڈھنگ سے استعمال کرنے کے لئے سارے شہر میں ایک اعلان کروایا۔

"آزادی کا مجاہد عالی شاہ جس نے قوم کی آزادی کے لئے عظیم الشان قربانیاں دیں، انتقال کر گیا۔" وادی کے کونے کونے میں یہ اعلان کیا گیا۔

ایک لمبی علالت کے بعد عالی شاہ کو لوگ بھول گئے تھے۔ اُس کے گناہوں کے قصے اور سفاکی کی داستانیں کسی کو یاد تک نہ تھی۔ اُس کے مرنے کے دن جب یہ اعلان ہوا کہ عالی شاہ نے مہاراجہ کی حکومت کے خلاف آزادی کی لڑائی لڑی تھی تو معصوم اور سادہ لوح لوگوں کے دلوں میں رحم کا جذبہ اُمنڈ آیا۔ لوگ جوق در جوق عالی شاہ کا ماتم منانے کے لئے بازاروں میں جمع ہو گئے۔ اپنے سینے پیٹنے لگے اور منہ نوچنے لگے۔

'عالی شاہ زندہ باد—!'

"آزادی کا مجاہد — عالی شاہ — وادی کے کونے کونے میں یہ نعرے گونجنے لگے۔"

عالی شاہ کا بھائی سیرو اور اُس کا بیٹا سُلہ شاہ ماتمی لباس پہنے لوگوں کے جم غفیر سے مخاطب ہو کر عالی شاہ کی بڑائی اور بہادری کی داستانیں کہنے لگے۔

"عالی شاہ نہ ہوتا تو مہاراجہ بھاگ نہ جاتا بلکہ ہزاروں لاکھوں سال تک اس وادی پر حکومت کرتا رہتا۔ اگر عالی شاہ نہ ہوتا تو ہمارا ملک آزاد نہ ہوتا۔ اگر عالی شاہ نہ ہوتا تو اس وادی کے لوگوں میں اپنا حق مانگنے کا شعور نہیں آتا۔ اگر عالی شاہ نہ ہوتا تو اس وادی کے لوگ ہزاروں اور لاکھوں سال

Dr. Khwaja Farooq Renzu Shah Collection, Srinagar

CC-0. In Public Domain. Digitization by eGangotri

جاہل رہتے۔ ساری دُنیا ترقی کرتی اور عالی شاہ کے بغیر ہم پیچھے رہتے۔ ہم اس وقت آگے بڑھ رہے ہیں ہم تعلیم حاصل کر رہے ہیں اور آئندہ بھی ہماری آنے والی نسلیں ترقی کر لیں گی لیکن اس سب کے لئے ہمیں عالی شاہ کا احسان مند رہنا پڑے گا۔ مجھے یقین ہے کہ ہماری قوم ہمارے خاندان کا احسان ہمیشہ یاد رکھ کر ہمیں عزت کے ساتھ جینے دے گی۔" سیرو اور سلہ شاہ نے لوگوں سے کہا۔

سیرو کی باتیں سن کر سیدھے سادھے لوگ دل ہی دل میں دُعائیں دینے لگے۔

سیرو نے لوگوں کے سامنے تقریر کرتے ہوئے پُرجوش الفاظ میں یہ اعلان بھی کیا کہ وہ اپنی زندگی لوگوں کو عزت و آبرو کا مقام دینے کے لئے وقف رکھیں گے۔

عظیم اور دوسرے ہزاروں شہید گمنام ہو گئے اور اُن کے خون سے دوسرے لوگوں نے اپنے گھروں کو رنگین کر دیا۔ عظیم کے قاتل عالی شاہ کو آزادی کا مجاہد بتایا گیا اور اُس کا بھائی ایک فدی عزت ٹھہری جبکہ عظیم کا بیٹا اپنے باپ کے قاتل کے خاندان کی خدمت میں لگا ہوا تھا۔ اُس معصوم آدمی کو یہ بھی معلوم نہ تھا کہ اُس کے ماں باپ کو کس بے دردی سے مارا گیا۔ عالی شاہ کے مرنے کے بعد جب اُس نے اپنے مالک سیرو کی تقریر سُنی تو وہ دل ہی دل میں خوش ہونے لگا۔

"میں کتنا خوش نصیب ہوں کہ مجھے آزادی کے مجاہد سیرو کی خدمت کرنے کا موقعہ ملا ہے۔ اس وادی کے لوگ کتنے خوش نصیب ہیں کہ سیرو اُن کا رہبر ہے۔ اب یہاں کے لوگوں کو یہی شخص عزت کا مقام دلائے گا ــــ" ستار سوچ رہا تھا۔

ویسے عالی شاہ کے متعلق سوچ کر ستار کبھی کبھی پریشان ہوتا تھا۔ اُس کی سمجھ میں نہیں آرہا تھا کہ عالی شاہ نے کیسے مہاراجہ کے خلاف آزادی کی جنگ لڑی۔ ستار نے عالی شاہ کو ہمیشہ اپنے جسم پر پڑے کیڑوں کے خلاف جنگ لڑتے ہوئے دیکھا۔

"ممکن ہے کہ مہاراجہ نے ہی یہ کیڑے اُس کے جسم پر ڈالے ہوں تاکہ وہ ان کو ہٹانے میں ہمیشہ مصروف رہے ــ" سادہ لوح ستار یہ سوچ کر اپنے مالک سیرو کی باتوں پر یقین کرنا چاہتا تھا۔

وقت تیزی سے گزرتا گیا۔ سیرو نے اپنے کاروبار کو چاروں طرف پھیلایا۔ اُس نے کافی دولت کمائی۔ ہری نو اس کے قریب اُس نے شاہ محل تعمیر کیا۔ اس محل کے نیچے سلہ شاہ کی ماں ترانہ اور ستار کی ماں زونی ہمیشہ کے لئے دبی تھیں وقت گزرتا گیا۔ آزادی کے قصے بھی پرانے ہونے لگے۔ نئے نعروں نے جنم لیا۔ لوگوں کی تقدیر کا سودا کرنے والے خاندان دونوں ہاتھوں سے دولت سمیٹنے لگے۔ غداروں کو عزت دار اور قوم پرستوں کو غدار کہا گیا۔ سلہ شاہ کی شادی سیرو نے اپنی بیٹی سے کی۔

Dr. Khwaja Farooq Renzu Shah Collection, Srinagar

CC-0. In Public Domain. Digitization by eGangotri

سیرو لوگوں کو عزت کے مقام کی طرف لے جاتے ہوئے کافی بڑا سرمایہ دار بن گیا۔ اس کی بیوی بیگم جان بھی شہیدوں کا خون جہیز میں لے آئی۔ شہیدوں کے خون سے بنائی دولت نے سیرو کو کافی مضبوط اور طاقتور بنایا۔ سیرو نے اپنے مذہب کو بیچ کر آستانوں اور مسجدوں کے پیسوں میں بھی خیانت کر کے اپنی خاندانی ذلالت کا مظاہرہ کیا۔ اسی دوران سیرو کے ہاں لڑکا پیدا ہوا۔ سیرو نے اس کا نام ابنِ سیرو رکھا۔ ابنِ سیرو کو بالکل ایک شہزادے کی طرح پالا گیا۔ لوگ خون پسینے کی کمائی سے سیرو خاندان کی خدمت کر رہے تھے تاکہ ان کے احسانوں کا بدلہ چکایا جا سکے۔

ابنِ سیرو آہستہ آہستہ بڑا ہونے لگا اور سیرو کی طاقت میں بھی اضافہ ہونے لگا۔ وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ سیرو اتنا زیادہ طاقتور بن گیا کہ اس کے اشارے پر قسمتیں بنتی بھی تھیں اور بگڑتی بھی تھیں۔ جس شخص پر سیرو خوش ہو جاتے وہ پل بھر میں ترقی کی بلندیوں کو چھو لیتا تھا اور جس شخص سے سیرو ناراض ہو جاتا تھا وہ کسی خوفناک مصیبت کا شکار ہو جاتا تھا۔

سیرو کے غصے سے پتھر کی دیواریں ہل جاتی تھیں اور وحشت سے لوگوں کے دل دہلنے لگتے تھے۔ اس کے سامنے کوئی شخص بات کرنے کی جرأت بھی نہیں کر سکتا تھا۔ وہ کبھی بھی کسی بات پر بگڑ سکتا تھا وہ کھلے عام لوگوں سے پیسہ لے رہا تھا اور کوئی شخص اُف بھی نہیں کر سکتا تھا۔

لوگوں کو سیرو کی بے ایمانی کا بالکل اچھی طرح علم ہونے لگا لیکن اس کے خاندان کی بے مثال قربانیوں اور عالی شاہ کے احسانوں کو یاد کر کے اس کی ہر غلطی معاف کی جاتی تھی۔

سیرو کا بیٹا ابنِ سیرو بھی جوان ہونے لگا وہ اپنے باپ کے اثر و رسوخ سے خوب موج منانے لگا۔ وہ لندن میں گلچھرے اڑانے لگا۔

ابنِ سیرو کے پاس دولت تھی اور چاروں طرف دوستوں کا جھرمٹ۔ وہ عیاشی، مستی اور شباب کی دنیا میں ڈوب گیا۔ سیرو کے پاس ابنِ سیرو کے بارے میں سوچنے کے لئے فرصت نہ تھی۔ ابنِ سیرو زندگی کا مزہ لوٹنے کے لئے آزاد تھا۔ جوانیاں اور حسین و جمیل دوشیزاؤں کے کنوارے بدن اس کی خوابگاہ میں قربان ہوتے تھے۔ دولت کی بارش میں نہا کر یہ تپتے بدن ابنِ سیرو کو زندگی کا پورا مزہ میسر کرتے تھے۔ شراب کی بوتلیں کھل جاتی تھیں اور ابنِ سیرو کی آنکھوں کی سرخی سے مستی چھلکنے لگتی تھی۔ مطلبی اور خودغرض دوست ابنِ سیرو کے آگے پیچھے لالچی کتوں کی طرح دُم ہلا کر چلتے تھے اور ابنِ سیرو بھی کبھی کبھی خوش ہو کر ان کتوں کے آگے اپنی نوچی ہوئی ہڈی پھینکا کرتا تھا۔

ابنِ مستی اور شباب کے عالم میں لندن کے پنک ایلیفنٹ ہال میں ۱۹۷۵ء کے نئے سال کے

Dr. Khwaja Farooq Renzu Shah Collection, Srinagar

CC-0. In Public Domain. Digitization by eGangotri

موقعہ پر ابن سیرو کی باتھوں میں مونا کا تپتا ہوا بدن آگیا۔ ابن سیرو کی دولت کو دیکھ کر مونا نے اپنے تپی اور رنجی کو چھوڑ دیا، وہ سیرو خاندان کی بہو بن گئی۔

شادی کے بعد مونا یہ دیکھ کر دھنگ رہ گئی جب اُسے یہ معلوم ہوا کہ ابن سیرو ذہنی بیمار ہے وہ رات کے اندھیرے میں اپنے سکریٹری مالکر کے ذریعے جوان لڑکیوں کو بلا کر اُن کے برہنہ بدن دیکھتا تھا۔ کبھی کبھی وہ یہ برہنہ جسم دیکھ کر پاگل ہو جاتا تھا۔

۳۱ دسمبر ۱۹۸۰ء کی رات کو ابن سیرو پر پاگل پن کا اثر زیادہ غالب ہوا۔ اُس نے ایک نوجوان مجبور لڑکی یاسمین کا قتل کیا لیکن اُسے گرفتار کرنے والا کوئی نہ تھا۔

Dr. Khwaja Farooq Renzu Shah Collection, Srinagar

CC-0. In Public Domain. Digitization by eGangotri

Dr. Khwaja Farooq Renzu Shah Collection, Srinagar

CC-0. In Public Domain. Digitization by eGangotri

Dr. Khwaja Farooq Renzu Shah Collection, Srinagar

CC-0. In Public Domain. Digitization by eGangotri

Dr. Khwaja Farooq Renzu Shah Collection, Srinagar